

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ

قرآن علی الترتیب اس مادی ایک شہید ہیں
کہتی ہے نصیحت یہ غفلت کا مہینہ ہے

بجائش کا مہینہ ہے برکت کا مہینہ ہے
رمضان بڑی شان و شوکت کا مہینہ ہے

فضائل رمضان

مع وعظ مبارک

ماخوذ از مواعظ

حضرت مولانا مولوی الحاج ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ صاحب
نقشبندی وقادری رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت مولانا مولوی الحاج
حافظ سید ظفر حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ حیدرآبادی

میں نے کاپی ہے

مینار بک ڈپو بک سیلر اینڈ پبلشرز

چارکمان حیدرآباد (اے۔ پی)

Rs. 15-00

قیمت ۱۵ روپے

فون (۵۲۶۰۵۲)

فضائلِ رمضان

بخشش کا ہینہ ہے، برکت کا ہینہ ہے
رمضان بڑی شان و شوکت کا ہینہ ہے
اس ماہ کے بارے میں سرکارِ دو عالم کا
ارشاد ہے یہ میری امت کا ہینہ ہے
اس ماہ مبارک کے جتنے بھی فضائل ہیں
ان سب سے یہ روشن ہے رحمت کا ہینہ ہے
یہ ماہ وہ ہے جس کا ترانہ میں نام آیا
اس سے بھی یہ ثابت ہے عزت کا ہینہ ہے
یہ بات مسلم ہے، ہے قدر کی شب اس میں
ظاہر ہے کہ یہ کیسی نعمت کا ہینہ ہے
قرآن بھی اُترا ہے اس ماہ کی اک شب میں
کہتی ہے فضیلت یہ عظمت کا ہینہ ہے
ہر ایک فضیلت خود دیتی ہے گواہی یہ
محبوب کی امت پر شفقت کا ہینہ ہے
اس بارے میں حضرت کی تالیف جو ہے مرزا
پڑھے تو کھلے گا یہ رحمت کا ہینہ ہے

خادم الخدام
مرزا شکور بیگ مرزا
(نقشبندی القادری)

۶ جمادی الآخر ۱۳۹۳ھ

مطابق

۷ جولائی ۱۹۷۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
تَمْهِیْدٌ

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے پٹ - ع ۲۴ سورہ بقرہ میں "یَسْئَلُوْكَ عَنْ الْاَهْلِ ط" (اے محمد! لوگ تم سے نئے پانڈ کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ کھٹنا بڑھتا کیوں ہے) اس آیت میں اللہ تعالیٰ احکام بیان فرما رہے ہیں کہ رمضان کیا ہے؟ سو صاحبو! شَهْرُ رَمَضَانَ، رمضان ایک مہینہ کا نام ہے، اس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو، اور چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو، اس پر لوگ پوچھنے لگے کہ چاند کبھی کامل روشن، کبھی باریک اور تاریک، کبھی مشرق سے ظاہر، کبھی مغرب سے ظاہر - یہ کیوں ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "يَسْئَلُوْكَ عَنْ الْاَهْلِ ط" آپ سے ہلال کی حالت یعنی ہر مہینہ میں چاند کے کھٹے اور بڑھنے کی وجہ لوگ پوچھتے ہیں "قُلْ هِيَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ" پٹ - رکوع ۲۴ سورہ بقرہ - ترجمہ: کہدو کہ وہ لوگوں کے کاموں کی میعادیں ہیں۔ آپ ان سے فرمادیجئے کہ اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے معاملات جیسے مطالبہ حقوق، اور عبادات جیسے حج، روزہ، زکوٰۃ، عدت وغیرہ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ دنوں سے مہینہ اور مہینوں سے سال بنتا ہے، اس سے حساب، تاریخ و ماہ معلوم ہوتے ہیں، یہ سوال حکمت اور کسی نہ کسی وجہ سے کیا گیا تھا، اور جواب بھی مصلحت سے دیا گیا، اور وہ مصلحت یہ ہے کہ سوال کرنے کا طریقہ، اس کے آداب سکھایا اور بتلادیا کہ چھوڑا منہ اور بڑی بات نہ کیا کرو۔ بندہ کو حکمت الہی اور مصلحت شہنشاہی میں دخل نہیں دینا چاہئے۔

اور مصلحت خویش خسر وال دانند

ترجمہ: بادشاہ اپنے کاموں کی مصلحت آپ جانتے ہیں۔

گدا کے گوشہ نشین کو حافظا محروش

ترجمہ: اے حافظ تنہائی پسند فقیر کو مت پھیر دو۔

تم کو تمہارے کام کی باتیں بتلاتے ہیں اور تم کو بھی اپنی ضرورت اور فہم سے زائد باتیں
ہنسی پر جھنسا چاہیے، جیسا کہ بعض لوگ علماء سے ایسے مسائل پوچھتے ہیں کہ جن کا اثر میں کبھی کام
ہی نہ پڑے، ایسا نہ کرنا چاہیے۔

حساب دو طرح سے ہوتا ہے :-

۱) شمسی (۲) قمری

طریقہ شمسی میں ایک شکل رہتی ہے، مطلع مختلف رہتے ہیں، ایک امر مخفی ہے، ایک
مدت تک فرق ظاہر نہیں ہوتا، بخلاف اس کے طریقہ قمری میں شکل مختلف ہے، ہر ماہ میں
ایک ہی صواب ہے اور اس کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، سہولت کی وجہ سے قمری حساب شریعت
میں لیا گیا بعض احکام کو اس حساب پر لازم کیا گیا ہے، جیسے حج، روزہ، عیدین، زکوٰۃ،
عدت وغیرہ، اور بعض کو لازم نہیں کیا بلکہ مستحب قرار دیا جیسے ریشم کا مطالبہ وغیرہ۔
اگرچہ شمسی حساب ناجائز نہیں ہے مگر شعائر اسلام نہیں ہے بلکہ قمری حساب شعائر
اسلام ہے، صحابہ اور سلف صالحین کا طریقہ ہے، اسی پر احکام شرعی کا دار و مدار ہے اس لئے
جہاں ضرورت ہو، جیسے سرکاری دفاتر وغیرہ، اس میں شمسی حساب لکھیں، اس کے برخلاف
روزمرہ کے کاموں میں قمری حساب لکھیں۔

سنو صاجو، ایک بات سنو!

”وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْبُدُوا وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ“

ترجمہ: جب تم کوئی بات کہو تو انصاف کرو، اگرچہ قراقرم داروں کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو۔

یوں اتفاقی طور پر بغیر کوشش کے کسی کو ویرانے سے خزانہ مل جائے تو یہ اور بات ہے

لیکن اگر مل بھی جائے تو ایسا مال پھینکا کم ہے مگر عبادت اللہ ایسی ہی جاری ہے کہ انسان

کو اتنا ہی ملے گا کہ جتنی اس نے کوشش کی۔ یہ میں نہیں کہتا ہوں، خود خدا نے تعالیٰ فرماتا

ہے ”وَإِنْ لَيْسَ لِلنَّاسِ إِلَّا مَا سَعَىٰ“ ۲۷۔ رکوع ۳۱، سورہ نجم، اور یہ کہ

انسان کو وہی ملتا ہے کہ جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

حکایت

واجد علی شاہ کے زمانہ میں دو اجدئی تھے، ایک روز ایک لیٹا ہوا تھا دوسرا اس کے بازو بیٹھا ہوا تھا، ان کے قریب سے جب ایک سوار گذرا تو لیٹے ہوئے اجدئی نے کہا میاں سوار! میرے سینہ پر سیر پڑا ہوا ہے ذرا تکلیف کر کے میرے منہ میں ڈال دو، سوار نے کہا کہ تیرے پاس جو بیٹھا ہوا ہے وہ ڈال دے گا۔ بیٹھے ہوئے اجدئی نے کہا بس جناب رہنے دو، کل میں لیٹا ہوا تھا میرے منہ میں کتنا پیشاب کر رہا تھا اس نے ہٹایا نہیں تو کیا میں اس کے منہ میں سیر ڈالوں گا۔

آخرت کے لئے انسان ایسا ہی اجدئی، سست اور آرام طلب ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ لکھنؤ کے اجدئی کی طرح ہاتھ ہلائے نہ پاؤں اور منہ میں سیر پڑ جائے، مفت میں جنت مل جائے، اس لئے فدائے تعالیٰ فرماتا ہے **وَإِن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ** میرے دوستو! سنو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دو دو مہینے ہمارے پاس چولہا نہیں سلگتا تھا۔ لوگوں نے دریافت کیا بی بی! پھر کیسے گذر ہوتی تھی تو آپ فرماتی ہیں کہ دو چار کھجور کھائے، پانی پی لے، اور رات گذر گئی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کئی دن کا فاقہ گذرنا، پیٹ پر پتھر باندھتے، ایک روز حضرت عائشہ نے دیکھا کہ مارے بھوک کے پیٹ پیٹھ کو لگ گیا ہے تو رو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ پیٹ کی یہ حالت نہ رہے تو حضرت نے فرمایا عائشہ! مجھے دنیا سے کیا کام مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہی حالت رہے اور صبر کروں۔

صاحبو! عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوکے رہے، تم کیسے رسول اللہ کے چاہنے والے ہو، ایک مہینہ بھوکے رہ کر رسول اللہ کی شکل نہیں بناتے ہو۔ کیا محبت کرنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں، راتوں کو نماز میں کھڑے کھڑے حضرت کے قدم مبارک درم کر گئے تھے، ہائے تم کیسے رسول اللہ کی محبت کر لو، تم سے بیش رکوت تراویح نہیں پڑھی جاتی دوستو! سنو، مسلمان کی علامت بتلانی گئی ہے **وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدَّ حُبًّا** اللہ ط (پ۔ رکوع ۲۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: لیکن جو لوگ ایمان والے ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان خدا کی محبت میں سب سے زیادہ سرشار رہتے ہیں، حدیث میں ہے کہ لَا
 لَا إِيمَانَ لِمَنْ لَا مَحَبَّةَ لَكُمْ؛ جس کو رسول اللہ کی محبت نہیں، اس کو ایمان نہیں۔
 اور حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ
 أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَوَالِدِهِ وَوَالِدَةِ النَّاسِ
 أَجْمَعِينَ“ ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے کوئی شخص پورا
 مومن نہیں ہوتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے اور بیٹے اور باپ اور سارے
 جہاں کے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

سب سے زیادہ رسول اللہ کی محبت ہو۔ دو تو! کیا محبت کر نیوالے ایسے ہی ہوتے ہیں
 اپنے محبوب سے ملنے کے لئے اور اپنے محبوب کو راضی کرنے کے لئے کیا کیا کوششیں نہیں کی جاتیں۔
 غرض مسلمانوں کے محبوب کی آمد آمد ہے جس کے لئے ایک سال سے ترس رہے تھے بعض
 انتظار انتظار ہی میں قبروں میں جا کر سو گئے، وہ محبوب کون ہے وہ مبارک رمضان ہے
 صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے ”وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ“ رکوع ۲۰ سورہ
 اعراف (ترجمہ: اور (دیکھو) غافلوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ کبھی ہماری یاد سے غافل نہ رہنا، اسی کو
 پاس انہاس کہتے ہیں، کسی کی غلامی سے بہ بات آسانی سے حاصل ہو جاتی ہے، غافلوں میں ڈاکر
 ایسا ہے جیسے سرسبز درخت خشک درختوں میں، اور جہاد میں بھاگنے والوں میں وہ شخص جو کفار
 پر اکیلا جہاد کر رہا ہے اور پانی کی طرح اپنا خون بہا رہا ہو، اس پر خدا اے تعالیٰ ہمیشہ نظر رحمت
 سے دیکھتا ہے اور وہ ایسا ہے جیسے روشن چراغ اندھیرے گھر میں۔ اس طرح کا ذکر مجھے فرشتہ
 کا مشاہد بنا دیتی ہے، ایسا بننے میں تجھ کو بار بھی نہیں، اور فرشتوں کے وصف سے تجھ کو ہمیشہ
 متصف ہونے کا حکم دیتے ہیں، ایک اور وصف ہے کہ جس سے تو ہو ہو فرشتہ ہو جائے،
 یعنی جیسے فرشتے کھاتے پیتے اور سوتے نہیں ہیں۔ تیری مجبوریوں کا خیال کر کے اس کا برس
 میں ایک ہینہ کے لئے حکم دیتے ہیں کہ تو بھی بھوکا پیاسا، بے نیند کے رہے۔

اب اس کا زمانہ آگیا، اب فرشتہ بنانے والے ہینہ کی آمد آمد ہے مسلمانو!
 خوش ہو جاؤ، اب وہ ہینہ آگیا۔

حدیث جو شخص رمضان کے آنے پر خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیتا ہے۔

غرض صاحبو! اب اس مہینہ کی آمد آمد ہے کہ جس میں مسلمان کی روزی فراخ ہوتی ہے جو کچھ کھائے خواہ بے حساب ہو، یہ سب کھانا اپنا طاعت میں شمار ہوتا ہے۔

صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو تو اچھا ہے ورنہ تمہاری کچھ پرواہ نہیں، اس لئے کہ ہماری عبادت کرنے والے، تسبیح و سجدہ کرنے والے بہت ہیں۔ مسلمانو! خدائے تعالیٰ جن کو "اپنے" فرماتا ہے کیا تم ان میں شامل ہونا نہیں چاہتے، اس لئے روزہ رکھ کر تراویح پڑھ کر اور نیکیاں کر کے خدا کے بندوں میں ہو جاؤ۔

اب اس اجمال کی تفصیل سنئے:-

رمضان المبارک کی فضیلت بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کچھ شعبان اور شب رات کے بارے میں عرض کیا جائے کہ وہ رمضان سے قبل آتے ہیں۔ اس لئے اب شعبان اور شب رات کے متعلق سنئے:-

شب رات سنو صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے "وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعٌ" (الغدرہ ۱۵) رکوع ۱۹۔ سورہ ال عمران (ترجمہ: اور دنیا کی زندگی تو دھوکا کا سامان ہے۔

بیماریوں میں وہ بہت بڑی بیماری ہے کہ جس کی وجہ سے سینکڑوں بیماریاں پیدا ہوں اور لائق ڈاکٹر وہ ہے کہ اس بیماری کا علاج ایسا کرے کہ دوسری بیماریاں خود بخود گم ہو جائیں، آج خدائے تعالیٰ ان آیتوں میں ایک ایسی بیماری کا علاج بتلاتا ہے کہ اگر اس سے شفا ہو جائے تو بہت سی بیماریوں سے خود بخود شفا ہو جاتی ہے۔ اس تقریر سے آپ کو شب ہو رہا ہوگا کہ دو اہقانہ کام آج مسجد میں ہو رہا ہے، ہم تو صبح اور تندرست ہیں، ہم کو آج کی تقریر سننے کی کیا ضرورت ہے۔

سنو صاحبو! بہت سی بیماریاں ایسی ہیں کہ جو نہ تو خود بیماری کی سمجھ میں آتی ہیں اور نہ دیکھنے والے سمجھتے ہیں کہ در بیمار ہے، بیمار ایسی غفلت میں رہتا ہے اور وہ بیماری سمجھ

میں آتی ہے تو اس وقت آتی ہے جب کہ وہ بیماری لا علاج ہو گئی ہو، بجز موت کے کوئی اور صورت نہیں۔ ایسے وقت معلوم ہونے سے کیا قائدہ، سوائے پھتانی کے کوئی نتیجہ نہیں، ہاں اگر اس وقت کسی ڈاکٹر سے تشخیص کروائی جائے تو وہ کہے گا کہ بیماری بہت بڑھ گئی ہے جلد علاج کرو، ورنہ بات ہاتھ سے جاتی ہے۔

اسی طرح آپ بھی ایسے ہی بیمار ہیں کہ اس بیماری کو نہ تو آپ ہی خود سمجھے اور نہ دیکھنے والے، اسی غفلت میں گزر رہی ہے الیٰتہ موت کے وقت سمجھ میں آئے گا، اس وقت سمجھ میں آنا بے کار ہے۔

صاحبو! آپ جسمانی بیماری کے علاج کے لئے کبھی انگریزی ڈاکٹر کو بتلائے تو کبھی یونانی حکیم کو۔ اسی طرح کبھی آپ روحانی بیماریوں کے لئے روحانی حکیم طریقت کی طرف بھی رجوع ہوئے ہو کہ ذرا دل کی نبض دیکھو کہ یہ بیمار ہے یا تندرست، وہ کہے گا جیسے جسم کی بیماریاں پہلے معمولی ہوتی ہیں پھر لا علاج ہو جاتی ہیں، جیسے طاغون، انفلونزا وغیرہ ایسا ہی روحانی بیماریاں آغاز مرض میں تو ان کا علاج ہو سکتا ہے مگر آج لا علاج بیماریاں ہو گئی ہیں۔ پہلے مریض دل شروع ہی سے حکیم روحانی کے زیر علاج رہتا تھا اور آج ایسے وقت آتا ہے کہ دل بیمار قریب مرنے کے ہے یا مر گیا ہے، ایسا علاج ہو تو کیسا ہو، اگر آج بھی گیا تو کچھ اس طرح کہ نبض دکھایا (یعنی ہاتھ میں ہاتھ دیکر مریض ہوا) پھر صورت نہیں دکھاتا، ایسا نہ ہو کہ کڑوی دوا پینا پڑے، تو کیا صرف نبض دکھانے سے مرض جاتا رہے گا، کیا صرف ہاتھ میں ہاتھ ملانے سے مرض جائے گا، بعض اس لئے نہیں آتے کہ کبھی حکیم جسمانی کی طرح حکیم روحانی کی ناز برداری کرنا پڑے گا، یہ کون کرے تو خیر کبھی ایسے مجھوں میں جایا کرتے رہو، جہاں دل اور روح کی بیماریوں کا بیان ہوتا ہے (جیسے مجلس وعظ و ہاں تو کسی کی ناز برداری کرنا نہیں پڑتا ہے، اس سے اتنا معلوم ہوگا کہ فلاں فلاں بیماریاں ہیں اور اس کی یہ علامتیں ہیں، پھر یہ سوچ سکتے ہو کہ ہم بھی اس بیماری میں مبتلا ہیں یا نہیں، اگر اتنا بھی نہ کر سکو تو بس علاج ہر روز کا۔ اور بیماری چاچکی، اس وجہ سے کہ بیمار لاپرواہ ہے، طبیب اپنا مطہ بند نہ کرے گا۔

گر گیا جس میں طرح طرح کی اذیتا دینے والی اشیاء ہیں ایسا ہی دوزخ۔ گڑھے پر دنیا جو مثل قالین کے پُر لطف ہے۔ پھٹی ہوئی ہے، انسان اس پر قدم رکھتا ہے کہ کچھ مزہ ملا یا نہ ملا کہ دنیا ہٹ جاتی ہے اور یہ دوزخ میں گر جاتا ہے، اس وقت خود کہتا ہے ”غَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا“

عجب تو یہ ہے کہ دیکھتا ہے کہ دنیا کا قالین ہٹا ہوا ہے لوگ گڑھے میں گرتے جاتے ہیں، پھر خود بھی قالین پر پاؤں رکھتا ہے۔

حدیث | قیامت میں ایک بڑھیا آئے گی، بد صورت، نیلی آنکھیں بڑے بڑے دانت باہر نکلے ہوئے، تمام خلق کہے گی لعوذ باللہ یہ کون کم سخت ہے، سب منہ پھیر لیں گے حکم ہوگا یہاں کیوں منہ پھیر رہے ہو، یہی تو دنیا ہے کہ جس پر تم کیسے گرتے تھے، اسی پھر ٹیل کی وجہ سے آپس میں حسد و دشمنی کرتے تھے، اسی کی وجہ سے آپس میں خون خرابہ ہوتا تھا۔ نہ قرابت کا پاس ہوتا تھا نہ دوستی کا خیال، اس وقت سب کو یاد آئے گا: ”غَرَّتْهُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا“

وہ دوزخ میں ڈال دی جائے گی تو وہ کہے گی کہ میرے دوست بھی میرے ساتھ دے دئے جائیں، اس لئے اس کے ساتھ اس کے چاہنے والوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، ہم نے مانا کہ دنیا حسین بھی ہے، ہر طرح کی اس میں راحت بھی ہے سب ہنسر ہیں، لیکن اس دنیا میں ایک عیب ایسا ہے کہ جس نے اس کے سب خوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ وہ عیب یہ ہے کہ دنیا ختم ہو جانے والی ہے، آپ دیکھتے ہوں گے کہ کیسے کیسے بڑے بڑے مکانات اچھے پڑے ہیں، ان کے رہنے والوں کے داغ میں کیا کیا نمنائیں ہونگی، کیسی کیسی آرزو میں ہوں گی مگر وہ سب خاک میں مل گئے۔ دنیا ختم ہو گئی۔ صاحبو! خدا اور رسول کے جو احکام ہیں، ہر ایک میں بہت سے فائدے ہیں۔ مثلاً توحید، اسکا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ توحید کے اعتقاد سے نجات ہوگی، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ غیر خدا پر کبھی طمع اور خوفاً نظر نہ ہوگی، کیوں کہ یہ طبعی بات ہے، جب کسی بہت بڑے سے تعلق ہو جاتا ہے تو چھوٹوں کی ہیبت یا احتیاج دل میں باقی نہیں

رہتی ہے جیسے تعلق دار کی محبت و تعلق تحصیلدار کی ہیبت اور احتیاج نہ رکھے گا۔

حکایت | اکبر یاد شاہ ایک مرتبہ شکار کے لئے گئے۔ اتفاقاً تنہا کہیں روز نکل گئے۔ ایک دیہاتی کے پاس مہمان ہوئے، جب واپس ہونے لگے تو دیہاتی سے کہا کہ اگر تم کو کوئی کام کی ضرورت ہو تو ہمارے پاس آنا، چنانچہ وہ ایک ایسے موقع پر آیا کہ اکبر نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فارغ ہو کر اس نے دعائ مانگی، جب دعا کر چکے تو دیہاتی نے کہا تم یہ کیا کر رہے تھے، اکبر نے کہا میں خدا سے دعائ مانگ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ کیا تم کو بھی مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اکبر نے کہا بے شک مجھ کو بھی ضرورت ہوتی ہے۔ دیہاتی نے کہا پھر مجھ کو تم سے مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو تمہارے شاہانہ سوالات کو پورا کر سکتا ہے تو کیا وہ میرے غریبانہ سوالات کو پورا نہ کرے گا۔

یہ استغناء، یہ توکل، توحید کا نتیجہ ہے، اسی طرح آپ کے دل سے دنیا کی محبت جو کم کی ہے اس کا فائدہ خود ہی دوسری آیت میں بیان فرماتے ہیں، بعض چیزوں سے انسان راضی ہوتا ہے مگر دلچسپی نہیں، جیسے کڑوی دوا اور بعض چیزوں سے دلچسپی ہوتی ہے مگر اس سے دل راضی نہیں، جیسے ناما، مگر وہ بہت بڑی چیز ہے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے راضی بھی ہوں اور دلچسپی بھی ہو تو دنیا ایسی چیز ہے کہ اس سے انسان راضی بھی رہتا ہے اور دلچسپی بھی لیتا ہے۔ کوئی سودے رہا ہے اور کوئی رشوت، کوئی کسی کی زمین غصب کر لیا ہے وغیرہ سب کو دل سے پسند ہے، کبھی جی کو برا نہیں لگتا۔ اسی واسطے دنیا کی مذمت بیان کی جاتی ہے کہ رَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَآءُتُوْا بِهَا رِیۡطًا۔ سورہ یونس، ترمیم اور دنیا کی زندگی پر خوش اور اسی پر مطمئن ہو بیٹھے۔ آخرت کو بھول کر دنیا میں دل لگاؤ گے اور دنیا دل میں گھس جائے گی، یہیں پھنس کر اصلی گھر کو جانے سے گھراؤ گے، یہی بیماری ہے جو تمہارے دل کو مردہ کر دے گی۔ اسی واسطے تم کو دنیا سے روکا جا رہا ہے۔ ہر مسلمان بتلائے کہ روزانہ کتنی مرتبہ دنیا میں رہنے سے جی گھبرا یا بلکہ اگر جی گھبرا یا تو آخرت میں جانے سے۔ حالانکہ ہماری حالت تو ایسی ہونی چاہیے تھی کہ جیسے ہم اپنے وطن سے دوسرے شہر میں کسی کام سے جائیں، تو ہوٹل میں ٹھہرتے

ہیں مگر دل وطن میں اٹکا ہوا رہتا ہے، ایسا ہی ہم دنیا میں سب کچھ کرنا تھا، مگر دل آخرت میں لگا رکھنا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دنیا کی حقیقت نہیں سمجھے۔ ہماری ایسی حالت ہے کہ بچہ ہوٹل کو دیکھ کر وہاں کے سامان کو دیکھ کر ضد کرے کہ میں تو یہیں رہوں گا، اس پر عقلمند ہنستے ہیں، ایسی ہی ہماری حالت ہے۔ اللہ والے ایسا ہی ہم پر ہنستے ہیں کہ بھائی یہ مسافر خانہ ہے اس سے کہیں دل لگاتے ہیں، اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے: "الَّذِي نَسِيَ سَجِنَ تَمُومٍ مِّنْ تَمِيمٍ (ترجمہ: دنیا مومنوں کے لئے قید خانہ ہے)، اس لئے گویا ایسا ہی عیش ہو مگر جیل خانہ میں جی نہیں لگتا، ایسا ہی مسلمان کی شان یہ ہے کہ دنیا میں دل نہ لگے، گویا ہی آرام ہو، کیوں کہ دل لگنے کی جگہ گھر ہے اور دنیا گھر نہیں ہے۔

مسلمانو! تمہارا گھر تو آخرت ہے مگر تم نے اپنے لئے دنیا کو گھر بنا رکھا ہے، بیچ فرمائیے ایک شخص کے دو گھر ہوں، ایک عاریتہ اور ایک ہیبتہ کہ جس کا اس کو مالک بنا دیا گیا ہے، اب یہ اندر جا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دو دنوں مکان خراب، خستہ ہیں دیواریں ٹوٹی ہوئی ہیں، کہیں کہیں گری ہوئی بھی ہیں۔ ہر ایک مکان کی مرمت کرانا ہے تو اب بتلائیے کہ روپیہ مکان عاریتہ میں لگائیں یا مکان موہوب میں۔ ہر شخص کہے گا کہ اپنے پاس رہنے والے مکان میں لگانا چاہیے۔ اگر کوئی مکان عاریتہ میں ہزار روپیہ لگا دے تو اس کو سب بے وقوف سمجھیں گے۔

صاحبو! دنیا اور آخرت دو مکان ہیں۔ دنیا عاریتہ اور آخرت موہوب۔ دونوں کی مرمت کی ضرورت ہے۔ عمر کاروپیہ کسی ایک مکان کی آبادی کے لئے کافی ہے اگر آپ عمر کاروپیہ چند روزہ دنیا کی تعمیر میں خرچ کر دیئے تو اپنے آخرت کے مکان کو اجڑا ہوا پائیں گے تو اس وقت کس قدر حسرت ہوگی۔ یا یوں سمجھئے کہ:-

حکایت کوئی شخص روپیہ کما کر لایا اور گھر پہنچ کر بیوی بچوں کو دیا، یا کوئی یوں کیا کہ روپیہ کما کر لارہا تھا راستہ میں دیکھا ایک درخت کی شاخ ٹیڑھی ہے اس نے بڑی ہی کوبلا کر سب روپیہ خرچ کر ڈالا، گھر میں منتظر ہیں کہ میاں باہر سے کما کر

لائیں گے، میاں تو یہ کام کر کے بیٹھے، سب اس کو بوقوت کہیں گے۔

غرض دنیا کے گھر کو بنانا ایسا ہی ہے جیسے راستہ کے درخت کو درست کرنا۔ اگر دنیا سے جی نہ لگائے ہو تو اتنا بھی آخرت کا شوق نہیں کہ جتنا مسافر کو ہوتا ہے، ذرا ہر ایک اپنے اپنے دل کو دیکھے کہ کیسے کیسے خیالات آرہے ہیں کیوں رہیں گے، یوں بسیں گے، یوں جائیدادیں پیدا کریں گے، یوں نوکر ہوں گے، یوں وکالت کریں گے، یوں پاس ہوں گے، کبھی یہ بھی خیال آیا کہ ہم مر جائیں گے تو یوں خدا کے سامنے جائیں گے، یوں جنت ملے گی یوں باغات ہوں گے، یوں مکانات ہوں گے، یوں حوریں ہوں گی۔ اگر آخرت کو سدھار لیا تو یوں بہار ہوگی، یوں عیش ہوگا، ورنہ مصیبت و پریشانی ہوگی، جس سے جی لگتا ہے، اسی کے انسان خیالات پکاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا سے جی لگا ہے اور آخرت سے کچھ بھی تعلق نہیں، جب خیال آیا تو دنیا کی مہیبت کا کہ دنیا کی زندگی کیسے کٹے گی۔ اس کے مصیبتوں سے کیسے بچیں گے، اسی طرح کبھی یہ بھی خیال آیا کہ آخرت کی زندگی کیسے کٹے گی، دوزخ کی مصیبت کیسے سہہ سکیں گے، یہ سب حالات بتلا رہے ہیں کہ ہم نے دنیا کو گھر سمجھا ہے اگر آخرت کو گھر سمجھتے تو مصیبتوں کا ہم کو غم نہ ہوتا، مسافر خانہ کے کھٹل متائیں تو یہی خیال ہوتا ہے ایک رات گزر جائے گی کل گھر میں آرام کریں گے۔ خواب میں اگر کسی شخص نے یہ دیکھا کہ سامنے بچھوٹے کاٹ لیا ہے، اور خوب پیٹا جا رہا ہے، اسی وقت آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہے کہ نہایت عمدہ سبج کسے ہوئے پلنگ پر ہے اور بہت بڑا محل ہے، لوگ ادھر ادھر کھڑے ہوئے ہیں، جھک جھک کر سلام کر رہے ہیں، کوئی مورچھل جھیل رہا ہے، کوئی عطر لارہا ہے، کوئی پان لارہا ہے تو کیا اس شخص کے ذہن میں اس خواب کا کچھ اثر باقی رہے گا، ہرگز نہیں۔ اسی طرح دنیا کا غم، خواب کا غم ہے۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ تخت سلیمان پر ہوں اور تمام لوگ میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں، لوگ اپنی اپنی حاجتیں میرے سامنے پیش کر رہے ہیں میں ان کو پوری کر رہا ہوں۔ غرض تمام شاہی ٹھاٹھ جما ہوا ہے، آنکھ کھولتے ہی چاروں طرف کیا دیکھتا ہے پریس پٹریاں لے کھڑی ہے، جیل خانہ لے جانا چاہتی ہے، طرح طرح کی سزائیں دی

جا رہی ہیں۔ غرض دنیا کی خوشی، خواب کی خوشی کی طرح ہے کسی نے خوب کہا ہے یہ

حال دنیا را پر سیدم من از فرزانہ

ترجمہ: میں نے ایک عقلمند سے دنیا کی حقیقت دریافت کیا۔

گفت یا خوابی است یا بادست یا افسانہ

ترجمہ: اس عقلمند نے کہا کہ یا تو وہ ایک خواب ہے یا ہوا ہے یا ایک کہانی ہے۔

واقعی دنیا کی مثال خواب کی سی ہے، اگر دنیا میں عمر بھر عیش کئے اور مرنے کے ساتھ

ہی پکڑے گئے تو وہ عیش کیا کام آئے گا۔

صاحبو! آخرت میں مرنے کے بعد دنیا کی چیزیں کیا یاد آئیں گی، دنیا ہی میں

دیکھ لیجئے کہ عمر گذشتہ کا آرام و تکلیف اس وقت خواب سے زیادہ نہیں۔ اسی واسطے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں اہل مصیبت کو بڑے بڑے درجے عنایت

ہوں گے تو اہل نعمت کہیں گے کہ کاش دنیا میں ہمارے چمڑے تینچی سے ٹکڑے ٹکڑے

کرتے اور آج ہم کو یہ درجہ ملتے تو اچھا تھا۔ سبح تو یہ ہے کہ ہم نے جنت کو دیکھا ہی نہیں

اس لئے اس کی کچھ قدر نہیں، جب دیکھو گے تب حقیقت کھلے گی۔ اب رہا یہ شبہ کہ

یہ سب تو دیکھنے کے بعد ہوگا۔ اس وقت تو ہم مصیبت میں ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ

”أَلَا بَدَا لَكَ اللَّهُ لَطْمَئِنُ الْقُلُوبِ“ (پا۔ رکوع ۴۔ سورہ رعد) ترجمہ: اور سن

رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں، کا مصداق نہ بننے سے مصیبت میں ہیں ورنہ

یہ مصیبت نہیں۔ یعنی جسم مصیبت میں اور دل آرام میں ہے، اب رہی یہ بات کہ آخرت

کوئی تو کچھ سدھارے نہیں ہیں، آخرت کا کیسا خیال آئے گا یہ سچ ہے مگر میں آپ سے

پوچھتا ہوں کہ ایک شخص کا ذاتی مکان ٹوٹا پھوٹا پڑا ہے اور پختہ مسافر خانہ بھی ہے تو وہ

اپنے ٹوٹے پھوٹے گھر ہی کو پسند کرے گا اور سوئے گا کہ اس وقت میرا گھر ٹوٹا پھوٹا ہوا ہے تو

کیا ہوا اس کو میں پختہ کروں گا ایسا ہی دنیا مسافر خانہ ہے اس سے آپ کو کیا، آخرت

آپ کا گھر ہے تو کیسا ہی ہوا ہی میں دل اکائی، اسی کے حاصل کرنے کی فکر کیجئے۔

اسی واسطے اولیاء اللہ یہاں کی نسبت کو آخرت کی خوشی کا سبب سمجھتے تھے۔

حکایت

ایک شخص نے سوتے اپنی بی بی سے پانی مانگا وہ پانی لانے تک فاوند سو گیا وہ یہ سوچتی رہی کہ میں شوہر کو نہ اٹھاؤں تو وہ پیاسا رہتا ہے اور اگر اٹھاتی ہوں تو نیند خراب ہوتی ہے، اسی شش و پنج میں صبح تک کھڑی رہی صبح کو فاوند اٹھا اور بی بی کو کھڑا دیکھا۔ یہ بات فاوند کو بہت بھلی معلوم ہوئی اور فاوند کے دل میں بیوی کی بہت وقعت ہوئی۔ جوشِ محبت میں کہا تمہاری جو خواہش ہے کہو میں اسے پوری کروں گا عورت نے کہا اگر یہی ہے تو میری خواہش یہ ہے کہ مجھے طلاق دے دو۔ فاوند کو بہت حیرت ہوئی کہ یہ کیا بات ہے دونوں میں جھگڑا ہوا۔ عورت نے کہا تمہارا اور میرا فیصلہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوگا۔ دونوں چلے راستہ میں شوہر کو ٹھوکر لگی، گر اور ٹانگ ٹٹ ٹوٹ گئی۔ عورت نے کہا اب گھر چلو، طلاق کی ضرورت نہیں ہے۔ مرد نے کہا آخر یہ کیا بات ہے، عورت نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے کہ جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے۔ خدا کے دوستوں پر مصیبت آیا کرتی ہے، جب سے میں تمہارے پاس آئی ہوں تم پر کوئی مصیبت نہیں آئی تو معلوم ہوا کہ تم خدا کے دوستوں میں سے نہیں ہیں۔ میں ایسے شخص کے پاس نہیں رہنا چاہتی جو خدا کا دوست نہیں ہے، اب تمہاری ٹانگ ٹوٹ گئی تو معلوم ہوا کہ خدا کے دوست ہو، اب طلاق لینے کی ضرورت نہ رہی ان عورت کی یہ حالت اس واسطے تھی کہ وہ دنیا کو گھر نہیں سمجھتی تھیں۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ دین کا کبھی ذکر کر دیتے ہیں، اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم کو دین کی فکر ہے، اور آخرت کو ہم گھر سمجھے ہوئے ہیں۔

صاحبو! اس سے کیا ہوتا ہے دیکھو اگر کسی کے پاس آطا بھی ہے اور تو ابھی ہے اور لکڑیاں بھی ہوں اور وہ نہ پکائے مگر ان چیزوں کا ذکر کیا کرتا ہے اور سوچتا ہے تو صاحبو اس ذکر اور اس سوچنے سے کیا ہوتا ہے، تدبیر تو یہ ہے کہ ہمت کر کے اٹھے اور پکا نام شروع کر دے، اور جب بھوک لگے کھالے۔ ایسا ہی اگر آخرت کا ذکر ہی کرتا رہے، اور آخرت کو سوچتا رہے تو کیا ہوتا ہے۔

صاحبو! ذرا ہمت سے کام لو، دین کے کام کرنے لگو اور جب آخرت میں جاؤ۔

اس سے نفع اٹھاؤ۔ دنیا کے کام میں تو محض فکر پر بس نہیں کرتے ہو، پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ آخرت کے کام میں محض فکر کو کافی سمجھ رہے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں حقیقت میں آخرت کا خیال نہیں ہے اگر آخرت کا خیال ہوتا اور آخرت کے لئے کچھ کام کرتے تو اس کے اثرات خود نظر آتے۔

آخرت کو گھر سمجھنے کا ایک اثر تو یہ ہے کہ کسی سے عداوت و رنج نہیں گو معمولی لڑائی ہو گئی ہو، دل میں عداوت نہیں، جیسے کوئی شخص ریل گاڑی کے ذریعہ سفر کرنے کے لئے کھڑا ہے، ریل گاڑی آگئی۔ اگر اس وقت پلیٹ فارم پر کسی سے چل گئی تو لڑائی کو ایک طرف رکھ کر ریل گاڑی میں سوار ہونے کی فکر کرے گا۔ ورنہ ریل گاڑی چلی جائے گی اور یہ چھوٹ جائے گا۔ اسی طرح دنیا کے جھگڑوں میں الجھ کر آخرت کے سفر کو کھوٹا نہیں کرتے۔

چند نیچے ریت جمع کر کے کھیلنے کے لئے گھر بتاتے ہیں، پھر ایک اس کو توڑ دیتا ہے تو دوسرا اس سے لڑتا ہے کہ تو نے ہمارا گھر توڑ دیا۔ ہم کو ان کی لڑائی پر ہنسی آتی ہے کہ یہ بھی کوئی مکان ہے کہ جس کے توڑے جانے پر لڑائی ہو۔ ایسا ہی اللہ والے ہماری لڑائی جھگڑے دیکھ کر ہنستے ہیں، اس لئے کہ ان کو دنیا کی ہر چیز کھلونا نظر آتی ہے۔
دوسرا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہوگا کہ دنیا کے سامان پر نہ اتراؤ گے، اس لئے کہ کہیں مسافر خانہ کے سامان پر کوئی اتراتا ہے۔

تیسرا اثر یہ ہوگا کہ آخرت کے کاموں میں سستی و کاہلی نہ کرے گا، ہم دنیا کو گھر سمجھے ہوئے ہیں اس واسطے آخرت کے کاموں میں سستی و کاہلی ہیں۔

چوتھا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ دنیا کو اپنا گھر نہ سمجھے گا، اس لئے نہ بکتر ہوگا نہ شیخی۔

حکایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زہرہ چوری گئی، ایک یہودی کے پاس ملی، آپ نے اس کو پہچان کر فرمایا کہ یہ زہرہ میری ہے، یہ وہ وقت ہے کہ آپ خلیفہ وقت ہیں، بادشاہ ہیں، یہودی کی وقعت دیکھ کر سے بھی گری ہوئی ہے وہ بادشاہ وقت سے کہتا ہے کہ گواہ لاؤ۔ یہ ہے رعایا کو آزادی دینا، جو کہا کر کے دکھلایا، آج کل کا زمانہ ہوتا تو دو چار غنڈوں کو لے جا کر زہرہ چھین لیتے۔ اللہ کے صحابہ انہوں

نے دنیا کو اپنا گھر نہیں سمجھا تھا اس لئے آپ خاموش رہ کر باضابطہ نالش کر دی۔ قاضی شریح کے پاس مقدمہ پیش ہوا، حضرت علیؑ عدالت میں خود آگئے ہیں، بادشاہ وقت عدالت میں آگئے ہیں مگر کیا مجال کہ کچھ ہل چل پڑ جائے، عدالت میں بھی اس نے انکار کیا تو علیؑ سے گواہ طلب کیا گیا۔ انھیں کسی سلطنت کا ایک قاضی بادشاہ وقت سے، وہ بھی ایسے حضرت سے کہ جو ہرگز خلاف واقعہ کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ گواہ مانگتا ہے، حضرت علیؑ امام حسن اور قنبر کو گواہی میں پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؑ کے پاس بیٹے کی گواہی جائز تھی، شریح کے پاس ناجائز۔ اس لئے شریح نے کہا قنبر آزاد شدہ غلام اس کی گواہی ہو سکتی ہے جس آپ کے بیٹے ہیں ان کی گواہی نہیں ہو سکتی۔ آج کل کے مجبان علیؑ ہوتے تو شریح کو کافر کہتے مگر وہاں دنیا کے واسطے کوئی کام نہ تھا۔ آخر گواہ نہ ہونے سے مقدمہ خارج ہو گیا، اگر کوئی شریح سے پوچھتا تو وہ قسم کھا کر کہتے کہ علیؑ سچے ہیں مگر سب مذہب پر جان دینے والے تھے، نہ شریح نے خلاف کیا نہ علیؑ نے برامانا۔ یہودی نے جو غور کیا تو حضرت علیؑ پر ذرا سی بھی ناگواری نہیں حکومت پر رہ کر یہ کیا بات ہے اس کے دل نے کہا یہ مذہب بالکل سچا ہے۔ زرہ قدموں پر ڈال دی، اور کہا یہ آپ ہی کی ہے اور کہا لا اِلهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اور مسلمان ہو گیا، آپ فرمائیے ہم نے زرہ بھی تجھ کو دے دی، وہ ہمیشہ آپ کی غلامی میں رہا۔

پانچواں اثر یہ ہے آخرت کو گھر سمجھنے کا کہ خدا سے ایسی لو لگی رہتی ہے کہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں۔ مولویوں پر یہ تہمت مت لگاؤ کہ وہ دنیا چھڑاتے ہیں وہ جو کہتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا مت لگاؤ بلکہ وہ کہتے ہیں، وہ کیا کہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کہتے ہیں کہ دنیا لگاؤ مگر بالکل دنیا میں کھپ مت جاؤ۔ ورنہ دنیا کو گھر سمجھنے لگو گے، آخرت کو بھول جاؤ گے۔

دنیا میں کھپ جانا بولویا حبیب دنیا کہو، وہی ہے جس میں ترکِ آخرت ہو۔ کسبِ دنیا کو نہ حبیب دنیا کہتے ہیں نہ دنیا میں کھپ جانا۔ پس دنیا کمانا جائز ہے، دنیا میں کھپ جانا ناجائز۔ جیسے پانچخانہ کمانا برا نہیں، پانچخانہ کھانا برا ہے۔

دنیا میں کھپ جانے سے خدائے تعالیٰ سے غفلت ہو جاتی ہے، پھر اس سے جو بڑا کام ہو، وہ تھوڑا ہے۔ سنئے مولانا فرماتے ہیں۔

حیث دنیا از خدا غافل بودن

ترجمہ: د پھر دنیا کیا ہے (وہ صرف) خدا سے غافل ہونا ہے۔

نہ تماش و نقرہ و نسر زندوزن

ترجمہ: سونا، چاندی، گھر کا اسیاب، بیوی بچے، دنیا نہیں ہیں۔

دیکھو حضرت علیؑ یوں بھی زرہ چھوڑ دے سکتے تھے اس لئے کہ کھویا ہوا، گیا ہوا

ہی ہے لیکن زرہ حاصل کرنا ایک قسم کی کسب دنیا تھی، اس کا بھی حکم الہی ہے اس لئے دعویٰ کر دیے مگر دنیا میں کھپے ہوئے نہیں تھے، اس لئے نہ بزور حکومت لئے اور نہ کسی ظلم کے ذریعہ سے لئے۔ یہی دنیا میں نہ کھینے کا اثر تھا کہ باوجود حق پر ہونے کے جب مقدمہ ہار دئے، زرہ نہ ملی تو کچھ پرواہ نہ کئے۔ بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کہ وہ کیا کرتے، وہ یہ کرتے کسی نہ کسی ظلم سے زرہ حاصل کرتے، اس سے بالکل نہ ڈرتے۔

غرض یا پچواں اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس کی لود خدا سے ایسی لگی رہتی ہے کہ وہ مخلوق سے ڈرتا ہی نہیں، جیسے حضرت خالدؓ کا واقعہ ہے کہ آپ ہامان ارمنی کے دربار میں (۱۰۰) سو آدمیوں کو بھرا لے کر تشریف لے گئے وہاں ہامان ارمنی نے حریر کا فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے اس کو اٹھوا دیا۔ ہامان نے کہا خالدؓ! میں نے تمہاری اعزازت کے لئے یہ فرش بچھوایا تھا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ خدا کا فرش تیرے فرش سے بہت اچھا ہے۔

اب غور کیجئے کہ سنت خالدؓ کے ساتھ صرف سنوا آدی ہیں، اور ہامان ارمنی کے پاس دس لاکھ فوج ہے۔ سنیئے حضرت خالدؓ کیا گفتگو کرتے ہیں۔ ہامان ارمنی نے کہا اے خالدؓ! میرا بی چاہتا ہے کہ تم کو بھائی بناؤں۔ حضرت خالدؓ نے کہا بہتر ہے کہو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ہامان ارمنی نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ایسا نہ ہو تو ہم نے اپنے پیغمبرؐ کو بھائی بنا دیا، تمہارا کیا بھائی بناتے۔ پھر حضرت خالدؓ نے

فرمایا، ہا مان تو مسلمان ہو جا ورنہ وہ دن قریب نظر آ رہا ہے کہ تو حضرت عمرؓ کے سامنے اس طرح حاضر کیا جائے گا کہ تیرے گلے میں رسی ہوگی اور ایک شخص تجھ کو گھٹیتا ہوگا۔ اس پر ہا مان آگ ہو گیا غضب ناک ہو کر کہا کہ ان لوگوں کو پکڑو۔ حضرت خالدؓ فوراً کھڑے ہو گئے، ہمراہیوں سے کہا خیر اب ایک دوسرے کو مت دیکھنا، اب ان شاء اللہ حوض کوثر پر ملاقات ہوگی۔ فوراً نیام سے تلوار کھینچ لی، یہ ہیئت دیکھ کر ہا مان ڈر گیا، اور کہا میں تو ہنسی دلگی کرتا تھا۔ تب کہیں حضرت خالدؓ درست ہو کر بیٹھے۔

پچھتا اثر آخرت کو گھر سمجھنے کا یہ ہے کہ اس پر خوف الہی اس قدر غالب ہوگا کہ اس کا دل دنیا سے سرد ہو جائے گا، کیا ایسے شخص سے کوئی برائی ہو سکتی ہے، اسی واسطے دنیا کی مذمت کر کے آپ کا دل دنیا سے سرد کرتے ہیں کہ آپ دنیا کریں مگر دل اترتا ہو، کیوں کہ دنیا میں دل کھپا دینا ہی زہر ہے۔ یہ وہ بلا ہے کہ مرتے وقت یہی غالب ہو جاتی ہے، اللہ اور رسولؐ سے بے تعلق ہونے لگتی ہے، اس لئے آپ کو سکھاتے ہیں کہ آپ کوشش کریں کہ دل دنیا میں لگا ہوا نہ ہو۔ اللہ ہی سے دل لگاؤ۔ ہاتھ سے کام کرنے میں حرج نہیں ہے۔ یا با دنیا کرنا مگر دنیا میں کھپ نہ جانا۔ آئیے میں آپ کو اس کا نمونہ بتلاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ دنیا میں کسی کو اپنی بیوی سے اتنی محبت نہیں ہوگی، یہ تو دنیا کرنا ہے اب آگے دیکھئے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، "فَاذَا الْوُدِّي قَامَ كَأَنَّهَا لَا يَعْرِفُنَا" ترجمہ: (ہم سے آپ ہنستے بیٹھتے) جب اذان ہو جاتی تو اس طرح اٹھ جاتے کہ گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں۔

یہ تھا دنیا کرنا اور دنیا میں نہ کھیننا، بخلاف دنیا میں کھپے ہوئے لوگوں کے کہ وہ جب کسی کام میں لگ گئے تو بس اسی میں لگ گئے، نہ نماز کی فکر ہے نہ روزے کی۔

صاحبو! مولویوں پر یہ بھی اعتراض نہ کرو کہ جب دیکھو وہ آخرت کی اصلاح کی تدبیر بتلاتے ہیں کبھی دنیا کی اصلاح کا طریقہ بھی تو بتلاتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مولویوں سے دس قدم تو خود آگے بڑھے ہوئے ہیں، اب مولوی اور کیا خاک بتلائیں گے

دوسری بات یہ ہے کہ دنیا آنکھوں کے سامنے ہے اس کا کرنا آسان ہے آخرت
 نظروں سے چھپی ہوئی ہے، اس کا طریقہ بتلانا ضروری ہے اس لئے بتلانے میں قطع نظر
 اس کے ایک حکیم صاحب کے پاس کوئی جائے اور وہ نسخہ لکھ دیں، وہ نسخہ لے کر باہر آیا
 وہاں کھڑا تھا ایک چمار، اس نے کہا حکیم صاحب نے کیا بتلایا ہے۔ بیمار نے نسخہ دکھلایا
 تب چمار نے کہا تمہاری جوتی پھٹی ہوئی ہے اس کے متعلق کیا بتلائے۔ بیمار نے کہا کچھ
 نہیں تو چمار نے کہا پھر کیا خاک بتلائے۔ بیمار کہے گا یہودہ حکیم صاحب کو دیکھ اور
 جوتے سینے کی ترکیب بتانے کو دیکھ، تو مولویوں سے دنیا کے اصلاح کی ترکیب پوچھنا
 بھی ایسا ہی ہے جیسے حکیم صاحب سے جوتے سینے کی۔ ہاں حکیم صاحب جوتے سینے سے منع
 کریں تو وہ مجرم ہیں، ایسا ہی اگر مولوی آپ کو دنیا کی اصلاح سے منع کریں تو وہ مجرم
 ہاں اگر کھال میں سے ستالی نکلنے لگے تو حکیم صاحب اس طرح جوتا سلانے سے روکیں گے،
 اور کہیں گے کہ زخم ہو کر سارا جسم بٹ جائے گا۔ اسی طرح آپ دنیا کی اصلاح ایسا کرنے
 لگیں گے کہ جس سے آخرت بگڑنے لگے تو اب مولوی روکیں گے اور کہیں گے کہ بھائی
 آخرت بگاڑ کر دنیا لے کر کیا کرے گا۔ بیایوں سمجھیے کہ ایک شخص جیب میں اشرفیاں
 بھرے اور جیب جگہ خالی رہے تو کوڑیاں بھرنے لگے اور اس کے بوجھ سے جیب پھٹنے
 لگے، کوڑیوں کے ساتھ اشرفیاں بھی گرنے لگیں تو اگر کوئی اس طرح کوڑیاں بھرنے
 سے منع کرے تو وہ خیر خواہ ہی ہوگا۔ ایسا ہی آپ دنیا کی چند کوڑیوں کے واسطے
 دین کو کہ جو اشرفیوں سے زیادہ قیمتی ہیں برباد کریں تو مولوی آپ کو اس سے روکیں گے
 تو وہ بھی خیر خواہ ہی سمجھے جائیں گے، ہاں آپ کوڑیاں اس طرح رکھیں کہ اشرفیوں کو نہ کھیں
 تو وہ آپ کو کوڑیاں رکھنے سے منع نہیں کریں گے، اس پر نظیر آدہ واقعہ ہے کہ حضرت رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم زکھجور کے بھول مادہ کھجور پر رکھنے سے منع کئے حالانکہ اس کا رواج تھا اس
 سال درخت کو بارناقص آیا تو آپ نے فرمایا دنیا کی اصلاح کے متعلق تم جانو تمہارا کام
 جانے۔ ہاں جب دنیا کی ایسی اصلاح کرنے لگو گے کہ جس سے آخرت بگڑے تو اس سے
 روک دیئے جاؤ گے، اب رہا مولویوں پر یہ الزام کہ یہ دنیا سے بے خبر ہوتے ہیں، سچہ کا

کمال یہ ہے کہ وہ بالکل بھولا ہو، اسی طرح مولویوں کو بھی دنیا سے بالکل بے خبر رہنے دو، اگر ان کو دنیا کا کام آجائے تو ان کے ساتھ بھی تو نفس ہے تو وہ بھی دنیا کی اصلاح کرنے لگیں گے تو پھر آخرت کی اصلاح کون بتائے گا۔ ڈرائیور کو درجہ دوم کا ڈبہ سفر کرنے کیلئے لے تو وہ کبھی انجن پر نہ بیٹھے گا۔ آپ کے آرام کے لئے انجن میں بیٹھ کر بدن اور کپڑے سیاہ کریں اور آپ یہ قدر کریں کہ یہ درجہ دوم کے ڈبہ میں کیوں نہیں بیٹھتا۔ یہی مثال مولویوں کی ہے۔ غرض سب خرابیوں کی جڑ دنیا کھانا نہیں ہے بلکہ دنیا کی محبت ہے۔ اس محبت کو دل سے نکالنے کا علاج یہ ہے کہ آخرت کو کثرت سے یاد کرو تھوڑی دیر بیٹھ کر سوچنا کہ وہ ایک دن ہم کو مرنا ہے اور خدا کے سامنے جانا ہے، اے نفس تو دنیا کو چھوڑنے والا ہے، تھوڑی سی زندگی ہے اس نے تجھ کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔ یہ چند روزہ زندگی ہے، دنیا کا عیش و نشاط آخرت کے رنج و عذاب کے مقابلہ میں جس دوام کے قیدی کے لئے رات کا احتلام ہے۔ اے نفس پھر اس پر یہ غور، یہ غفلت آخرتاً بکئے۔ کیا بوڑھا ہو کر پھر جوان ہوتا ہے۔ تجھے آخرت کا کچھ خیال نہیں وہاں کے سامان کی کچھ فکر نہیں، دیکھ اب وقت جاتا ہے ایک دن وہ آتا ہے کہ تو قبر کے گڑھے میں پڑا ہو گا اور تجھ سے سوال ہو گا اگر اچھے جواب دے گا تو ابداً آباد کا چین ہے ورنہ سدا کی تکلیف ہے، کیا تجھ کو اس کی خبر نہیں کہ اگر نبیل علیہ السلام صور منہ میں لے کھڑے ہیں، کان لگائے ہوئے، نگاہ جاسے سوئے ہیں کہ حکم ہوتے ہی صور پھونک دیں اے نفس جب یہ حالت ہے تو پھر تجھ کو کیسے چین آتا ہے، جب صور پھونکا جائے گا تو جو جس حال میں ہو گا وہ اسی حال میں رہے گا، تقریباً ہوا نکل نہ سکے گا۔ کپڑا پہن رہا ہے تو پہن نہ سکے گا۔ پی دریا ہے تو پی نہ سکے گا۔ ادھر تر اتر ہر چیز ٹوٹنے، پھوٹنے لگے گی اور یہیں روکیں گے۔ ہائے ہماری وہ موجیں کہاں ہیں، خدا کا امر آچکا وہ فنا ہو جائیں گے وقت آ گیا فنا ہو جاتے ہیں، زمین چلائے گی کہ ہائے ہائے میری وہ شادابی، وہ سرسبزی کہاں گئی، نہ وہ درخت ہیں نہ وہ نہریں ہیں، فنا کا وقت آ گیا، جو کچھ عالم میں ہے سب نیست و نابود ہو جائے گا۔ ابلیس اب تک رہ گیا تھا وہ بھی تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گا جبے کی

علاج

باقی نہ رہے گا تو ملک الموت کو کہا جائے گا "كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ" (رکوع ۱۹ سورہ آل عمران) ترجمہ: ہر تنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ تم سن چکے ہو اب اپنی جان آپ نکالو اس وقت وہ بھی فرمائیں گے کہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ موت کی ایسی تکلیف ہے سب فنا ہو جائیں گے۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں رہے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ "مَلِكِ الْمَلَكِ الْيَوْمَ مَا دِيكَ" (رکوع ۲۔ سورہ مومن) ترجمہ: آج کس کی بادشاہت ہے۔ وہ کہاں ہیں جو ہمارا خلاف کیا کرتے تھے، دنیا پر مرٹے تھے، اس دن کو بھولے ہوئے تھے پھر خود ہی فرمائے گا "بِاللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ" (رکوع ۱۔ سورہ مومن) ترجمہ: (آج) خدا کی (حکومت ہے) جو اکیلا اور غالب ہے۔

پھر دوسری بار حضور پھونکا جائے گا۔ سب اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے۔ نامہ اعمال دیے جائیں گے، پہلے صراط سے گزرنا ہوگا۔ پھر آگے جنت ہے یا دوزخ۔ اس طرح روزانہ سوچا کریں، اس سے حضرت کے ساتھ تعلق پیدا ہوگا اور دنیا سے دل سرد ہوتا جائے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا پھر دھوکہ نہیں دے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ دنیا ایسی شے ہے تو یہاں سے جانے کی فکر ہونی چاہیے نہ کہ رہنے کی، خصوصاً جب کہ (۱۵) شعبان شبِ بَرَات کو اس سال مرنیوالوں کا نام مرنے والوں کے رجسٹر میں لکھ دیا جاتا ہے، کیا معلوم کہ کس کس کا نام لکھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں تو اور زیادہ فکر ہونی چاہیے۔ یہ رات بڑی عظمت و عورت کی رات ہے۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو اور اس رات کو غروب آفتاب ہی سے آسمان دنیا پر برآمد ہوتا ہے۔ تمام رات آسمان کے اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جنت کے رہنے والے جنت کے کنارہ آ کر مسلمانوں کی عبادت کو دیکھتے ہیں۔ ایسا ہی شہداء کی روحوں میں خوشیاں رہتی ہیں، تمام رات خدائے تعالیٰ کا خطاب ہوتا رہتا ہے کہ کوئی ہے مغفرت مانگنے والا کہ اس کو بخش دوں، کوئی طالبِ رزق ہے کہ اس کو رزق دوں، کوئی مبتلا ہے مصیبت ہے کہ اس کو عافیت دوں، رات ختم نہیں ہوتی کہ بہت سے گنہگاروں کی مغفرت ہو جاتی ہے مگر مشرک، بدعت والا، جماعت سے الگ رہنے والا، ظلم سے محسوس

شبِ
برات

لینے والا، کینہ والا، غیب کی خیریں بتلانے والا، حاکم کو ناجائز طریقے بتلانے والا، باجا
بجانے والا، نزدکھیلنے والا، قاطع رحم، ماں باپ کو ایذا دینے والا، دائمی نشہ باز، سود خوار
چغل خور کہ ان کی مغفرت نہیں ہوتی۔
غرض شعبان کا مہینہ تبرک مہینہ ہے۔

حدیث مرقوع | رمضان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی
فضیلت بندوں پر اور شعبان کی فضیلت دوسرے مہینوں پر ایسی ہے جیسے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے پیغمبروں پر۔

حدیث | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ شعبان میرا مہینہ ہے۔
بھئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شعبان میں پانچ حروف ہیں، ہر حرف کے
بدلہ مسلمان کو ایک ایک چیز عطا ہوئی ہے۔ شین سے شرف و شفاعت، عین سے
عزت و کرامت، اور ب سے بزدلی، الف سے الفت (محبت) اور نون سے نور۔

حکایت | ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب میرے دوست ابو حفص کبیر کا انتقال ہوا تو آٹھ
مہینے کے بعد خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ابو حفص کا چہرہ متغیر ہو گیا ہے اور رنگ
زرد ہے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا میں نے کہا سبحان اللہ میں سلام کرتا
ہوں اور آپ جواب نہیں دیتے۔ فرمائے کہ سلام کا جواب دینا بھی عبادت ہے اور ہم کو عبادت
کی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا کہ آپ تو بہت خوبصورت تھے، چہرہ کا رنگ ایسا کیوں ہو گیا
ہے، انہوں نے کہا کہ جب مجھ کو قبر میں رکھے تو ایک فرشتہ میرے سر ہانے آکر کھڑا ہوا اور کہا
”اوپر سے بڑھے!“ اور میرے سارے گناہ گننے لگا اور گزرتا جاتا تھا اور تمام بدن میں آگ
بھڑک گئی۔ پھر قبر نے مجھ سے کہا کہ تجھے خدا سے شرم نہیں آئی، یہ کہہ کر قبر نے ایسا دیا یا کھلیا
اور صبح کی آدھری چور چور ہو گئیں، شعبان کی پہلی رات تک میں اسی عذاب میں تھا شعبان
کی پہلی تاریخ کو ایک آواز آئی کہ فرشتو! اس سے عذاب اٹھا لو، اس نے تمام عمر شعبان
کی راتیں جاگ کر گزاری ہیں اور اکثر روزہ رکھا ہے، اس لئے شعبان کی برکت سے
اس سے عذاب دور کر دو، اور اس کو جنت اور رحمت کی خوشخبری سناؤ۔ شعبان کی

برکت سے اب میں آرام میں ہوں۔

صاحبو! یہ ادنیٰ افضیلت ہے شعبان کی، پھر اس شعبان میں ایک رات ہے جسکو شبِ برات کہتے ہیں وہ پندرہویں شب ہے، جس کی شان میں کی قرآن کی یہ آیت اتری ہے "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ" (پہ۔ رکوع۔ سورہ دخان) ترجمہ: ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے) ایک برکت والی رات میں اتارا ہے۔

شبِ برات کا نام اللہ تعالیٰ نے مبارک رات رکھا ہے اور اس رات قرآن اتارا ہم نے، ایسا ہی شبِ قدر کے لئے فرمایا کہ ہم نے قرآن اتارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ شبِ برات میں قرآن اتارنے کی تجویز ہوئی اور شبِ قدر میں آسمان

اول پر اتارا، پھر ۲۳ سال تک تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا میں اترتا رہا، یہ مبارک رات شعبان

کی پندرہ کو آتی ہے، ہر رات اللہ تعالیٰ پچھلی رات کو آسمانِ دنیا پر برآمد ہوتا ہے اور

شبِ برات میں غروبِ شمس سے ہی آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ برآمد ہوتا ہے تمام ملائکہ

خطیرہ قدس میں جمع ہو جاتے ہیں، اس رات خدا کے تعالیٰ کی غاص تجلی ہوتی ہے جو اور راتوں

میں نہیں ہوتی۔ فرشتہ رحمت بچھایا جاتا ہے، اس رات خدا کے یاد کرنے والوں پر وصال

و قرب کے پھول پھلاور کئے جاتے ہیں، آسمان کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں، جنتِ عدن

اور فردوس کو آراستہ کر کے ان کے دروازہ کھول دیتے ہیں۔ جنت کے رہنے والے جیسے جو وغیرہ

جنت کے کنارے آجاتے ہیں تاکہ خدا کی یاد کرنے والوں کا تماشا دیکھیں، انبیاء اور شہداء

کی روئیں، اعلیٰ علیین میں خوش خوش رہتے ہیں، یعنی عالمِ ناسوت میں ہونے والے معاملات

عالمِ ملکوت میں فرشتوں پر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کامرنا، کسی کا پیدا ہونا، امیر ہونا،

فقیر ہونا، بیمار و تندرست ہونا، قحط و ارزانی کا ہونا، سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل

غرض سال بھر کی برآورد مرتب ہو کر عمل کرنے کے لئے دے دی جاتی ہے، دعا کر نیوالوں

کی دعا قبول ہوتی ہے، مانگنے والوں کو جو کچھ وہ مانگیں دے دیا جاتا ہے۔ کوشش کر نیوالوں

کی مدد کی جاتی ہے یعنی کوشش کا صلہ دیا جاتا ہے، اطاعت کرنے والوں کو اطاعت کا

بدلہ دیا جاتا ہے، گناہ کرنے والوں کے گناہ کی سزا میں کمی کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے

محبت رکھنے والوں کو کراست عطا ہوتی ہے

پھر خدائے تعالیٰ تمام رات ارشاد فرماتا ہے کہ کون مبتلائے مصیبت ہے کہ اسکو عافیت دوں، کون مغفرت مانگنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کر دوں، کون رزق مانگنے والا ہے کہ اسکو رزق دوں۔

لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا کی اطاعت سے رزق کم ملتا ہے، خدا کی اطاعت سے اور طلب مغفرت سے رزق میں برکت ہوتی ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ انسانی طبیعت کا بھی یہی کیا جاتا ہے، اگر نہ بھی مانگیں تب بھی دیتا بلکہ اگر تم یہ کہو کہ الہی روٹی مست دو، تب بھی یہ دعا قبول نہیں ہوتی۔ وہ جو کچھ قسمت میں ہے وہ پہنچ کر رہتا ہے، اگر قسمت میں جو کچھ ہے نہیں گے تو جبر سے دیا جائیگا۔ صاحبو! اب رمضان المبارک کے بارے میں سنئے:

صاحبو! ماہ رمضان آگے یہ وہ مہینہ ہے جو آپ کو فرشتہ جیسا بنانے والا ہے اس میں مسلمانوں کی روزی زیادہ ہو جاتی ہے، جو کچھ کھائے اس کا حساب نہیں، کھانا پینا سب طاعت، چھٹی عبادت پر بڑا ثواب، فرشتے دعاء مغفرت کر رہے ہیں، شیاطین بند ہو گئے ہیں، رحمت کا دریا بہ رہا ہے، جنت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ روزخ کے دروازے بند ہیں، ہر روز گرد و غبار کی مغفرت ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ خوش اور راضی ہے۔

صاحبو! اس مہینہ کی قدر کرو، ناراضی ہو کر مصائب بھیجا تھا، اب تمہارے تمللانے سے مصائب دفع کیا ہے، جلد توبہ کر کے نماز، روزہ، تراویح سے خدائے تعالیٰ کو خوش کرو، اس مہینہ کی عزت کرنے سے خدائے تعالیٰ راضی اور عزت نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہے۔

ایک پارسی تھے اپنے بیٹے کو دیکھ کر رمضان کے مہینہ میں بازار میں کھانا جا رہا ہے، جیسے پان وغیرہ تو اپنے بیٹے کو مارے اور کہے کہ نالایق! مسلمانوں کے

رمضان کی عزت نہیں کرتا، کسی نے پارسی کو اس کے مرنے کے بعد دیکھا کہ جنت میں تخت پر بیٹھا ہے، پوچھا کہ جنت میں کیسے پہنچے وہ کہے کہ جب میرا وقت قریب آیا، حکم ہوا کہ فرشتو! اس کو کفر پرست رہنے دو، اس سے کہو کہ تو نے رمضان کی عزت کی ہے اس لئے

ہم کہتے ہیں کہ تو ہماری خاطر مسلمان ہو جا۔ میں مسلمان ہونے کے بعد سکران شروع ہوئی

رمضان
مبارک

رمضان کے
احترام سے
ایمان مہلا

صاحبو! اب ذرا دوسرے پہلو کو دیکھیے :-

حکایت ایک شخص کو آگ کے گرزوں سے مارتے ہوئے میدان قیامت میں لائیں گے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ دوڑ کر آئے گا اور حضرت سے چمٹ جائے گا۔ آپ پوچھیں گے کہ اس کا کیا قصور ہے۔ عرض کیا جائے گا کہ اس نے رمضان کا ہینہ پایا مگر اس کی عزت نہیں کیا، گناہوں میں رہا۔ حضرت شفاعت کرنا چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کس کی شفاعت کر رہے ہیں اے اللہ کے رسول! رمضان اس کا دشمن ہے۔ آپ فرمائیں گے رمضان جس کا دشمن ہے میں بھی اس کا دشمن ہوں اور اپنے پاس سے ہٹا دیں گے۔

مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے :-

حکایت ایک روز حضرت علیؑ ایک قبرستان میں سے گزرے، آپ نے ایک قبر کو ملاحظہ فرمایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں جو مردہ ہے اس پر عذاب ہو رہا ہے، وہ حضرت علیؑ کو دیکھ کر چلانے لگا کہ حضرت میں جل گیا، آگ میں ڈوب گیا۔ حضرت علیؑ رونے لگے، عرض کئے **اَعْظِرْ يَا عَفَّارُ** (ترجمہ: اے گناہوں کے معاف کرنے والے اس کے گناہ معاف کر دے) حکم ہوا آپ اس کی شفاعت مت کرو یا علیؑ یہ رمضان کی عزت نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ سجدہ میں سر رکھ کر عرض کئے الہی! اس مردہ کے سامنے مجھے شرمندہ مت کر۔ حکم ہوا یا علیؑ آپ کی آزر دگی کا خیال ہے، جائیے ہم نے اس کو بخش دیا۔

صاحبو! اگر موسم گرما میں رمضان آئیں تب بھی روزہ رکھنا چاہیے۔

میں اس کو ایک نئے انداز سے ترغیب دلاتا ہوں سنیے، صاحبو! آخرت کے احدی خدا کے احکام کو مصیبت سمجھنے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے، ان کو سچے مسلمان نہیں سمجھا جاتا تھا۔ کبھی احدیوں کی صحبت میں رہ کر انسان احدی ہو جاتا ہے بعض پکے روزہ دار ہوتے ہیں، مگر بے روزہ داروں کی صحبت میں رہ کر روزہ کھودیتے ہیں مگر جو سچے مسلمان ہوتے ہیں اگر صحبت نے ان کا ستیا ناس کیا تو

فوراً چونکتے ہیں، غفلت دور ہو جاتی ہے، نادام ہو کر خدا اور رسول کی تابعداری کرتے اور روزہ و تراویح شروع کر دیتے ہیں۔ جب غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو ستر ہزار جاں نثار ساتھ ہو گئے لیکن جو نام کے مسلمان تھے، حیلہ و غدر کر کے رہ گئے بعض سچے مسلمان بھی ان کی صحبت کی وجہ سے رہ گئے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جاسکے، ان میں سے ایک ابو خنیتمہؓ ہیں، حضرت تشریف لے گئے اور یہ گھر میں رہ گئے، انکی دو نہایت خوبصورت بیویاں تھیں، ایک روز ابو خنیتمہ گھر میں آئے، اس روز گرمی بہت تھی اور دھوپ سخت تھی انکی دو توں بیویاں انکے باغ میں تھیں یہ وہاں گئے کیا دیکھتے ہیں کہ سر سبز ٹھنڈی جگہ ہے، کوزوں میں ٹھنڈا پانی تیار ہے، مزیدار کھانا پکا ہوا رکھا ہے، خوب صورت بیویاں سامنے ہیں، یہ سماں دیکھتے ہی بے اختیار ہو کر رونے لگے اور خود سے کہنے لگے، ابو خنیتمہؓ تو سایہ میں ہو، ٹھنڈی جگہ ہو، ٹھنڈا پانی، مزیدار کھانا کھائے اور خوب صورت عورتوں کے ساتھ لطف اٹھائے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگل میں ہیں، دھوپ سخت ہے، ہوا گرم ہے، لو چل رہی ہے، نہ کھانا برابر ہے نہ پانی۔ کیا یہی انصاف ہے، کیا اسی کا نام محبت ہے۔ کیا خدا کی قسم اس باغ میں قدم نہ رکھوں گا، نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا۔ نہ عورتوں سے باتیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر نہ ملوں۔ تلوار، بھالائے اور سوار ہو کر چلے۔

محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ابو خنیتمہؓ

صاحبو! معلوم ہے کہاں جا رہے ہیں، معمولی سفر نہیں ہے۔ اچی سرگٹا نے جا رہے ہیں۔ رسول اللہ کی محبت کا متوالا، اور تو اور بیویاں بارت کرنا چاہتے ہیں، بات بھی نہیں کرتے۔ حضرت سے جا کر مل جاتے ہیں، جیسے بچہ اپنی ماں سے دکھ، درد کہتا ہے۔ حضرت سے سارا واقعہ سنا رہے ہیں، حضرت ان کو دعائے خیر دے رہے ہیں۔ بخلاف نام کے مسلمانوں کے کہ وہ حیلہ کر کے حضور کے ساتھ نہ گئے۔ پھر ظالم دل میں خوش ہیں کہ سفر کی مشقت سے اور ایک زبردست سلطنت کی جنگ سے بچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی دھوپ میں، آؤ میں، پہاڑوں اور میدانوں میں حیران و پریشان، پیاسے ہونٹ، منہ سوکھا ہوا ہے اور ہم باغوں کی ٹھنڈک، مکاؤں کے سایہ

میں اپنے اہل و عیال، دوست و احباب کے ساتھ لطف اٹھا رہے ہیں، یہ سنیں نہیں کہ باتیں کرتے تھے اور خود کو بڑا ہوشیار سمجھتے تھے، اپنی چال چل جانے پر بڑے خوش تھے اسی حالت کو ارشاد فرماتا ہے "قِرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِ رَسُولِ اللَّهِ" (پنا۔ رکوع ۱) سورہ توبہ (ترجمہ۔ جو لوگ (غزوہ تبوک میں) پیچھے رہ گئے وہ پیغمبر خدا (کی مرضی) کے خلاف بیٹھے رہنے سے خوش ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جانے کی وجہ سے خوشیاں منا رہے ہیں "وَ كِرَهُوا أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ" (پنا۔ رکوع ۱) سورہ توبہ (ترجمہ۔ اور اس بات کو ناپسند کیا کہ خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کریں۔

خدا کے راستہ میں جان و مال صرف کرنے کو برا سمجھ رہے ہیں "وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَدِّ" (پنا۔ رکوع ۱) سورہ توبہ (ترجمہ۔ اور (اوروں سے بھی) کہنے لگے کہ گرمی میں مت نکلتا۔

آپس میں کہتے ہیں کہ اس لو اور دھوپ میں سفر نہ کرو، اور کہتے ہیں کہ یہ گرمی کا موسم، ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں حکم سوا کہ آپ ان سے کہہ دیجئے "وَقَارِ يَحْتَمِلُ أَشَدَّ حَرًّا" (ترجمہ ان سے کہہ دو کہ) دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔

دوزخ کی آگ، معلوم ہے کیسی آگ ہے۔ جب آدم علیہ السلام دنیا میں آمارے گئے تو ان کے واسطے کھانا پکانے کے لئے دوزخ کی چنگاری شتر بار پانی سے دھو کر لائی گئی، جب شتر بار پانی سے دھوئی ہوئی یہ آگ ہے تو سمجھو کہ وہ اصلی آگ کیسی ہوگی۔ یہ دنیا کی آگ اللہ سے دعا مانگتی ہے کہ پھر اسے دوزخ کی آگ میں نہ ڈالا جائے۔ جب یہاں گرمی کی برداشت نہیں، گھر سے باہر نکل نہیں سکتے تو کل دوزخ کی آگ کیسے برداشت کرو گے؟ "لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ" کاش یہ (اس بات کو) سمجھتے۔

کچھ تو سمجھو، ایسا ہی آخرت کے اعدی اس خوف سے روزہ چھوڑ رہے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ ان

سے بھی کہئے "فَارْجَمْتُمْ اَشَدَّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ"۔

جب یہاں کے گرمی کی برداشت نہیں، روزہ رکھا نہیں جاتا تو کل روزخ کی آگ کی بھوک پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کرو گے کچھ تو سمجھو، ایسا ہی جمعہ، نماز جماعت، اور کوئی احکام الہی، دھوپ اور جاڑے کے عذر سے ٹل نہیں سکتے۔ ہاں روزخ کی آگ ٹل سکتی ہے، اسی خدا کے احکام کی پابندی سے، خدا کے فرماں برداروں کو روزخ کی آگ کچھ نہیں کر سکتی۔ رمضان کے روزہ دارو! آج پیاس کی وجہ سے دل میں آگ لگ رہی ہے کل جب قیامت میں جہنم پر سے گذرو گے تو جہنم چلائے گی کہ اے مسلمان! روزہ دار! مجھ پر سے جلد گذر جا، تیرا ایمان کا نور اور تیرے اس پیاس کی آگ، میری آگ بھڑائی ہے۔ آدم علیہ السلام اس آگ کی کیفیت سن کر رونے لگے کہ میری اولاد اس آگ کی تکلیف کیسے برداشت کرے گی۔ حکم ہوا آدم! تمہاری اولاد جو ہماری فرماں بردار ہوگی، روزخ کی آگ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گی۔ خدا کے نافرمانو! خدا کی نافرمانی کر کے ہنس ہنس کر باتیں بنا رہے ہو۔ قَلِيلًا مِّنْكُمْ اُولٰٓئِكَ يَفْعَلُوْنَ

ترجمہ: یہ دنیا میں (تھوڑا سا ہنس لیں اور (آخرت میں) ان کو ان اعمال کے بدلے جو وہ کر رہے ہیں بہت سارا دونا ہوگا۔

تھوڑا ہنسو، کئے کا بدلہ پانے کے لئے بہت روز ہے۔

روزخی اس قدر روئیں گے کہ ان کے رخساروں پر نہروں کی طرح آنسو بہیں گے۔

جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون بہے گا۔

دنیا کا بھی تو محاورہ ہے کہا کرتے ہیں اللہ خیر کرے آج بہت منے ہیں۔

حکایت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ایک نوجوان کو دیکھے کہ وہ ہنس رہا ہے

آپ نے فرمایا: بچہ کیا توپل صراط پر سے گذر چکا ہے، کہا نہیں۔ پھر فرمایا

کیا تجھے معلوم ہے کہ جنت میں جائے گا یا روزخ میں، اس نے کہا نہیں، تو فرمائے پھر یہ

کیسی مفسی ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں جنت میں رونا تعجب کی بات ہے، ایسا ہی دنیا میں سنسنا تعجب کی بات ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کو ہنستا ہوا دیکھتے تو فرماتے لوگو! تم سنسنتے ہو، اور ذرخ تمہارے پیچھے موجود ہے، جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو تھوڑا ہنستے اور بہت روتے، کھانا پینا چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل جاتے۔

صاحبو! دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ چڑھتے، اترتے ہیں، اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے۔ چلو بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔ کیا تم نے سوچا کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر و اذان کیوں نہیں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ جنازہ کی نماز کی اذان اور تکبیر پیدا ہوتے ہی بچہ کے کان میں دی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتلا نا ہے کہ اذان و تکبیر سوچا ہی صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو۔ موت کو مت بھولو، ہائے یہ سماں سامنے ہے پھر کیسے سنسی آئے۔ ہائے ابھی چلتے پھرتے سنسنتے کھیلتے تھے، موت آتے ہی نہ جان ہے نہ کان، نہ آنکھ، نہ ناک۔ ہائے وہ حسن کہاں گیا، وہ چلنا پھرنا کیا ہوا۔ مٹی کا پتلا پڑا ہوا ہے، کپڑے میں لپیٹ دیا گیا ہے، مٹی میں دفن کر دیا گیا ہے۔ ہائے کیسے کیسے نوجوان حسین اور کیسے کیسے با اقبال، ذی اقتدار، کیسے کیسے بادشاہ ہفت اقلیم، کیسے عیش و آرام اٹھانے والے، ہزاروں من مٹی کے نیچے دبے پڑے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم

تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیئے

ایسا وہ سامان عیش ہی ان کے پاس ہے نہ وہ مال و زر ہی ہے، جب آخر کار ایک رونہ یہ ہونا ہے تو پھر سنسی کا کیا موقع ہے، پھر چار دن نہیں گذرتے کہ بدبودار بن جاتے ہیں۔ اعضاء الگ الگ ہو گئے ہیں، کپڑے جسم کو کھا رہے ہیں، ہائے ابھی کیا تھا، ابھی کپڑوں کے پیٹ میں ہیں۔ انسان تو انسان جاؤر بھی بدبو سے گھنا رہے ہیں۔ پھر آگے چل کر مٹی کا ڈھیر ہو گئے ہیں۔ بس مٹی سے مکان بن رہے ہیں، موجود تھے مفقود ہو گئے۔ گو یاد دنیا میں آئے ہی نہیں۔ اگر اتنا ہی ہوتا تب بھی روتے رہنے کے لئے کافی تھا، مگر ایسا نہیں ہے۔

موت کی یاد

بلکہ قبروں سے اٹھا کر کھڑا کرتے ہیں۔ زمین تئی، آسمان نیا، سورج سر پر ہے۔ جنت آراستہ ہو کر تڑسا رہی ہے، دوزخ گرج کر ڈرا رہی ہے، فدا کے تعالیٰ حاکم ہے، فیصلے ہو رہے ہیں۔ نامہ اعمال دیے جا رہے ہیں، جو کچھ کیا سب اس میں پار رہا ہے۔ دوزخ کا ایک قطرہ ایسا ہے کہ جو تمام دنیا کو بدبودار کر دے۔ گنہگار اگر صرف دوزخ کو دیکھ لے تو مارے وحشت کے دم نکل جائے، یہ ہونے والا ہے پھر کا ہے کی ہنسی ہے ۵

گہ رشک برد فرشتہ بر پاکیٰ ما

ترجمہ: میری پاکی پر کبھی کبھی فرشتہ بھی رشک کرتے ہیں

گخندہ زند دیو ز ناپاکیٰ ما

ترجمہ: (کبھی میں ایسا ناپاک ہو جاتا ہوں کہ) دیو بھی میری ناپاکی پر منستے ہیں۔

ایمان چو سلامت بلب گور بریم

ترجمہ: جب قبر میں سلامتی کے ساتھ ایمان لے جاؤں گا۔

تحقیق شود پاکی و ناپاکیٰ ما

ترجمہ: میرے پاک ہونے یا ناپاک ہونے کی تحقیق ہو جائے گی۔

صاحبو! ابھی کیا خبر کہ مرتے وقت ہم کس حال میں ہوں گے۔ ابھی تو کشتی منجورھا

میں ہے۔ دوستو! اگر ہمیشہ یہ فکر اور ڈر رہے کہ اللہ جانتا ہے تو پھر اس کے بعد

کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ نیکیاں بھی کرتے رہو۔ مثلاً نماز،

روزہ وغیرہ۔

اس لئے صاحبو! میں اب آپ سے روزہ کے دنیوی اور آخری فوائد عرض

کرتا ہوں سنتے :-

روزہ کے دنیوی اور آخری فوائد

میرے روزہ دار دوستو! میں آج کچھ اور دیکھ رہا ہوں، آپ کے چہروں کے رنگ

فق ہو رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ تو راہی چہروں پر برس رہا ہے، بھوک

اور پیاس کی تکلیف برداشت کر رہے ہو۔ بھوک کی وجہ سے پیٹ، پیچھڑ سے ملا جاتا ہے پیاس کے مارے ہونٹ اور منہ خشک ہو رہے ہیں۔ مگر ماشاء اللہ آپکی ہمتوں میں بال برابر فرق نہیں آیا ہے اور آپ کے استقلال میں ذرا بھی کمی نہیں ہوئی اور ہر دم آپ کی نظر شام کی طرف ہے کہ کب آفتاب ڈوے اور کب ہم کھڑے ہوئے راز و نیاز کریں، کچھ دل کی سائیں اور خود مزہ دار باتیں سنیں۔ ادھر شام ہوئی دن بھر کے بھوکے پیاسے کچھ کھائے کچھ نہ کھائے کس شوق سے درمحبوب پر دوڑتے آتے ہو۔

صاحبو! آپ نے سوچا کہ آخر یہ ہے کیا؟ آپ کے دلوں میں کیا دھن بندھی ہوئی ہے کس کے کا دن آپ یوں کھانا، پانی، نیند اور آرام سب چھوڑ بیٹھے ہو، اس کے سوا کچھ اور جواب نہیں اور آپ بھی یہی کہیں گے کہ جب سے ہمارے محبوب نے فرمایا ہے "يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ" (پ۔ رکوع۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: (خدا ایسے لوگ پیدا کر دیگا) کہ جن کو وہ دوست رکھے اور جسے وہ دوست رکھیں۔

اللہ کو ان سے محبت ہے اور ان کو اللہ سے۔

اللَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (پ۔ رکوع۔ سورہ بقرہ) ترجمہ: جو لوگ ایمان والے

ہیں وہ تو خدا ہی کے سب سے زیادہ دوست دار ہیں۔

مسلمان سب سے بڑھ کر اللہ سے محبت رکھتے ہیں، اس محبت بھرے خطاب کے مزہ

میں کچھ ایسے بے سدھ ہیں کہ نہ بھوک اور پیاس ستاتی ہے اور نہ نیند۔ جب یہ خیال آتا ہے کہ

سیدان قیامت میں ہر ایک کو یوں پکارا ہوگی۔ اے امت موسیٰ۔ اے امت عیسیٰ۔ اور ہم کو

پکارا جائے گا اے خدا کے چاہنے والو! چلو اپنے محبوب کے پاس چلو، تو یہ دھن لگی ہوئی ہے،

کہ کسی طرح چاہنے والوں میں ہو جائیں، اور ہم سے کیا ہو سکتا ہے جو خدا کی شان کے لائق

کچھ کریں۔ صاحبو! حکم کی تعمیل کرو، چاہنے والوں میں ہو جاتے ہو۔ جب کہا جائے بھوکے

رہو، بھوکے رہے۔ اگر کہا جائے پیاسے رہو، پیاسے رہو اس طرح بنو تو خدا کے چاہنے

والوں میں ہو جاتے ہو۔ اس لئے ہم اس طرح عبادت کرتے ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پیارے کے جیسے بنو تو پیارے بن جاتے ہو۔ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کا بھوکا رہنا اور جاگنا یاد ہے، اس لئے بھوکے رہتے اور جاگتے ہیں تاکہ خدا کے پیارے اور چاہنے والے بنیں۔

حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پیٹ بھر نہ کھائے (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) آپ کے بھوکے رہنے سے مجھے

آپ پر ترس آتا تھا (میں) آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیرتی تھی اور کہتی تھی کہ میں آپ پر قربان دنیا سے اتنا تو لیجئے کہ بھوکے نہ رہیں۔ آپ فرمائے مجھ سے پہلے کے اولوالعزم پیغمبر دنیا سے بھوکے تشریف لے گئے بڑی بڑی اذیتیں اٹھائے۔ اس لئے مجھے ڈر ہے کہ میں نعمت میں رہوں اور پیٹ بھر کھاؤں تو پیچھے رہوں گا۔ چند روز صبر کرتا ہوں تاکہ آخرت میں پورا حصہ پاؤں۔

صاحبو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاگنے کی یہ حالت ہے کہ شروع رات سوتے اور ایک بجے سے جاگتے اور قبل فجر سو کر نماز فجر کے لئے جاتے اور اکثر ایسا ہوتا، اور کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک گھنٹہ سوتے پھر اٹھ کر مشک سے وضوء کر کے دو رکعت ایک گھنٹہ میں پڑھتے پھر سو جاتے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اٹھ کر وضوء کر کے نماز پڑھتے، پھر سوتے اسی طرح تمام رات گزر جاتی۔ ہائے قلب مبارک میں کیا بات ہوتی تھی کہ سونے نہ دیتی تھی۔ اٹھا اٹھا کر بٹھاتی تھی۔

صاحبو! یہ سب سچ ہے جب آپ روزہ رہتے ہیں، پیاس ستاتی ہے۔ بھوک ناتوان بناتی ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں مگر کبھی پیٹ پر پتھر باندھنے کی نوبت نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیٹ پر پتھر باندھتے تھے۔ صاحبو! بے شک آپ کو نیند برابر نہیں ملتی لیکن میرے دوستو! آپ کے پاؤں تو نہیں سو جتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رات کے وقت کھڑے کھڑے قدم مبارک سوچو جاتے تھے مگر ایک بار حضرت تو آپ کو یاد آجائیں گے۔ حضرت کا بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھنا اور راتوں کو جاگنے سے پاؤں سو جھنا یاد آ کر آپ کو مزہ دے جائے گا۔ غرض نیند نہ ملے گی اور بہت ساری تکلیفیں ہوں گی اور ہونا ہی چاہیے ہے۔

در رہ منزلِ یسلی کہ خطر ہا ست بجان

ترجمہ :- یسلی کے راستہ میں بہت سے خطرہ ہیں۔

آپ کا بھوکا پیاسا رہنا، وہ صورت پر مردہ، اس آتری ہوئی صورت پر وہ نور برتا ہوا، نیند پوری نہ ملنے سے آنکھوں میں نیند بھری ہوئی کہ دیکھنے والے

دیوانہ کہیں۔ دیوانہ کہنا یہی عشق کی پہلی منزل ہے۔

در رہ منزلِ یسلی کہ خطر ہا ست بجان

شرط اول قدم آنت کہ مجنوں باشی

ترجمہ :- ان خطروں کو برداشت کرنے کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ مجنوں بن جا۔

اب اس کو بھی ذرا سوچئے کہ آپ پر روزہ، نماز اور تراویح کیوں مقرر کی گئی

ہے۔ دنیا کے محبوب خواہ مخواہ کی فرمائش کرتے ہیں جس میں عاشق کا کچھ فائدہ نہیں

ہوتا بلکہ محبوب ہی کا فائدہ ہوتا ہے لیکن یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ

کا کچھ فائدہ نہیں ہے، آپ ہی کے سینکڑوں فائدے ہیں، یا روزہ اور تراویح، کوئی

سخت حاکم کا حکم ہے کہ اپنی حکومت دکھانے کے لئے بے فائدہ حکم دیدیا ہے کہ اتنے

دلوں تک بھوکے پیاسے رہو، راتوں کو جاگنا یا اس ہینہ میں خدا کے خزانے میں کمی ہو جاتی

ہے کہ روزہ کے بہانہ سے اپنا عیب چھپایا جاتا ہے اور ایک روزی کی تخفیف کر دیتا ہے

یہ بھی نہیں بلکہ رمضان میں مسلمان کی روزی بڑھ جاتی ہے۔

عرض روزہ اور تراویح سے خدا کا کچھ فائدہ نہیں بلکہ سینکڑوں فائدے آپ کو

پہنچانا چاہتے ہیں۔ مولانا مفتوی میں فرماتے ہیں :-

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است

ترجمہ :- سقو رسولی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

قصد من از خلق احسان بودہ است

ترجمہ :- میرا ارادہ مخلوق پر احسان کرنے کا ہے۔

من نکر دم امرتا سودے کنم

ترجمہ: میں حکم اس واسطے نہیں کیا ہوں کہ کوئی سختی کروں
بلکہ تا برہنہ گان وجود سے کہم
ترجمہ: بلکہ میں تو اپنے بندوں پر احسان کرنا چاہتا ہوں
من نکر دم پاک از تسبیح شان
ترجمہ: میں خود پاک ہوں انکے اعمال کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا ہوں
پاک ہم ایساں شوندد و درفتاں
ترجمہ: اپنے اعمال سے یہ لوگ پاک ہوتے ہیں

صاحبو! روزہ میں صرف آخرت کا ہی فائدہ نہیں ہے بلکہ دنیا کا بھی فائدہ ہے

حدیث قدسی | بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جو بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے تو میں اس کے جسم کو تندرست

کرتا ہوں۔

حدیث سننے کے بعد تو اور کسی کا قول سنانے کی ضرورت نہیں، مگر آج کل
زمانہ کارنگ کچھ ایسا بگڑا ہے کہ بغیر یورپ کی تحقیق کے تسکین نہیں ہوتی، وہ بھی سن لیجئے
شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر مسٹر کارسن تین دن تک مسلسل تجربہ کرنے
کے بعد ثابت کیا ہے کہ قیام شباب اور اعادہ شباب کے لئے روزہ رکھنے سے زیادہ
کوئی چیز مفید نہیں۔

پروفیسر مذکورہ سب سے پہلے پندرہ دن کا مسلسل فاقہ تجویز کرتا ہے اس کا خیال
ہے کہ اس کے بعد جب انسان کھانا شروع کرتا ہے تو معدہ سے زیادہ لعاب پیدا ہوتا
ہے اور تمام اعصاب و عضلات زیادہ قوت سے کام کرنے لگتے ہیں، انہوں نے خود
پر اس کا تجربہ کیا ہے اور متعدد طویل فاقوں کے بعد وہ خود کو بہت زیادہ قوی حسیت
و چالاکی اور جوانی سے زیادہ قریب پاتے ہیں، گاندھی جی نے کہا تھا کہ برت (روزہ)
سے پاکیزگی پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور روح کو تقویت پہنچتی ہے، جو اس پر انسان قابو
حاصل کر لیتا ہے، اس بیان پر بڑے بڑے ملحدین کی گردنیں جھک گئیں، اور ان کو تسلیم

کرنا پڑا کہ بے شک برت ایک زبردست روحانی حربہ ہے۔
لیکن آج سے تیرہ صدی پیشتر جب کہ دنیا ہر قسم کے تجربات سے خالی اللہ ہی
ایک امی پیغمبر اٹھتے ہیں اور وہ مسلمانوں کے لئے روزہ کا روحانی نسخہ تجویز فرماتے ہیں
دنیا اس کو تو ہم پرستی سے تعبیر کرتی ہے مگر مسلسل تجربوں اور عقل و دانش کے فیصلوں
نے آج دنیا کو اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور کر دیا کہ روزہ انسان کی ذہنی روحانی
اخلاقی اور خیالی ترقیوں کا واحد ذریعہ ہے اور بغیر اس کے حقیقی تقویٰ تک رسائی
ناممکن ہے۔

مسلمانو! رمضان المبارک کا مہینہ آگیا۔ رحمت باری کے نزول کا وقت
آپہونچا۔ انابت، الی اللہ، خشوع، خضوع، نرمی اور گدازی کا زمانہ سر پر آکھڑا
ہوا، لیکن تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے۔

صاحبو! جب تک تم آگ میں کودنا پسند نہ کرو گے تمہاری کٹافیتیں دور نہیں
ہو سکتیں، اور تم خالص سونا نہیں بن سکتے۔ روزہ ایک بھٹی ہے جو طیب کو خبیث سے
اور کھرے کو کھوٹے سے جدا کر دیتی ہے۔ مسلمان کے لئے یہ ایک معمولی آزمائش ہے۔
اس میں بھی ثابت قدم نہ رہنا، روحانی تسفل کا آخری مقام ہے۔

ایک حکمت روزہ کی حدیث پاک میں یوں بیان فرمائی گئی ہے کہ "مَنْ جَاعَ
بَطْنُهُ عَظُمَتْ فِكْرَتُهُ وَ قَطَنَ قَلْبُهُ وَ رَقَّتْهُ" ترجمہ: جو اپنے پیٹ
کو بھوکا رکھتا ہے، اس کا مادہ غور و فکر بڑھ جاتا ہے۔ طبیعت میں رسائی، قلب میں لینت
اور نرمی پیدا ہو جاتی ہے۔

اگر معذہ کی اس طرح روک تھام نہ ہو تو کثرتِ خواب و خور، سببِ شفاوت
قلبی و کورباطنی کا ہو جاتا ہے۔

آمریکہ کے ڈاکٹروں کی تحقیق میں ثابت ہوا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن کا روزہ جسم
میں مستعدی اور عقل میں جولانی پیدا کرتا ہے، اس کے ثبوت میں بڑے وثوق سے یہ
بیان کیا گیا ہے کہ نسکا گوینورسٹی کے طلباء نے سالانہ امتحان میں جانے سے پہلے ایک

دن فاقہ کر لیا تھا۔ نتیجہ امتحان پچھلے سالوں سے بہت بہتر رہا۔ ڈاکٹروں، سائنسدانوں کی تحقیق، کروڑوں دلیل کی سرگردانی کے بعد وہاں آکر قائم ہوتی ہے جہاں ایمان بالغیب رکھنے والے بدویوں کا ناقہ پہلے ہی دن سے خیمہ لگائے بیٹھا ہے۔ کاش امریکہ کے ڈاکٹر وضوء نماز اور رمضان کی طرف بھی توجہ فرمائیں۔ شاید کہ ایمان بالغیب کے منکر مسلمان اس راہ سے مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔

پہلا فائدہ روزہ کا ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ماہین دو رمضان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ عدالت میں اگر مقدمہ خارج بھی کر دیا جائے تو مثل پھاڑتے نہیں داخل دفتر کرتے ہیں، اس پر لوگ کس قدر خوش ہو جاتے ہیں۔

صاحبو! خدا کی عدالت میں مقدمہ بھی خارج، مثل بھی خارج، نامہ اعمال ہی کو دھو ڈالتے ہیں تاکہ فرشتوں کو اعتراض کا موقع ہی نہ رہے۔ صاحبو! کیا رعایت ہے، اس کا کچھ ٹھکانہ ہے۔

دوسرا فائدہ حکم ہوتا ہے کہ بندہ توہم سے بہت دور پڑا ہوا ہے مجھ میں اور تجھ میں کوئی مناسبت نہیں، کوئی تعلق اور رگاؤ نہیں۔ تیرا جی چاہتا ہے ہماری بارگاہ کا مقرب بنتا۔ اگر مجھ میں اور تجھ میں مناسبت پیدا ہو جائے تو بندہ تو مشقت فاک ہو کر ایسا ہمارا طالب ہے، ہماری رحمت سے دور ہے کہ تجھ کو محروم رکھیں، اس لئے تجھ کو ایک موٹر دیتے ہیں، اس سے قداکار راستہ جلد طے ہوتا ہے وہ موٹر روزہ ہے، اگر تو اس موٹر میں بیٹھا تو پیچھے رہ جائے گا۔

خدا حمد ہے، کھاتا پیتا نہیں، سوتا نہیں۔ تم بھی دن کو کھاتے پیتے نہیں، رات کو جاگتے ہو تو قدا کے تعالیٰ سے مناسبت پیدا ہو کر قدا کے مقرب ہو جاتے ہو، اس لئے فرمایا

”الصَّوْمُ لِيْ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ“

ترجمہ: روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دینے والا ہوں۔

۳۳
تیسرا فائدہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ دوزخ کی آگ کی گرمی اور جلن اہتر درجہ
بڑھ کر دنیا کی آگ سے ہے اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ وہ (۹۹) درجہ
بڑھ کر ہے۔

دوزخ میں بھوک کی ایسی تکلیف ہوگی کہ دوزخ کے سب عذابوں کے برابر ہوگی۔ بھوک سے
ٹرپ کر کھانے کے لئے فریاد کریں گے۔ حصر یح یعنی خار دار گھانس جو دمزہ، سخت ہوتی
ہے، جانور بھی اس کو نہیں کھاتے اور اگر کوئی جانور کھائے تو مر جاتا ہے۔ ایلوے کی طرح
کراوی، مردار کی طرح بدبودار کھانے کو ملے گی، حلق میں پھنس جائے گی، حلق سے
نیچے اتارنے کے لئے پانی مانگیں گے تو دوزخ کا پیپ، نہوا کھولتا ہوا دیا جائے گا
کہ جس کی بھاپ سے منہ کا چمرا کر نکل جائے گا جب پیٹ میں پہنچے گا تو اندر تکرے
تکرے کر دے گا۔ دوزخ کے نگہبانوں سے گرا گرا کر کہیں گے کہ خدا سے کہہ کر ہمارا عذاب
کم کرادو وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے۔ کیا معجزہ نہیں دکھلائے
اور کیا کتاب نہیں اتری تھی، وہ کہیں گے کہ بے شک آئے تھے مگر سہاری کیسختی کہ ہم کو
کچھ نہیں سوچھا، فرشتے صاف کہہ دیں گے کہ ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا، تب مالک
دراودہ دوزخ کو پکاریں گے کہ اس عذاب سے نجات کے لئے دعا کرے، ہزار برس
کے بعد وہ جواب دے گا کہ چپ رہو، تم کو نہیں رہنا ہے، تب مجبور ہو کر خدا سے دعا کریں گے
اللہ! ہم بدبخت تھے کہ ہم گمراہ رہے، ہم کو یہاں سے نکال، ہم اچھے اعمال کر کے آئیں گے
ہائے اس دعا کے وقت ان کے دلوں میں کیا کیا امیدیں ہوں گی، اس آخری جواب کو
بھی سن لیجئے۔ خدا سے تعالیٰ کتوں کو دستکار نے کی مانند ان کو دستکار دے گا اور کہے گا
کہ ہم سے بات مت کرو، تب دوزخ سے جھانکیں گے اور ان کے باپ، بھائی، قرابتدار
جو جنت میں ہیں ان کو پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم جہنم میں ہیں، کچھ کھانا، پانی دو،
وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کا کھانا، پانی تم پر حرام کر دیا ہے، اس لئے تم کو نہیں
مل سکتا۔ صاحبو! اس وقت کی بے کسپ اور ناامیدی کو اسی طرح سوچو۔ قرابتداروں
نے صاف جواب دیدیا۔ دوزخ کے نگہبانوں نے انکار کیا، مالک نے یوں کہہ دیا اور

خدا تعالیٰ نے یوں دستکار دیا اب کہیے کون سی تدبیر کی جائے کہ اس سے نجات ہو۔ یا یوس ہو کر گدھے کی طرح بے فائدہ فریاد کریں گے، ہائے ادھر جنتی کھاتے پیتے مزہ میں رہیں گے

نیت صبرت ز آب و نان این جہاں

ترجمہ: اس جہاں کی روٹی اور پانی نہ ملنے کا تجھ کو صبر نہیں ہے۔

صبر چوں داری نہ نمہائے جستان

ترجمہ: جنت کے نعمتیں نہ ملنے پر کس طرح صبر کرے گا۔

فاقہ یک روز حالت کرد زار

ترجمہ: ایک روز فاقہ کیا تو تیری حالت اتنی خراب و خستہ ہو گئی۔

چوں کنی با فاقہائے بے شمار

ترجمہ: قیامت میں بے شمار فاقوں کو کس طرح برداشت کرے گا۔

چوں نداری طاقت یک روزہ جوع

ترجمہ: ایک روز بھوکا رہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو

آہ از جوعے کز و نبود رجوع

ترجمہ: اس روز (یعنی قیامت کے دن) کی بھوک کو کس طرح برداشت کرے گا؟

تشنگی ساعتے دل خوں کند

ترجمہ: ایک گھڑی کی پیاس دل کا خون بنا دیتی ہے۔

تشنگی روزِ محشر چوں کند

ترجمہ: روزِ محشر کے پیاس کو کس طرح برداشت کرے گا۔

تشنگی این جہاں چوں تاب نیت

ترجمہ: اس دنیا کے پیاس کی تجھے برداشت نہیں ہے۔

آہ از جائے کہ نام آب نیت

ترجمہ: اس قیامت کے دن میں کہ جہاں نام کو پانی نہیں ہے (کس طرح برداشت کریگا)

تشنگی ساعتے سوزد جگر

ترجمہ: ایک گھڑی پیاسا رہتا ہے تو جگر جلنے لگتا ہے۔

چوں تو انی بود در تارِ سقر

ترجمہ: دوزخ کی آگ میں کس طرح ہوگا۔

صاحبو! دنیا میں بھوکے پیاسے رکھ کر دوزخ کی یاد دلاتے ہیں خوش نصیب ہیں وہ بندے جو اس حسرت ناک حالت کو یاد رکھتے ہیں اسی یاد رکھنے کے لئے روزہ رکھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ دنیا کے بھوک و پیاس کی یہ تکلیف ہے تو دوزخ کے بھوک و پیاس کی کیا حالت ہوگی، اس لئے آئندہ متقی بنے رہیں گے۔

اس طرح روزہ کے بہت سے فائدے ہیں، تھوڑی دیر کے لئے فرض کیجئے کہ روزہ اور تراویح میں کچھ فائدہ نہیں میرے دوستو! پھر بھی آپ کو روزہ رہنا اور تراویح پڑھنا ہی پڑے گا، کیوں کہ آپ بندہ اور غلام ہیں، نوکر کو یہ حق نہیں ہے تو غلام کو کہاں حق ہے کہ مالک کے حکم کا فائدہ چھپے اور بغیر چوں و چرا کے حکم بجالانا ہی پڑے گا جس طرح روزہ فرشتہ پن کو بڑھاتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ اور نماز بھی فرشتہ پن کو بڑھاتی ہے۔ بھٹی میں آگ، لوہے پر اثر کرتی ہے، پھول و عطر کپڑے پر اثر کرتے ہیں۔ نمازیں ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں گے تو ذات مقدس بھی اثر کر کے نفس کو فرشتہ تو کیا، فرشتہ سے اعلیٰ نہ ادلگا خاص کر رمضان میں دن کا روزہ اور رات کی تراویح فرشتہ بنانے میں خاص اثر رکھتی ہے پھر نماز میں قرآن پڑھا جاتا ہے جو فرشتہ بنا کے چھوڑتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر دل زنگ کھایا ہو تو اس کو جلا دینے والی

حدیث

دو چیزیں ہیں۔ (۱) قرآن (۲) موت کی یاد۔

اور رمضان المبارک کو کلام الہی سے خاص مناسبت ہے چنانچہ ابراہیم علیہ السلام

پر پہلی رمضان المبارک کو صحیفہ اترا، موسیٰ علیہ السلام کو ۲ رمضان کو تو ریت اتری،

داؤد علیہ السلام کو ۱۲ رمضان کو زبور اتری، عیسیٰ علیہ السلام پر ۸ رمضان کو انجیل اتری

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ۲۷ رمضان المبارک کو قرآن اترا۔ بندہ! جب تک تو

قرآن پڑھتا، سنتا رہتا ہے تو خدا سے باتیں کرتا رہتا ہے، کیسا بد نصیب ہے وہ بندہ

جو خدا سے باتیں کرنا نہ چاہے۔

غرض روزہ رکھ کر جب بندہ خدا کے رنگ میں رنگ جاتا ہے تو جیسے خدا صمد ہے ایسا ہی یہ بندہ بھی صمد بن جاتا ہے، اس وقت خدا تعالیٰ بات کرتے ہیں اس لئے رمضان میں قرآن پڑھنے کی طبعی رغبت ہوتی ہے۔

جبرئیل علیہ السلام سے رمضان میں قرآن کا دور ہوتا تھا، مگر لطف تو یہ ہے کہ مرسئی علیہ السلام کو کہہ طور پر باتیں کرنے کے لئے بلاتے ہیں، چالیس دن روزہ رکھا کر آخر میں باتیں کرتے ہیں۔

۱۱: اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تم سے دن کو روزہ رکھاتے ہیں

اور رات کو تراویح میں باتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ نماز معراج المؤمنین ہے۔

کیسا بد نصیب ہے وہ شخص جو اس کی قدر نہ کرے۔ معشوق بلائے اور باتیں کرے اور یہ بیٹھ پھیر کر چلا جائے، حالانکہ قرآن کی وہ شان ہے کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر وہ نور ایمان دل میں زیادہ آتا ہے جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی برکت سے دل کا روزن بہت کثادہ ہوتا ہے اور ایمان دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں

سنو صاجو! ارشاد باری ہو رہا ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كَتِبَ عَلَيْكُمُ

الصِّيَامَ (پہ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: مومنو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

صاجو! اصول یعنی نیکیوں کے اصول میں سے ایک صبر ہے اور اس کے

مواقع ہیں قتل اور موت۔

(اب ہمز یعنی نیکی کے آسان ہونے کی ترکیب شکم فالی رکھنا ہے اس لئے کہ معدہ

جسم کا حوض ہے اور جسم میں سے جو رگیں نکلی ہیں وہ اس حوض کی ہنری ہیں۔ سنو صاجو

آدمی پر شہوت کا غلبہ ہوتا رہتا ہے اور اسی شہوت کا نتیجہ ہے کہ آدم علیہ السلام

بہشت سے گرا دیے گئے اور اس شہوت کا مفتح معدہ ہے جو دوسرے شہوتوں سے

جالتا ہے۔ اسی لئے جب پیٹ بھر جاتا ہے تو نکاح کی شہوت حرکت میں آتی ہے اسی طرح شہوت شکم و فرج پرورے نہیں ہو سکتے بغیر مال کے۔ اسی لئے مال کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور مال حاصل نہیں ہوتا ہے، بغیر نام و شہرت، جاہ کے اور مال و جاہ نہیں پیدا ہو سکتے ہیں بغیر خصومت خلع کے اور خصومت خلع سے حسد، تعصب، کبر، ریا، کینہ، غرض بہت سی آفتیں جمع ہو جاتی ہیں، اور دین کی تباہی کا پورا سامان اکٹھا ہو جاتا ہے پس شکم بھرنا تمام گناہوں کی جڑ ہے، اسی طرح تمام نیکیوں کی جڑ شکم خالی رکھنا، اور بھوک کی عادت ڈالنا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں جو احادیث آئی ہیں ان کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

حدیث بھوک اور پیاس سے جہاد کرو (یعنی کم کھاؤ اور کم پیو) کیونکہ بھوکے رہ کر اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنے میں اتنا ہی ثواب ملتا ہے جتنا کہ کفار کے ساتھ جہاد کرنے میں ملتا ہے۔

حدیث کوئی عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھوک اور پیاس کے عمل سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

حدیث آسمان کے فرشتے اس شخص کو راستہ نہیں دیتے ہیں جو اپنے پیٹ کو (خوب) بھر لیتا ہے۔

حدیث (جب) بوجھا گیا کرناؤں میں (نیکیوں کے اعتبار سے) کون شخص افضل ہے تو کہا گیا کہ وہ شخص، تھوڑا کھائے اور تھوڑا پیئے۔

حدیث تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص زیادہ فضیلت رکھتا ہے جو بہت غور و فکر کرتا ہے اور بہت دنوں تک بھوکا رہتا ہے اسی طرح وہ شخص اللہ تعالیٰ کے پاس دشمن اور ناپسندیدہ ہے جو بہت کھاتا، بہت پیتا اور بہت سوتا ہے۔

حدیث حق تعالیٰ دشمنوں سے کم کھانے والے شخص کے متعلق فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے اس بندہ کو دیکھو کس نے اس کو کھانے کی خواہش (اس کی جبلت میں) دیا ہوں لیکن وہ صرف میرے لئے کھانا کھانے سے ہاتھ روک لیا ہے۔ اے میرے فرشتو! تم

بھوک اور پیاس

گواہ رہو۔ ہر اس لقمہ کے بدلہ کہ جو اس نے میرے لئے نہیں کھایا ہے ایک درجہ بہشت میں دوں گا۔
حدیث زیادہ کھا کر اور زیادہ پی کر اپنے دل کو مردہ دست بناؤ۔ اس واسطے کہ پانی جب زیادہ پیا جاتا ہے اس سے دل مردہ اور پتھر مردہ ہو جاتا ہے۔

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) ارشاد فرمائے کہ بہشت کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا ہے تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ جس کے ذریعہ جنت کا دروازہ کھلتا ہو۔ ارشاد ہوا (ہاں) بھوکے رہنے اور پیاسے رہنے سے (جنت کا دروازہ) کھلتا ہے۔

حدیث ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے جس کی وجہ سے شکم مبارک اندر ہو گیا تھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ کیا مضائقہ ہے کہ دنیا سے اس قدر تو تناؤ فرمائیے کہ بھوک باقی نہ رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ارشاد فرمائے اے عائشہ! میرے بھائی (یعنی پیغمبرانِ اولوالعزم جو مجھ سے پہلے گذرے ہیں) دنیا میں تکالیف یعنی بھوک وغیرہ سہنے کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ کے کرم و مہربانیوں میں) رہے ہیں اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں نعمتوں میں رہنے کی وجہ سے میرا درجہ ان پیغمبرانِ اولوالعزم سے کم نہ ہو جائے اس لئے دنیا کی چند روزہ زندگی میں صبر کر لیتا ہوں اور دنیا کی نعمتوں سے ہاتھ کھینچ لیتا ہوں تاکہ آخرت کے لطف و مہرہ میں کمی نہ آئے اور یہی مجھے پسند ہے اولوالعزم پیغمبروں سے ملنے سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور ایک ہفتہ سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

سنو صاحبو! ایک بار ایک بات عرض کرتا ہوں فوراً سے سنو۔ بھوکے رہنے میں اس وجہ سے فضیلت نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے رنج اور تکلیف پہنچتی ہے بلکہ فضیلت اس وجہ سے ہے کہ اس میں بہت سے فائدے مضمحل ہیں، اب ان فائدوں کے بارے میں سنئے:

حدیث پہلا فائدہ یہ ہے کہ بھوک سے دل صاف اور روشن ہوتا ہے اس کے برخلاف پیٹ بھر کھانا لوگوں کے دل کو اندھا کر دیتا

ہے اور معدہ سے بخارات اٹھ کر دماغ کو پہنچتے ہیں اور لوگوں کو دوسو سہ اور سو پونج میں ڈال دیتے ہیں۔

دوسرا فائدہ بھوکے رہنے کا یہ ہے کہ اس سے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے دعاؤں اور ذکر میں لذت آتی ہے اور صلاہ اس کے پیٹ بھر کھانے سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے بعد جو ذکر کیا جاتا ہے وہ زبان پر ہی رہتا ہے اور دل کی سختی کی وجہ سے دل میں نہیں پہنچتا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ بھوکے رہنے سے خشوع و خضوع اور عاجزی پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بھر کھانے سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر بندہ ایک لقمہ بھی کھالے تو اس لقمہ کی وجہ سے بندہ میں عجز و انکساری باقی نہ رہے گی بلکہ قلب کی روشنی دور ہو کر تاریکی چھا جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی عزت اور قدرت دل سے نکل جائے گی۔

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ اگر پیٹ بھر کھائیں گے تو بھوکوں کو بھول جائیں گے اور خلق خدا پر شفقت باقی نہ رہے گی اور عذابِ آخرت کو بھی بھول جائیں گے اور جب بھوکے رہیں گے تو اس بھوک کی وجہ سے اہل دوزخ یاد آئیں گے اور جب پیاسے رہیں گے تو اس پیاس کی وجہ سے اہل قیامت یاد آئیں گے۔ بھوک کی وجہ سے اہل قیامت اور اہل دوزخ یاد آئیں گے تو مخلوق پر شفقت کرے گا اور آخرت کا شوق پیدا ہوگا۔

غرض آخرت کا خوف اور مخلوق پر شفقت کرنے سے جنت کے دروازے کھل جائیں گے۔ پانچواں فائدہ: تمام سعادتوں کا راز اپنے نفس کو مطیع رکھنے میں ہے اور بدبختی یہ ہے کہ خود کو نفس کا مطیع کر دیں۔ چنانچہ رکش نفس کو سوائے بھوک کے مطیع نہیں کیا جاسکتا غرض جب آدمی نفس کو مطیع کر لیتا ہے تو اس سے کیمیا کی طرح بیشمار فوائد حاصل ہوتے ہیں، بھوکا رہنا اللہ تعالیٰ کے خزانہ کا ایک نایاب موتی ہے لیکن وہ ہر شخص کو نہیں دیا جاتا بلکہ صرف اس شخص کو دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔

چھٹا فائدہ: عمر آدمی کا سرمایہ ہے اور انسان کی ہر سانس ایک لاقیمت موتی ہے لیکن نیند سے عمر ضائع ہو جاتی ہے اور نیند کو بھوک دور کر دیتی ہے۔ اس طرح نیند دور

ہونے کی وجہ سے آدمی کی عمر کا سرمایہ باقی رہتا ہے اور سانس کا گہر نایاب بھی سلامت رہتا ہے، ان دونوں کی وجہ سے آخرت کی سعادت حاصل کی جاسکتی ہے جو شخص پیٹ بھر کھاتا ہے، نیند اس پر غالب رہتی ہے اور وہ مردانگی طرح پڑا رہتا ہے اور اسکی عمر اسی میں ضائع ہو جاتی ہے۔

ایک مرشد اپنے مریدوں کو یوں پکارا کرتے تھے کہ اے میرے مریدو! اگر زیادہ کھاؤ زیادہ پیو گے اور زیادہ سوؤ گے تو یاد رکھو تیا سرت کے دن وہاں کی بھلائیوں کی محرومی کی وجہ سے بہت حسرت کرو گے۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ جو شخص کم کھاتا ہے، تندرست رہتا ہے اور رنج و بیماری سے محفوظ رہتا ہے اور کڑوی دوا میں پینے کی ذرت نہیں آتی۔

غرض بھوک و پیاس میں کثرت سے فوائد ہیں اسکو مسلمان دن کو روزہ فرض ہونے کی وجہ سے

دکا فرسب مانتے ہیں مگر اس میں عقل کی پابندی سے افراط و تفریط کئے۔ بعض تو برائے نام بھوکے رہے مثلاً موز، دودھ وغیرہ پیئے وہ ان فوائد سے محروم رہے، اور بعض کئی کئی دن تک بھوکے رہے جس سے ایسا ضعف ہوا کہ کوئی عبادت نہ کر سکے، اور نبوت نے متوسط درجہ تجویز فرمایا، اس لئے کہ نفس کو اس کی مخالفت کر کے تابع کرنا ہے، اس لئے نصف وقت بھوکے رہیں اور نصف وقت غذا کے لئے رکھے ہیں اگر اس نصف وقت کو جو بھوک کے لئے مقرر کیا گیا ہے رات کو مقرر کریں تو نفس کی مخالفت نہ ہوگی، اس لئے کہ رات فطرتاً سکون کا وقت ہے اور شہوتوں اور لذتوں کو چھوڑنے کا وقت ہے۔ ہر شخص مردہ کی طرح خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے نہ تو کسی چیز کو دیکھتا ہے نہ کوئی بات سنتا ہے نہ اپنے ہم جنسوں کو کھانے پینے مشغول دیکھ کر رغبت ہوتی ہے اس لئے اگر رات کو روزہ رکھا جاتا تو نفس کی مخالفت نہ ہوتی، نہ عبادت و عبادت میں فرق آتا، بخلاف دن کے کہ نیند سے اٹھتے ہی بھوک و پیاس کی خواہش تروتازہ رہتی ہے، جو اس تیز ہو جاتے ہیں، ہر چیز کو دیکھتا ہے اور سنتا ہے اور تخیل تیز ہو جاتا ہے، اچھی چیزوں کی آرزو کرنے لگتا ہے، اپنے ہم جنسوں کو دیکھتا ہے کہ کھاتے ہیں پیتے ہیں اور عورتوں سے

اختلاط کرتے ہیں، ان حالات میں اس وقت رک کر بھوکا رہنا، مخالفتِ نفس ہے اس لئے روزہ دن کو مقرر ہوا۔

رات آرام کا وقت ہے، اس وقت تلاوتِ قرآن و مناجاتِ نفس پر بار ہیں اس لئے تراویح اور تہجد رات کو مقرر ہوئی تاکہ نفس فرماں بردار ہو جائے جس سے کل بدی (یعنی ہر قسم کی نیکی) حاصل ہو جائے اس لئے فرمایا "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ" (پ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

مسلمانو! اس طرح کی سینکڑوں مصلحتیں ہیں، اس لئے تم پر روزے فرض ہوئے یہ مشقت تم پر ہی نہیں۔ مرگِ ابنوہ جتنے دارو کہتا کتب علی الذین من قبلكم (پ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر (روزے) فرض کئے گئے۔

جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا، تم پر بھی فرض کیا گیا ہے، بڑی مصلحت یہ ہے کہ "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" (پ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: تاکہ تم پر ہینرگارا بنو۔

تاکہ تم نفس کشی کے عادی ہو کر متقی ہو جاؤ اور نفس کو مرغوب چیزوں اور خواہشات سے روکنے کی عادت ڈالو، نفس کے تقاضہ کے باوجود اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے روزہ میں جیسے ضروریات سے رُکے ہوئے رہتے ہیں، اسی طرح رمضان کے علاوہ دیگر ایام میں خلاف شرع چیزوں سے گو کہ وہ بہت ہی مرغوب ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے رُکے رہو۔ غرض روزہ فرض کرنے کی مصلحت یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں سے روکنے کی عادت ہو جائے صاحبو! سنو! کل گناہ قوتِ شہوت و غضب سے ہوتے ہیں، قوتِ شہوت و غضب، قوتِ روح سے دفع ہوتے ہیں اور قوتِ روح کھانے اور پینے کی کمی سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے تغلیبِ غذا اور پینے کی چیزوں میں کمی کر کے روح کی قوت بڑھاؤ تاکہ شہوت و غضب کم ہو جائے اس لئے فرمایا "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ"

ترجمہ: تاکہ تم پر ہینرگارا بنو۔

تاکہ تم روزے کی بدولت رفتہ رفتہ متقی بن جاؤ۔ "آيَا مَا مَقَدُّ وَاٰتٍ"

پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ (روزوں کے دن) گنتی کے چند روز ہیں۔

پھر تسلی دیتے ہیں کہ یہ روزے تم پر ہمیشہ کے لئے نہیں ہیں بلکہ چند روز کے لئے

ہیں، اس قدر بھی کم نہیں ہیں کہ ان میں کوئی اثر اور تاثیر باقی نہ رہے اور نہ اس قدر زیادہ

ہیں کہ عبادت کرنے کی قوت نہ رہے۔ پھر بھی تمہارے لئے آسانی ہے "فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ

مَرِيضًا وَّ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" (پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ :- تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کرے۔

اگر کوئی ایسا بیمار ہے کہ جس کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہے یا مضر ہے یا شرعی سفر میں ہو

تو اس کو روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے اور اس کی بجائے دوسرے ایام میں اتنے ہی شمار کر کے

رکھ لو، اگر کوئی سفر و مرض میں روزے رکھ لے تو افضل ہے، اگر مر جائے موعده قضا کا ناملے

تو اس کے لئے فرماتا ہے "وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ"

پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے

محتاج کو کھانا کھلا دیں۔

ف۔ اب یہ حکم منسوخ ہے ایسے جو شخص بہت بوڑھا ہو، یا ایسا بیمار ہو کہ اب

صحت کی توقع نہیں، ایسے لوگوں کے لئے یہ حکم ایسا بھی ہے (بیان القرآن)

یعنی جو طاقت نہیں رکھتے نہ فی الحال اور نہ آئندہ، وہ فدیہ ادا کریں "فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا

فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ" (پٹ۔ رکوع ۲۳۔ سورہ بقرہ)

ترجمہ: اور جو شخص خوشی سے (زیادہ) خیر کرے (کہ زیادہ فدیہ دے) تو اس شخص کے لئے

اور بھی بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا (اس حال میں) زیادہ بہتر ہے اگر تم (روزے کی فضیلت کی)

خبر رکھتے ہو۔

"شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ

مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ (پ - رکوع - سورہ بقرہ)

ترجمہ: (وہ تھوڑے دن) ماہ رمضان ہے جس میں قرآن مجید بھیجا گیا ہے جس کا (ایک) وصف یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے (ذریعہ) ہدایت ہے اور دوسرا (وصف) واضح الدلالت ہے منجملہ ان کتب کے کہ جو (ذریعہ) ہدایت (بھی) ہیں اور حق و باطل میں فیصلہ کرنے والی بھی ہیں۔ اس کے دو معنی ہیں۔

حدیث ایک نیکی کا ثواب (۱۰) سے (۷۰۰) تک ملتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے روزہ میرے لئے ہے میں خود اس کا بدلہ دینے والا ہوں " اَنَا أَجْزَىٰ بِهٖ" اس لئے فرمایا کہ روزہ میں ریا نہیں۔

حدیث بندے کے ذمہ دوسروں کے جو حقوق ہیں، صاحب حق میدانِ قیامت میں اس سے اس کی ایک ایک نیکی لے لے گا، اور جب روزہ کی ذیت آئیگی تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اس نیکی کو چھوڑ دو کیوں کہ روزہ فالص میرے لئے ہے اور اہل حقوق کو ثواب دے کر راضی کرے گا۔

حدیث روزہ دوزخ کا اس وقت سپر بنتا ہے جب کہ روزہ دار جھوٹ، غیبت، فحش کلامی اور جھگڑے سے روزہ میں رخنہ نہ ڈالے۔

حدیث روزہ دار کے سامنے جب دوسرے لوگ کھاتے اور پیتے ہیں تو فرشتے اس روزہ دار کے واسطے استغفار کرتے ہیں اور درود شریف پڑھتے ہیں اور

روزہ دار کی ہڈیاں بھی تسبیح میں مشغول رہتی ہیں غرض "فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَ مَنْ كَانَ مَرِيضًا ۙ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ ۙ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ ۚ أُخْرَىٰ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۚ (پ - رکوع - سورہ بقرہ)

ترجمہ: سو جو شخص اس ماہ میں موجود ہو، اس کو ضرور اس (ماہ) میں روزہ رکھنا چاہیے اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام کا (انتہائی) شمار کر کے (ان میں روزہ) رکھنا واجب ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ احکام میں آسانی اور رعایت کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ایسے احکام

مقرر کئے کہ جن کو تم آسانی سے بجالا سکو، چنانچہ سفر و مرض میں کتنا آسان قانون مقرر فرمادیا ہے اور تمہارے ساتھ احکام و قوانین مقرر کرنے میں دشواری منظور نہیں ہے ورنہ سخت احکام تجویز فرمادیتے۔ دنیا کی آسانی یہ ہے کہ روزہ سے فرشتہ پن پیدا ہوتا ہے اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس معرفت کے حاصل کرنے میں روزہ کی وجہ سے سہولت ہوتی ہے اور دنیا کی تنگی یہ ہے کہ فرشتہ پن کے بجائے بشریت زیادہ ہو جاتی ہے اور روحانیت کے بجائے حیوانیت زیادہ ہو جاتی ہے، انسانی طبیعت میں جو خواہشات ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور آخرت کی آسانی میں سے ہے جنت، قرب، وصل، رویت وغیرہ اور آخرت کی سختیوں میں سے روزخ وغیرہ ہے۔

سنو صا حیو! خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہمارے ہر کام میں مصلحت ہے اسلئے اگر عذر شرعی کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکو تو دیگر ایام میں قضا کرنے کا حکم ہے، اس لئے فرمایا

”وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ“

پ ۲۔ رکوع ۳۱۔ سورہ بقرہ

ترجمہ: تاکہ تم لوگ (ایام ادا یا قضا کی) شمار کی تکمیل کر لیا کرو (تاکہ ثواب میں کمی نہ رہے) تاکہ ثواب میں کمی نہ ہو اور قضا کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ ”وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ“

پ ۲۔ رکوع ۳۱۔ سورہ بقرہ

ترجمہ: (لہذا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی بزرگی و ثنا بیان کرو) اس پر کہ تم کو (ایک ایسا طریقہ بتلادیا۔ تاکہ تم ثواب کے برکات سے محروم نہ رہیں) اور تاکہ تم لوگ اس نعمت آسانی پر اللہ کا شکر ادا کیا کرو سو فیہا کرام فرماتے ہیں کہ ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ میں امنتوا سے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے، یہ نہا جبیب کی جبیب کو ہے۔ ایتھ صوف تبتیبہ ہے امنتوا کے ذریعہ جو نہا فرمایا ہے امنتوا کے اس نہا کی لذت کی وجہ سے روزہ کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ محبوب ملاقات کے لئے اگر حکم دے تو معب خود کو آگ میں بھی ڈالنے کے لئے آمادہ ہو جائے گا۔ ”کتب علینا“ روزہ دار کے ہر ہر عضو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ مثلاً

نظر نیچی رکھنا اور جو باتیں کہہ سکتے ہیں اور مکروہ ہیں، ان کی طرف نظر کو نہ جانے دینا چاہیے اور جن چیزوں کے دیکھنے سے دل میں انتشار پیدا ہوتا ہو اور خدا کے تعالیٰ کی یاد سے غفلت ہوتی ہو، ان سے بھی نظر کو روکنا چاہیے۔ اسی طرح زبان کا بند رکھنا یہ ہے کہ بیہودہ بات، جھوٹ، غیبت، چغلی، ظلم، جھگڑے کی بات وغیرہ نہ کرے بلکہ زبان کو سکوت، ذکر الہی اور تلاوت قرآن میں مصروف رکھیں۔ ایسا ہی کان کو بیری بات سننے سے روکنا چاہیے کیوں کہ جن امور کا کہنا حرام ہے ان کا سننا بھی حرام ہے۔ ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضاء کو بیری باتوں سے روکنا چاہیے۔ مثلاً شکم کو افطار حرام سے روکے، دوا کے خوف سے زہر نہ کھائے۔ یعنی افطار کے وقت حلال غذا بھی اتنی نہ کھائے کہ جو براہینوں کو کھینچنے کا ذریعہ بنیں بلکہ ایسا کرنا چاہیے کہ شیطان و نفس کا داؤ کمزور و ضعیف ہو جائے اور صمدیت، فرشتوں کی صفت بھی پیدا ہو۔

دل کا روزہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت سے دل کو بچائے رکھے اور روح کا روزہ یہ ہے کہ روحانی کیفیات اور آخرت کے نعمتوں کو دیکھے۔ سیر کا روزہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو بیری ہمتوں اور دنیوی فکروں سے اور خدا کے سوا تمام چیزوں سے قلب کو روک دے۔ اور نفس کا روزہ یہ ہے کہ حرص، شہوت، بغض، حسد کی تمنا نفس میں باقی نہ رہے۔

”مَّا كُتِبَ عَلَيَّ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ“ میں لفظ قبل سے مراد روح اور جسم وغیرہ ہیں، پھر ضروری ہو کہ قلب کو حیاتِ دنیا سے اور روح کو روحانی کیفیات کے دیکھنے سے روزہ رکھے۔ ”لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ“ سے مراد روزہ رہ کر متقی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اور شراب ٹھوسے لذت ملے گی، روزہ دار کو افطار کے دیدار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے دیدار کی فرست بھی نصیب ہوگی اور اللہ کے اس ارشاد کی فرحت نصیب ہوگی کہ میں روزہ کا بدلہ ہوں۔

صاحبو! نماز تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسبِ قول مشہور سنت موکدہ ہے، اس لئے آپ کو قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب ایک نئے انداز سے دلاتا ہوں سنئے ارشاد باری ہو رہا ہے ”اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمْ مِنَ رَّبِّكُمْ“

قرآن تراویح

وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ مَا قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ (پٹ - رکوع سورہ اعراف)
 ترجمہ: تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے اور خدا کے تعالیٰ کو چھوڑ کر
 دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔
 مولانا فرماتے ہیں ۷

أيها العشاق اقبال جدید

ترجمہ: اے عاشقو! پرانی اور نئی دنیا سے

از جہاں کہنہ نو در رسید

ترجمہ: نیا اقبال پہونچا

اے عاشقانِ الہی خوش ہو جاؤ، اے حق تعالیٰ کے طالبو! اے حق کے شیداؤ!
 اے مدتوں سے گمراہی کے جنگل میں بھٹکنے والو! اے خدا کا مقرب بننے کا شوق رکھنے والو!
 خوش ہو جاؤ، تمہارے اقبال کا ستارہ چمکا، تمہارا نصیبہ جاگ اگا، وہ نیا اقبال پرانے او
 نئے جہاں سے پہونچا ہے، پرانے اور نئے جہاں سے مراد عالم غیب، عالم بالا ہے۔ پرانا اس لئے
 کہ اس میں کچھ تغیر نہیں۔ آسمان جو عالم شہادت سے ہے مگر عالم غیب سے قریب ہے،
 اس لئے اس کی بھی یہی شان ہے کہ بہت پرانا ہے۔
 مگر اس میں بہت تغیر نہیں ۷

زاں جہاں کو چارہ بے چارہ جوست

ترجمہ: تدبیر ڈھونڈنے والوں کے واسطے اس جہاں میں بہت سی تدبیریں ہیں۔

صد ہزاراں نادرہ عالم دروست

ترجمہ: اس عالم میں ہزاروں نادر چیزیں ہیں۔

وہ جہاں ایسا ہے کہ جو شخص کفر اور شرک اور گناہوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر
 لا علاج ہو گیا ہو، اور اس جہاں کے طبیوں نے اس کو جواب دیدیا ہو تو اس کا علاج
 اس جہاں سے ہوتا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے سے پہلے ساری دنیا ایسے دل کی

بیماریوں میں مبتلا تھی جو لا علاج ہو چکے تھے، دل تسخ ہو گئے تھے، شر کو خیر اور خیر کو شر جانتے تھے، ہزاروں جہالت کی باتیں و باء عام کی طرح پھیلی ہوئی تھیں، دفعۃً اقبال کا ستارہ چمکا اور اس نے ایسا نور ڈالا کہ سب کا علاج ہو گیا اور وہ یہاں ایسا ہے کہ لاکھوں عجائبات عالم اس میں موجود ہیں، دوزخ و ہاں موجود ہے، عینت و ہاں ہے۔ عالم ارواح وہیں ہیں، صراطِ میزان وہیں ہیں۔ ایسے عالم سے نیا اقبال تمہارے پاس پہنچا۔ صاحبو! معلوم ہے وہ نیا اقبال کیا ہے وہ قرآن ہے، آپ فرمائیں گے قرآن اقبال کیوں ہے۔ آپ کو اس کی قدر نہیں۔ ذرا اس دل جلیے عاشق سے پوچھو کہ جس نے وصال کی سب تدبیریں کیں اور تھک گیا، محبوبہ کو خود رنم آ گیا اس نے کہا میرے عاشق۔ ارے ان تدبیروں سے میں نہیں ملتی، میرے ملنے کی تدبیریں یہ ہیں اب ان کو لکھ کر بھیج دے۔ سچ بتائیے وہ عاشق کیا کہے گا، یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔ ایسا ہی خدا کے عاشق! تم نے بہت سڑ کر ایا۔ تم کو وصال خداوندی نہ ہوا۔ تمہارا نصیب جاگا۔ قرآن تم کو خدا کے وصال کی موثر تدبیریں سکھانے آیا ہے یا یوں سمجھو ایک شخص بادشاہ کا مصاحب بننا چاہتا ہے مگر جو تدبیر کرتا ہے اُلٹی، اگر کوئی وہ تدبیر بتلائے کہ جن پر عمل کر کے وہ مصاحب بن چکا ہو تو اس وقت وہ شخص کیا کہے گا۔ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

اسی طرح بیمار کو وہ لستم ملے کہ جس سے اس جیسے سینکڑوں شفا پا چکے ہوں، اور ان کو شفا پاتے ہوئے یہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہو تو اس وقت وہ یہی کہے گا کہ میرے اقبال کا ستارہ چمکا۔

افسوس وہ بد نصیب اپنی محبوبہ کی بات نہ سن کر ان تدبیروں پر عمل نہ کرے تو اس کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے، اس سے ہزار حصہ بڑھ کر ہم خود کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان تدبیروں کو قصداً چھوڑ دیا ہے اور چھوڑنے جا رہے ہیں کہ جن میں خدا تعالیٰ نے اپنے وصال و قرب کی تدبیریں بتلائی ہیں۔

صاحبو! قرآن نے کیا سکھایا ہے۔ صرف دو چیزیں۔ ایک تو دنیا میں اس

کی زندگی بسر کریں۔

دوسرے خدا نے تعالیٰ کے مقرب بنیں اور اس کو راضی کریں، اب آپ کو نئے طریقے پر عمل کر رہے ہیں۔ قرآن نے خدا کے ذہن کے (۱۵) طریقے بتلائے ہیں:-

۱۔ قائد میں توبہ و رسالت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے سب ہی جانتے ہیں۔
 ۲۔ دوسرا جزء دیانات، ان کے متعلق معلوم ہے کہ روزہ کتنے ادا کرتے ہیں، نماز کتنے پڑھتے ہیں، حج کن کن نے ادا کیا ہے۔

۳۔ تیسرا جزء معاملات کا ہے ان کو لوگوں نے بالکل خارج ہی سمجھ رکھا ہے ان کے یہاں نہ بیع معدوم حرام ہے نہ معاملات میں سود حرام جس طرح ہو کے بہت سارے پتہ سمیٹ لیا جاتا کھانے میں گھی خوب ہو، کسی کی زمین غصب کر لی گئی ہو تو پرواہ نہیں، ڈگریاں مع سود کرائی جاتی ہیں۔ اس پر بھی کچھ غم نہیں، رہن کی آمدنی چکھ رہے ہیں کچھ فکر نہیں۔

۴۔ چوتھا جزء معاشرت ہے، طرز زندگی کی جو درگت ہو رہی ہے اس سے سب ہی واقف ہیں شادی میں، غم میں، جو جی چاہے کرتے ہیں گھاسے پوچھنے کی ضرورت نہ فتویٰ لینے کی حاجت، جو کچھ عورتوں نے کہا وہ کر لیا۔ گویا عورتیں ہی شریعت کے مفتی ہیں۔

وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پائے گی جن کی سردار عورت ہو۔

حدیث

وضع دیکھو تو یہ تمیز نہیں ہوتی کہ مسلمان ہو یا کوئی اور قوم کے فرد۔

۵۔ پانچواں جزء اخلاق ہے، عوام تو عوام، مولویوں کے، مشائخوں کے اسقہ اخلاق خراب ہیں کہ گویا شریعت کی ہوا لگی ہی نہیں۔

۶۔ خرابیے کس کس بات پر روئیں، کسی نے عقائد درست کر بھی لئے تو اعمال خراب عقائد اور اعمال دونوں ہیں تو معاملات کا اہتمام نہیں، تینوں ہیں تو اخلاق تدارد۔

۷۔ معاشرتیری۔ آداب معاشرت میں اس کا خیال رکھیں کہ اگر ویسا ہی برتاؤ خود کے ساتھ کیا جاوے تو دیکھیں کہ اس سے ہم کو تکلیف ہوتی ہے یا نہیں۔ مثلاً رات کو اٹھے تو ایسا آہستہ اٹھیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، اگر سفر میں جانے والے سے فرمائش کرو تو قیمت دے دو، یعنی فرمائش تو کر دی قیمت نہیں دے دے تو وہ کیا اپنے گھر سے خزانہ لے کر

چلا تھا اس کو کس قدر دقت ہوگی، دستی خط دیے، اب وہ بے چارہ اپنا وقت خراب کر کے اس کو ڈھونڈ ڈھونڈ لے اور خط پہنچا لے۔ پھر فرمائش یہ کہ جواب لیتے آئے۔ غرض معاشرت ایسی ہونی چاہیے کہ کسی کو کسی سے تکلیف نہ پہنچے، اب بتائیے ان میں کو کتنی بات مشکل ہے، اے بے سہرا پر وہ پیر شرب بخواب ترجمہ شرب کی خواہگاہ میں آرام فرمانے والے حضور بیدار ہوئے نیز کہ شد مشرق و مغرب خراب ترجمہ: کیوں کہ مشرق اور مغرب تباہ ہو گیا ہے۔

مگر عمل کسی چیز پر نہیں، پھر ہم کس منہ سے کہیں کہ قرآن پر عمل کر رہے ہیں۔

صاحبو! اگر کسی شخص کے پاس بہت سامان ہو، اس کو زمین میں دفن کیا تھا اس

پر جن قابض ہو گئے اب یہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا، بھیک لگ گئی ہے کیا ایسے شخص کو آپ مالدار کہیں گے، جیسے وہ مالدار ہے اسی طرح ہم صاحب قرآن ہیں، انہوں نے

ایسی عظیم الشان دولت چھوڑ دی، پھر لطف یہ کہ ہم کو ذرا بھی غم نہیں، اس لئے ارشاد

ہوتا ہے: **اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُم مِّنَ كِتَابِ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ** (پ - رکوع ۱ - سورہ اعراف)

جو تمہارے پروردگار نے تم پر نازل کیا اس کی اتباع کرو، اوروں کی بات مت سناؤ

بہت کم سمجھتے ہو، خدا کی مخالفت اور مخلوق کی موافقت یہ کس درجہ کی بے تمیزی ہے، کیا

ہمارا اس آیت پر عمل ہے، کیا ہم اس کا اٹنا نہیں کر رہے ہیں۔ دنیا نظروں میں بسی ہوتی

ہے کچھ سوچتا ہی نہیں۔ آخر میں فیصلہ خواہش نفسانی کی اتباع ہی کا ہوتا ہے۔ بعض

کہتے ہیں کہ بھائی ہم گنہگار بال بچے والے ہیں، ہم سے قرآن پر کیا عمل ہو سکتا ہے مگر انہوں

یہ نہ سمجھا کہ رزاق تو وہی ہے، نافرمانی میں دیتے ہیں تو فرماں برداری میں کیوں نہیں دیں گے

وہاں تو یہ حال ہے کہ اگر تم رو رو کر دعا کرو کہ ہم کو رزق مت دو، تو تم سے اسی قدر

محبت ہے کہ تمہاری دعا قبول نہیں کریں گے۔ ہائے کتنی اٹلی بات ہے کہ مالک خزانہ

کو راضی کرنے سے خزانہ نہ ملے اور ناراض کرنے سے ملے۔

صاحبو! یہ اتباع تھی۔

حکایت | ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، لوگ

داہر ادھر پھر رہے تھے آپ نے فرمایا "اجلسوا" (بیٹھ جاؤ) حضرت عبداللہ بن مسعود
 دروازہ پر تھے، سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے کہ حکم خواہ کسی کو دیا جائے پھر اسکی تعمیل کیوں کیجئے
 حضرت اولیں قرنی کو کس قدر اشتیاق ملاقات تھا، کیا عشق تھا کہ جب
 حکایت | سنے کہ حضور کا دندان مبارک شہید ہو گیا ہے تو اپنے سب دانت توڑ لئے

کہ شاید حضور کا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو، یا یہ دانت ٹوٹ گیا ہو حکم ہوا والدہ کی خدمت کرتے
 رہو صحابیت کے درجہ کو چھوڑ دیئے، مگر اتباع کو نہیں چھوڑے۔

صاحبو! اب میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن پر عمل کیوں چھوٹا، اس کے کیا
 اسباب ہیں؟ اس کے کئی اسباب ہیں۔

پہلا سبب یہ ہے کہ مولوی، مشائخوں میں دینی جوش نہیں، خود کے واسطے غصہ
 آئے گا، قرآن کے واسطے غصہ نہیں آئے گا۔ پہلے کے لوگوں کو خود کے لئے غصہ نہ آتا تھا قرآن
 کے لئے غصہ آتا تھا۔

حکایت | ایک مولوی صاحب تھے، قرآن کا خلاف ہونے کی وجہ سے اس قدر بگڑتے
 تھے کہ جس کی وجہ سے وہ بدنام ہو گئے غصہ والے مشہور ہو گئے۔ آخر شہید کر دیئے
 گئے۔ مگر خود کے واسطے کچھ بھی نہیں، ایک شخص نے بھرے مجمع میں ان سے کہا کہ میں سنا ہوں کہ آپ
 حرامی ہیں تو آپ مسکرا کر فرماتے ہیں آپ کو کسی نے غلط باور کرایا ہے، میرے ماں باپ کے نکاح
 کے گواہ اب تک موجود ہیں۔ "الْوَالِدُ لِلْفِدَاشِ" شرعی مسئلہ ہے میں بھلا کیسے حرامی ہوتا
 وہ شخص دوڑ کر قدموں پر گر گیا اور توبہ کیا۔

مولوی مشائخ نہ خود عمل کریں نہ دوسروں سے عمل کرائیں تو پھر بتلایئے عوام کیسے قرآن پر
 عمل کریں۔ پہلے کے وہ مولوی تھے کہ جو بادشاہوں سے نہ ڈرے۔

حکایت | شاہجہاں کو ریشم پہننے کا خیال ہوا، کیا بادشاہ تھے کہ قرآن کا خلاف کرنے سے
 یوں ڈرتے تھے، تنخواہ دار مولویوں سے حلال ہونے کا فتویٰ مانگا، انھوں نے حلال

ہونے کا فتویٰ لکھ دیا۔ شاہجہاں نے کہا کہ نہیں، ملا جیون اگر دستخط کر دیں تب پہنوں گا۔
 ملا جیون کے پاس فتویٰ گیا، آپ نے کہلا بھیجا کہ دہلی آکر جامع مسجد میں جواب دوں گا آپ

دہلی تشریف لا کر جامع مسجد میں منبر پر بیٹھ کر فرمائے کہ گناہ کرنا اور ہے اور گناہ کو ملال سمجھنا اور ہے، اس لئے فتویٰ دینے والے علماء اور فتویٰ لینے والے بادشاہ سب کافر۔ بادشاہ یہ سن کر غصہ میں آیا اور قتل کا حکم دیدیا، عالمگیر دوڑتے ہوئے گئے اور کہا کہ آپ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے کیا یگاڑا ہے۔ پھر فرمایا اچھا پانی لاؤ تاکہ وضوء کر لوں، ہم بھی تو ہتھیار لگائیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ **اَلْوَضُوْءُ سَلٰحُ الْمُؤْمِنِيْنَ** (ترجمہ: وضوء مسلمان کا ہتھیار ہے) ان حضرات کو تنہا نہیں سمجھنا چاہیے۔

بس تجربہ کر دیم دریں دیر مکافات (ترجمہ: اس بدلہ ملنے والے جہاں میں میں بہت تجربہ کر چکا ہوں) یاد رکھنا ہر کہ در افتادیر افتاد (کہ اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت کا درد رکھنے والوں کے ساتھ جو دست بگریباں ہوتا ہے وہ بری طرح برباد ہوتا ہے)

اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ **مَنْ عَادَى لِيْ وَ لِيَّا فَقَدْ اَذْنَتْهُ بِالْحَرْبِ** (ترجمہ: جو ہمارے کسی دوست سے عداوت رکھے تو میں اس سے جنگ کرنا چاہتا ہوں)۔ شاہجہاں یہ سن کر کانپ گئے اور کہا اب کیا کروں۔ عالمگیر نے کہا میرے ہاتھ سے سلطنت بھیج دیجئے۔ بہت منت کی، تب کہیں بات رفع دفع ہوئی۔ یہ لوگ مقتدا بننے کے قابل ہیں آج ایسے لوگ نہیں، اس لئے عمل قرآن پر نہیں۔

دوسری وجہ جو مسلمانوں کو غارت کر رہی ہے وہ وہ اشعار ہیں جو جی میں آیا کہدے عمل تو کرنا ہے نہیں۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس بستی میں واعظ یا شاعر رحمت سنا کر نڈر کر رہا ہو تو اس بستی سے شیطان چلا جاتا ہے، اب لوگ فوش ہو رہے ہوں گے منیئے شیطان کیوں چلا جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میرا نائب بہکانے والا پیدا ہو گیا ہے اب مجھے یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ رحمت کی آیتیں ان کے لئے ہیں جو مارے خوف کے کھانا پانی چھوڑ دے ہوں جیسے صحابہ نہ کہ ہم جیسے غافل۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف یا عشق و محبت میں جو اشعار ہیں وہ قابل عمل ہیں۔ شاعر نے جو کچھ لکھا، کم لکھا، حضرت اس سے ہی زائد ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمل ہرگز نہ کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں جنت کی ہم کو کیا پرواہ ہے

حکایت | ایک بزرگ کے پاس ایک شخص آیا کہ دس روپیوں سے مجبور ہو گیا ہوں
دلا دیجئے۔ پھر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتوں میں کہا کہ مجھے جنت کی کیا پرواہ اور

روزخ کا کیا ڈر۔ بس روپے میں تو ان کو صبر نہ ہوا، اگر خدا خواستہ کل سب کو جنت دیجائے
اور ان کو نہ ملے تو کیا ان کو صبر آئے گا۔ ابھی فوجدار ہی مقدمہ ہو تو ہوش اڑ جاتے ہیں،
پھر روزخ کا خوف نہیں کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

قرآن تو جنت کو "قَوْزٌ عَظِيمٌ" (بڑی کامیابی) فرما رہا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ مجھے
جنت کی کیا پرواہ اور کہتے ہیں کہ مجھے موت سے کیا ڈراتے ہو، موت سے تو وصال ہو گا۔
مالانکہ موت سے تو قرآن ڈرا رہا ہے اور یہ کہتا ہے کہ موت کا کیا ڈر۔ اس کا نتیجہ یہ ہونا
ہے کہ انسان جو موت کے ڈر سے نیک کام کرتا ہے وہ سب چھوڑ کر بے فکر ہو جاتا ہے ابھی
موت آنے دو کونے کونے پھینتے پھر وگے۔

سنو صابو! ایک اور بات سنو۔ یہ مشہور بات ہے کہ جدھر رب ادھر سب۔

آج کل حج کا زمانہ ہے، حاجی چلے جا رہے ہیں، معلوم ہے آپ کو یہ کہاں جا رہے
ہیں، یہ غار کعبہ کی زیارت کو چوٹوں سے مسلمان چلے جا رہے ہیں، کیا آپ کو یہ آرزو ہے کہ
جیسے کعبہ کے طواف کے لئے لوگ تمام دنیا سے چلے آ رہے ہیں ایسا ہی ہماری قبر کی زیارت
کو تمام جہاں کے فرشتے چلے آئیں، وہ حدیث سنو جو خطیب اور ابو نعیم، امام سیوطی روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ قرآن سیکھو اور لوگوں کو
سکھاؤ۔ قرآن سنتے، بتاتے رہو تو فرشتہ تمہاری قبر کی زیارت کو ایسے آئیں گے جیسے لوگ
کعبہ کی زیارت کو آتے ہیں، اس سے زیادہ آپ کو نسا مرتبہ چاہتے ہیں۔ قرآن کعبہ سے
بھی افضل ہے۔ کعبہ کی مخالفت ابا بیل سے کی گئی، قرآن کی حفاظت خود رب جلیل فرماتے
ہیں: **إِنَّا نَحْنُ مُدَبِّرُوهُ** اور **وَأَنَّا لَمُحْفَظُونَ** (رکوع۔ سورہ حجر)

ترجمہ: ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم (ہی) اس کے محافظ ہیں۔

داری کی حدیث میں داروہ ہے کہ قرآن مجید خدا کے تعالیٰ کو ساری مخلوق سے زیادہ

پیارا ہے، اگر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ سننا چاہتے ہیں تو قرآن پڑھو اور سنو۔ اگر خدا سے باتیں کرنا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو اور تراویح میں سنو۔ قیامت کے قریب قرآن اور کعبہ دونوں اس عالم سے اٹھائے جائیں گے، غور کیجئے کہ جب یہ دونوں دنیا سے اٹھائے جائیں گے تو ان کو دنیا سے جدا کرنے والا کون ہے، اس وقت آپ کو دونوں کے مراتب کا فرق معلوم ہوگا۔ سنئے کعبہ کو ایک حبشی غلام عالم ہونے کے بعد اگر زمین کے برابر کر دیگا اور قرآن کو افسر ملائکہ یعنی جبرئیل امین علیہ السلام اٹھا کر لے جائیں گے۔

دوستو! سچ فرمائیے کہ کیا اس شان کا قرآن ہم کو صرف اس واسطے ملا ہے کہ ہم اسکو طاق میں رکھ چھوڑیں جو خدا کی نعمت کی قدر نہ کرے فرمائیے اس کی کیا سزا ہے، اس کی ہی سزا ہے کہ آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل و خوار کر دیئے جائیں، طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار ہو جائیں، آخر دل ہی تو ہے، اس لئے اس وقت دو سوال آپ کے دل میں پیدا ہو رہے ہوں گے :-

پہلا تو یہ سوال آپ کا دل کر رہا ہوگا کہ بے شک قرآن پر عمل کرنا چاہیے لیکن نفس و شیطان کی وجہ سے قرآن پر عمل نہیں ہو سکتا، کوئی ایسی تدبیر بتلائیے کہ قرآن پر عمل آسان ہو جائے۔ دوستو! میں کیا تدبیر بتلاؤں، قرآن میں خدا خود تدبیر بتلا رہا ہے وہ تدبیر یہ ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں سے بیس منٹ ہی سمی سونے وقت ہی سمی، اس لئے کہ لیٹر پر لیٹتے ہی نیند تو نہیں آیا کرتی، آتے آتے ہی آتی ہے، اس لئے اسی وقت یہ سوچا کرو، اور نفس سے کہا کرو کہ اے نفس تو کیوں ہلاک ہوتا ہے۔ قرآن شریف پر عمل نہ کرنے سے مجھے کچھ خبر بھی ہے، کیا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے، تو چاہتا ہے کہ دنیا میں اچھا رہے مگر یاد رکھ قرآن چھوڑنے سے تو کبھی اچھا نہیں رہ سکتا۔ اگر نہیں سنہے تو پھر سن: **كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فِجَاءَهَا يَأْسُنَا بِنَاتِهَا أُولَئِكَ قَائِلُونَ** (پ۔ رکوغ۔ سورۃ اعراف)

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا، اور ان پر بہار اعداب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ کلام الہی چھوڑنے والوں کو ہم نے تباہ و برباد کر دیا اور کر دیں گے، یکا یک بلاؤں میں مبتلا کر دیا اور کر دیں گے اور سزا دینگے

آتا ہے، خیر دنیا تو یوں ربا دہو جائے گی۔ اے نفس! خوب سوچ کہ ایک دن تجھ کو دنیا چھوڑنا ہے اور قبر میں جانا ہے، قبر میں ایک دریچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک تک کھولتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منہ دکھانا ہے، ایسے میں اگر قرآن آکر کہے کہ یا رسول اللہ یہ ظالم دنیا میں مجھ کو چھوڑ دیا تھا۔ اس وقت کی اپنی حالت کو سوچو، پھر میدانِ حشر قائم ہوگا: "فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ هَٰذَا" (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: پھر ہم ان لوگوں سے مزدور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے، اور ہم پیغمبروں سے بھی مزدور پوچھیں گے۔

ہم امت سے پوچھیں گے کہ کیوں کیا ہمارا قرآن تم کو ملتا تھا پیغمبر سے سوال ہوگا کہ کیوں کیا آپ ہمارا قرآن پہنچا دیے تھے۔ حضور تو فرمادیں گے کہ الہی میں نے پہنچا دیا ہے، اب بتاؤ ہم کیا کہیں، اگر نہیں کہیں تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا ہے اور اگر ہاں کہیں تو حکم ہوگا کہ پھر تم نے اس قرآن کے ساتھ کیا کیا۔

اے نفس! سچ بتا، اس وقت کیا جواب دے گا تھوڑی دیر کے لئے فرض کرو کہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے گا مگر وہاں تیری جھوٹ نہ چل سکے گی: "فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَ مَا كُنَّا غَائِبِينَ هَٰذَا" (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: (پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں) ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے ہم تم سے غائب نہیں ہیں، ہم تو تمہارے پاس ہر وقت موجود ہیں، ہم اپنے علم سے تم کو قائل کریں گے، لوح محفوظ دکھائیں گے، نامہ اعمال سنائیں گے۔ اے نفس! تو کس کسکو جھٹلائیگا، نبی کو، لوح محفوظ کو، نامہ اعمال کو، فرشتوں کو، ہاتھ پاؤں کو، خود قرآن یا خدا سے تعالیٰ کو۔

دیکھ ایسی شرمندگی کا وقت آنے والا ہے، اب بھی موقع ہے کہ قرآن شریف پر توجہ کرے ورنہ یاد رکھ اس پریشانی کے وقت جو میدانِ قیامت میں رہے گی، ادھر میزان یعنی ترازو کھڑا کر دیا جائے گی: "وَالْوِزْنُ يُوَسِّدُنَا الْحَقُّ هَٰذَا" (پ۔ رکوع۔ سورہ اعراف)

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا۔

اُس روز اعمال کا وزن ہوگا، ایک پلڑے میں نیکی اور دوسرے پلڑے میں بدی رکھی جائیگی
 ”مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ“ (آیت - رکوع - سورہ اعراف)

ترجمہ: پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

جن کے اعمال نیک کا پلڑا بھاری ہوگا ان کو چھٹکارا اور کامیابی ہے ”وَمَنْ خَفَّتْ
 مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ“ (آیت - رکوع - سورہ اعراف)

ترجمہ: اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔
 جن کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگا، وہ خسارہ میں پڑے گا، نقصان پائے گا۔ اے نفس!
 خسارہ اور نقصان کی وجہ بھی تجھ کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے۔ ”مَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَتَذَكَّرُونَ“
 ترجمہ: بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

ہمارے قرآن کی آیتوں پر ظلم کئے یعنی اس پر عمل نہ کئے کہ جس کی وجہ سے یہ خسارہ
 بھگتنا پڑے گا اور دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اور قرآن کو پھوڑنے والے، اے نفس سنا خدا تعالیٰ
 کیا فرما رہا ہے اگر تو چاہتا ہے کہ نیکیوں کا پلڑا بھاری رہے تو اُٹھ، سنبھل اور قرآن پر عمل کر،
 پھر دیکھ تیری نیکیوں کا پلڑا کس طرح بھاری ہوتا ہے، ترازو کے پاس ایک فرشتہ کھڑا ہوگا
 اور جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا اس سے کہے گا کہ تو نیک نصیب ہے اب کبھی بد نصیب
 نہ ہوگا، اور جس کی نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اس سے کہے گا کہ فلاں کا بیٹا فلاں بد نصیب ہے۔
 اس کے ساتھ ہی دوزخ کے فرشتے پلکیں گے۔

میزان

حدیث | جب میزان بنائی گئی اور فرشتوں نے دیکھا کہ اس قدر بڑی ہے کہ جس میں زمین
 اور آسمان تل سکیں، تب کہا کہ اہلہ! اس میں کیا چیز تولی جائے گی، اتنی نیکیاں

کہاں سے آئیں گی، ارشاد خداوندی ہوا کہ تول کے وقت دیکھ لینا۔

اے نفس! فرشتوں کو بھی حیرت تھی اگر تو نیکیوں کے پلڑے کو بھرنا چاہتا ہے تو قرآن پر
 عمل کر، کیوں کہ ارشاد ہوتا ہے۔

حدیث | اگر تم نیکیوں کی زندگی، شہیدوں کی موت، حشر کے دن نجات، قیامت کی گری
 کے دن سایہ اور گمراہی سے ہدایت چاہتے ہو تو ہمیشہ قرآن پر عمل کرو، پڑھو، سنو،

یہ کلام الہی شیطان سے محفوظ رہنے کا قلعہ اور میزان کا جھکا دینے والا ہے۔
حدیث دو کلمے ہیں، خدا کے پیارے، زبان پر ہلکے، میزان میں بھاری، وہ سُبْحَانَ اللَّهِ بِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ ہے۔

حدیث ایک روز موسیٰ علیہ السلام ذکر کئے کہ الہی مجھے کوئی ایسی بات سکھا کہ جس سے میں تیرا ذکر کروں فرمایا "لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ" کہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا الہی! یہ تو تیرے سب بندے کہتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھ کو کوئی خاص ذکر بتلا، حکم ہوا موسیٰ! تمہارا خیال کہ صحرے، اگر ساتوں آسمان اور ان کے محافظ فرشتے سوائے میرے اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ایک پلڑے میں تو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کا پلڑا بھاری ہوگا۔

حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائے کیا میں تم کو دو باتیں بتلاؤں کہ جو عمل کرنے میں ہلکے اور میزان میں بھاری، (وہ یہ ہیں) (۱) حسن خلق (۲) خاموشی۔

حدیث اہل وعیال کا نفقہ میزان میں رکھا جائے گا تاکہ نیکی کا پلڑا بھاری ہو۔

حدیث ایک شخص کے مختصر اعمال رہیں گے، اس لئے وہ میدان قیامت میں گہرائے گا اتنے میں ابر کی طرح کوئی چیز اگر میزان میں گرے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ دنیا میں، تو جو خیر کی تعلیم دیا کرتا تھا یہ اس کا ثواب ہے۔

حدیث میدان قیامت میں حضرت آدم علیہ السلام عرش کے پہلو میں کھڑے ہونگے دو سبز کپڑے ان کے جسم پر ہوں گے اور دیکھتے ہوں گے کہ کون ان کی اولاد میں سے

دوزخ میں ڈالا جاتا ہے، یکا یک آپ کیا دیکھیں گے ایک امتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوزخ کی طرف جا رہا ہے، آدم علیہ السلام فرمائیں گے یا احمد! آپ فرمائیں گے بیٹک، آدم علیہ السلام فرمائیں گے دیکھئے آپ کی امت کا ایک شخص دوزخ میں جا رہا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں دامن کمر پر کس کر دوزخ کے فرشتوں کی طرف لپکوں گا اور کہوں گا کہ اے میرے رب کے فرشتو! ذرا ٹھہرو، فرشتے کہیں گے کہ ہم سخت اور سنگ دل ہیں اللہ کے حکم کا خلاف نہیں کر سکتے۔ آپ مایوس ہو کر بائیں ہاتھ سے پیشانی مبارک پکڑیں گے،

اور عرش کی طرف متھ کر کے کہیں گے کہ اے رب! مجھے وعدہ کے موافق امت کے بارے میں رسوا نہ کر، خدا کے تعالیٰ عرش سے ارشاد فرمائے گا اور یہ آواز آئے گی "أَطِيعُوا مُحَمَّدًا" حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اس گنہگار کو لاؤ میں اپنے حبیب کے پاس سے انگل بھر کا کاغذ نکالوں گا، نیکی کے پلٹے میں بسم اللہ کہہ کر رکھ دوں گا۔ اس کے ساتھ ہی نیکیاں بھاری ہو جائیں گے تب پکارنے والا پکارے گا کہ یہ نیک نصیب ہوا اسکو جنت میں لے جاؤ۔ وہ کہے گا میرے ماں اور باپ آپ پر قربان، کیا اچھا آپ کا چہرہ ہے اور کیا اچھے آپ کے اخلاق ہیں، اس بے کسی میں آپ مدد فرمائے ہیں، آپ کون ہیں میں کہونگا "أَنَا نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ" وَهَذَا صِدْقٌ الَّذِي تُصَلِّيُهَا عَلَيَّ."

ترجمہ: میں تیرا نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور یہ کاغذ کا تکرر اجویں نیکی کے پلٹے میں ڈالا وہ تیرا درد و شریف تھا جو تو دنیا میں پڑھا تھا مجھ پر۔

حدیث | شہیدوں کے خون سے علماء کی سیاہی بڑھ جائے گی۔

حدیث | ایک شخص حضرت کے پاس خوفِ الہی سے رو رہا تھا جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا سب اعمال تو لے جائیں گے مگر آنسوؤں کا تو لانا کیا ہے، بس اس سے دوزخ کی آگ بجھائی جائے گی۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ بدی کا پلڑا بھاری ہو رہا تھا کہ یکا یک اس نے دیکھا کہ ایک تھیلی نیکیوں کے پلٹے میں گری اور اس کو بھاری کر دی اور کسی نے کہا کہ یہ وہ مٹی ہے کہ جو تو ایک مسلمان کو دفن کے وقت اس کی قبر پر ڈالا تھا۔

حدیث | ایک شخص کے میدانِ قیامت میں نیکی اور بدی کے دونوں پلٹے برابر ہونگے، ایک کلمہ بدی کے پلٹے میں گرے گا اور برائی بڑھ جائے گی اور اس کو دوزخ کی طرف لجاؤں گے وہ کلمہ کیا ہوگا وہ کلمہ آف ہوگا جو اس نے ماں باپ کو کہا تھا۔ باپ بھی اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ کی طرف جا رہا ہوگا بیٹیا کہے گا کہ آخراً میں تو دوزخ کی طرف جا رہا ہوں، اس لئے میری نیکیاں میرے باپ کو دیکھئے اور ان کو جنت میں بھیج دیجئے حکم ہوگا دنیا میں عاق تھا اور آخرت میں فرماں بردار۔ جاؤ دونوں جنت میں جاؤ۔

حدیث

بہت سی نیکیاں پلڑے میزان میں واپس کر دی جائیں گی، فرشتے عرض کریں گے
ابنہی! ہم نے جو دیکھا وہ اس کے نامہ اعمال میں لکھا، اس لئے ان کو نیکیوں کے
پلڑے میں ڈالنے حکم ہو گا یہ نیکیاں میرے لئے نہ تھیں، ربا کے لئے تھیں (اس لئے واپس
کر دی جائیں گی)

صاحبو! مذکورہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میدانِ قیامت بڑی پریشانی کا
دن ہے، اس دن اس شخص کو آرام ملے گا کہ جس سے قرآن راضی رہے، ورنہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے "إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا" (پہ۔
رکوع ۱۰ - سورہ فرقان) ترجمہ: اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے اس قرآن کو
(جو کہ واجب العمل) تھا بالکل نظر انداز کر دیا۔

تو اس وقت کوئی نیکی میزان میں کام نہ آئے گی۔

غرض اس طرح آپ روزانہ سوچئے تو ان شاء اللہ قرآن پر عمل آسان ہو گا۔

دوسرا سوال - یہ دل میں آتا ہو گا کہ قرآن پر ہم کیسے عمل کریں؟ عربی آتی نہیں، اس
سے واقف نہیں۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ قرآن سنتے سنا تے رہو، اور ساری نفعہ عمل قرآن
ہے، جو کرو یا کہو اس کے بارے میں سوچو، اس کا کیا مسئلہ ہے، اس طرح قرآن کے آپ عامل ہو جائیں گے

تراویح - فضائل قرآن | اِنَّ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

(پہ۔ رکوع ۱ - سورہ انفال) ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے)
اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ پتے اور پکے مسلمانوں کی نشانیاں بیان فرماتا ہے،
ان نشانیوں کو سنئے اور پتہ ساری حالت پر غور کیجئے۔ نہ عقائد کی پرواہ ہے نہ اعمال کی

فکر، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: مسلمانو! اپنی وقت نماز پڑھو، گوزبان سے نہ کہیں مگر اپنی حالت
سے تو مسلمان کہتے ہیں کہ نہیں پڑھتے، اگر اس طنز نہیں کہتے تو پھر نماز کیوں نہیں پڑھتے۔

رمضان المبارک کے جمعینے میں کہا جاتا ہے کہ روزہ رکھو، یہ نہیں رکھتے۔ سنا جاتا ہے کہ تراویح

پڑھو، یہ نہیں پڑھتے۔ اگر آپ کا بھی نوکر آپ کی ہر بات پر عمل نہ کرے تو کیا آپ اس کو نوکر سمجھیں گے، اسی طرح خدائے تعالیٰ کی ہر بات پر عمل نہ کر کے پھر کس طرح مسلمان سمجھے جائیں پھر لطف یہ ہے کہ جو جس حال میں ہے اس کو برا نہیں سمجھتا۔ بے نمازی کہتے ہیں کہ کیا نماز نہیں پڑھے تو مسلمان نہیں رہتے۔ اور بے روزہ دار کہتے ہیں کہ کیا روزہ نہیں رہے تو مسلمان نہیں رہتے۔ مسلمان کی ایک بات بھی نہ کریں، ایک عمل بھی نہ کریں، پھر مسلمان کے مسلمان اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ" (پا۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ: اور اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

جو خدا اور رسول کا حکم نہ مانے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سچا مسلمان نہ سمجھا جاتا تھا۔ جنگ تبوک کے لئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو حضرت کی اطاعت نہ کرنے کے لئے یہ حیلہ کئے کہ "لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ" (پا۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ)۔

یہ گرمی کا موسم ہے ایسے وقت کہیں باہر نکلا کرتے ہیں قُلْ حُكْمُهَا آيَاتُهَا مِنْ رَبِّهَا
"فَارْجِعْنَهَا اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ" (پا۔ رکوع ۱۱۔ سورہ توبہ)۔

معلوم ہے دوزخ کی آگ کیسی آگ ہے، یہ دنیا کی آگ، دن میں (بما ستر مرتبہ دوزخ کی آگ سے پناہ مانگتی ہے، پھر غور کیجئے وہ کیسی آگ ہوگی، جب یہاں کی گرمی کی برداشت نہیں ہے، گھر سے باہر نہیں نکلا جاتا، تو کل دوزخ کی آگ کو کس طرح برداشت کرو گے کچھ تو سمجھو۔

اسی طرح بے روزہ دار کہتے ہیں کہ رمضان سخت گرمیوں میں آگئے ہیں، ایسے وقت کہیں روزہ رکھا جا سکتا ہے ان سے کہیے "فَارْجِعْنَهَا اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُوْنَ" (پا۔ رکوع ۱۱۔ توبہ) جب یہاں گرمی کی شدت برداشت نہیں کر سکتے، روزہ نہیں رکھا جاتا تو کل دوزخ کی آگ اور وہاں کی بھوک اور پیاس کی تکلیف کیسے برداشت کرو گے کچھ تو سمجھئے۔

انسوس! لوگوں نے گرمی کو دیکھا، بھوک پیاس کو دیکھا مگر روزہ کے فائدوں کو نہ دیکھا، گنتی کے چند روز جو دیکھتے دیکھتے ختم ہو جاتے ہیں۔

روزہ میں دن صلال چیزوں سے روکا جاتا ہے، رات کو اجازت ہے، دن کے

روزہ کی
برکات

وقت ترستے ہیں، حکم ہوتا ہے، خیر دار نہ کھائیں، یہ نفس پر بے حد شاق گذرتا ہے، نفس تمللاتا ہے، مگر حکم ہے اس لئے رکنا ہے، نفس کو رکنے کی عادت پڑ جاتی ہے، رکنے کی مشق ہو جاتی ہے، پھر برائیوں سے رکنا آسان ہو جاتا ہے، شیطان یاوس ہو جاتا ہے کہ یہ بندہ صرف خدا کا حکم ہونے کی وجہ سے حلال چیزوں سے رک رہا ہے تو یہ حرام امور میں میری کیا اطاعت کرے گا۔

صاحبو! آپ نے غور کیا کہ آپ سے جو روزہ رکھا ہے، میں اس کی وجہ کیا ہے سنئے۔ آپ کا دل بیمار ہو گیا ہے اور روزہ اس کی دعا ہے۔ گرتے ماں کو دشمن سمجھتا ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے مگر یہ بچہ کی حماقت ہے بلکہ ماں کی محبت کا تقاضہ ہے کہ کڑوی دوا پلاتی ہے تاکہ صحت ہو جائے، ہمارا دل اور روح جب دنیا میں آئے تھے تو تندرست تھے یہاں آکر بیمار ہو گئے ہیں، خدا چاہتا ہے کہ روح و دل کو صحت ہو جائے، اس لئے روزہ کی دوا تجویز کی گئی۔ ہائے کس محبت سے روزہ کی دوا پلاتے ہیں۔ جیسے کوئی محبت بھری ماں بچہ کو کہتی ہے کہ میاں تم دوا اپنی لو، ہم تم کو ایک روپیہ دیں گے، ایسا ہی روزہ کی دوا پلاتے ہیں، تاکہ بندہ کو صحت ہو، مگر صرف دوا نہیں پلاتے بلکہ یہ کہتے جاتے ہیں، مسلمانو! یہ روزہ کی دوا اپنی لو، ہم تم کو جنت دیتے ہیں، جو دیتے ہیں خود اپنے آپ کو دیتے ہیں، عقلند سچہ سمجھتا ہے کہ پینا تو ضرور ہے ورنہ روپیہ بھی جائے گا اور دوا پینا تو ضرور پڑے گا۔ اسی طرح سمجھو دار مسلمان سمجھتا ہے کہ روزہ پینا تو ضروری ہے ورنہ اس کا آخری نفع جو اوپر نہ کو رہا جاتا رہے گا، اس کے بارے میں مزید کچھ سنئے:-

حدیث | معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو قوی ہیکل تھا اس کے (۱۰۰) ہزار سر تھے اور ہر سر میں (۷۰) ہزار زبان، اس کی تسبیح کی خوش الحانی سے عرش کو حرکت ہوتی ہے۔ عرش کے سیدھی طرف اس کا مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس فرشتہ کو صرف اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ تسبیح کرے اور اس کا ثواب آپ کی امت کے روزہ داروں کو دیا جائے گا، اور اس کے سامنے ایک صندوق ہے، اس پر نور کا قفل

پڑا ہوا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا یہ کیا ہے۔

عرض کئے فرشتے اس میں آپ کے روزہ داروں کی دوزخ سے رات لکھ کر رکھتے ہیں،
مبارک ہو آپ کو اور آپ کی امت کو۔

حدیث | جب قیامت قائم ہوگی، لوگ قبروں سے اٹھیں گے حکم ہوگا داروغہ جنت
کو کہ رضوان! میں نے روزہ داروں کو قبر سے اٹھایا ہے، میرے واسطے وہ

بھوکے پیاسے رہے تھے، ان کو جنت میں آنے کا انتظار ست کراؤ، یہیں میدانِ قیامت میں
کھانا لے چلو۔ تب رضوان آواز دیتے ہی بے گنتی غلمان جمع ہو جائیں گے، میوے،

کھانے، شربت وغیرہ لے کر حاضر ہوں گے۔ ایک ایک شخص کی خاطر کر کے رضوان کہیں گے
”كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ“ ۲۹

رکوع ۱۔ سورہ الحاقہ (ترجمہ) اور حکم ہوگا کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے
صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا) میں کئے تھے۔

غرض صرف روزہ کا حکم نہیں دیتے، روزہ کا حکم دے کر اس طرح کی ہزاروں
چیزیں دیتے ہیں، کوئی بد نصیب اس پر بھی روزہ نہ رہے تو حضور فرماتے ہیں ذلیل ہوئے
رہو، فراب ہوئے صحابہ نے عرض کیا کون یا رسول اللہ! آپ فرمائے کہ جس کے پاس
رمضان آئیں اور وہ ان کی قدر کر کے اپنی مغفرت نہ کرائے۔

سب سے بڑا فائدہ روزوں کا یہ ہے کہ سچے مسلمانوں کی پہلی علامت اسی روزہ کی
برکت سے حاصل ہوتی ہے، دل کا زنگ دور ہونے اور نفس اپنی شرارت سے باز آنے کیلئے
روزہ ایک خاص نسخہ ہے، اسی لئے روزہ میں اعمال خیر کا خیال پیدا ہو جاتا ہے، کیسا ہی شخص
ہو ضرور کچھ نہ کچھ نیک کام کرتا ہے، بشرطیکہ دل پر طبع و ختم (مہر) نہ ہو گیا ہو۔ ورنہ نہ وہ روزہ
رکھے گا نہ نیکی کی توفیق ہوگی۔

حدیث | خدائے تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا اور کہا آگے آ، وہ آگے آگئی۔ پھر کہا پیچھے ہٹ
پیچھے ہٹ گئی۔ پھر عقل سے کہا کہ میں نے تیرے سے زیادہ کوئی چیز مغفم و مکرم نہیں

پیدا کی، پھر نفس کو پیدا کیا اور کہا آگے آگے نہ آئی، تب کہا پیچھے ہٹ، پیچھے نہ ہٹی، دوزخ سے ڈرایا، وہ مخالفت ہی کرتی رہی۔ بھوک، پیاس کی تکلیف دیا فوراً اطاعت کرنے لگی۔

دوزخ سے ڈرانے سے وہ کام نہ نکلا جو بھوکا پیاسا رکھنے سے نکلا، اس لئے روزہ مقرر کیا، تاکہ نفس کی شرارت چھوٹے، دوزخ سے جو کام نہ ہو سکا تھا وہ اصلاحِ نفس کا کام رمضان المبارک سے نکلا، نفس کی صفائی اسی رمضان المبارک سے ہوتی ہے، دل کی نرمی اسی رمضان المبارک سے پیدا ہوتی ہے، پھر سچے اور پکے مسلمانوں کی پہلی علامت پیدا ہو جاتی ہے یہ اور بات ہے کہ بد پرہیزی سے نفع ضائع کرتے رہیں، بد پرہیزی کا ذکر عنقریب کرتا ہوں۔ اس آیت شریف میں ارشاد ہوتا ہے: **إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ** (پ ۹۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

جب اللہ تعالیٰ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے اس کے پیارے نام سے کچھ ایسی عظمت ان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت اور خوف کا کچھ ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ کانپ جاتے ہیں، نافرمانی کو رہا ہے مگر خدا کا نام لیتے ہی فوراً باز آجاتا ہے۔

جب کسی بندے کے روئیں، خدا کے خون سے کھڑے ہو جاتے ہیں تو اس کے **حدیث شریف** گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے سوکھے درخت کے پتے اور اللہ تعالیٰ اس پر آتشِ دوزخ حرام کر دیتا ہے۔

حکایت | ہارون الرشید کی بیگم زبیدہ کو اس کی وفات کے بعد کسی بزرگ نے پوچھا کہ کیسی گزری، اس نے کہا کہ خدا نے بخش دیا۔ انہوں نے کہا کہ کونسا عمل کام آیا۔ شائد نہر زبیدہ جو آپ مکہ میں کھدوائے تھے کام آئی، اس نے کہا نہیں بلکہ وہ عمل تو لوگوں میں بٹ گیا جن جن کا روپیہ خزانہ میں آکر نہرنیلے میں خرچ ہوا تھا اس کا ثواب انہیں کو مل گیا۔ پھر کہا سنئے، میری بخشش کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ میں اپنی سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی اور شراب پی رہی تھی، جام شراب میرے ہاتھ میں تھا میں اس کو منہ سے لگائی تھی کہ عین اسی وقت اذان کی آواز اللہ اکبر اللہ اکبر کان میں آئی، یہ آواز سنتے ہی کان آواز کی طرف متوجہ ہوئے

وہ نام کاؤں کے راستہ سے دل میں پہنچا، نام کی عظمت سے دل لرز گیا، کانپ اٹھا، فوراً اپنے شراب کا پیالہ ہاتھ سے گرا دیا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ زبیرؓ تو وہی ہے ناکہ جو تو نے ہمارے نام کی عظمت سے شراب کو دُور کر دی تھی، آج ہم تیرے سے اپنے عذابوں کو دُور کرتے ہیں۔

دوسری علامت سچے اور پکے مسلمانوں کی یہ ہے کہ "وَإِذَا قِيلَتْ عَلَيْهِمُ آيَةٌ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا" (پہا۔ رکوع ۱۔ سورہ انفال)

ترجمہ: اور جب اللہ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ (آیتیں) ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں۔

جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو ان کا ایمان اور زیادہ مضبوط ہوتا ہے قلب میں ایک اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ صوفیاء کے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا ہے کہ ایمان ایک نور ہے جس قدر دل کا روزن وسیع ہوتا ہے اسی قدر نور ایمان اس دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا روزن بہت کشادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی اس دل میں بہت آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حکایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب قریش نے بہت مجبور کیا اور نماز میں قرآن پڑھنے سے منع کیا، روح کی غذا ہی بند ہو جائے تو زندگی کیسے ہو اس کا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اجازت لے کر ملک حبش کی طرف ہجرت کئے، راستہ میں ربیعہ کا فریاد عرض کیا ابوبکرؓ! کہاں جاتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے میری قوم نے نکال دیا اب اور کہیں ایسی جگہ جاتا ہوں کہ جہاں بیٹھ کر اللہ کی عبادت کروں، اور اطمینان سے قرآن پڑھوں، ربیعہ نے کہا کہ آپ جیسا مبارک شخص اس قابل نہیں ہے کہ وطن سے نکالا جائے آپ کے اخلاق، آپ کی صلہ رحمی، بیوہ، یتیم کی پرورش وغیرہ اعلیٰ درجہ کے صفات آپ میں ہیں، آپ میرے امان میں آئے اور گھر چل کر خوشی سے عبادت کیجئے، حضرت ابوبکرؓ اس کے ساتھ واپس ہوئے، ایک دن آپ گھر کے باہر موسم گرما میں، ایک جگہ مختص کر کے تہجد کی نماز

قرآن کا اثر

پڑھنے لگے، تہجد کی نماز میں آپ قرآن بہت پڑھتے تھے، پڑھتے جاتے تھے اور خوفِ الہی سے روتے جاتے تھے، اب صدیق اکبرؓ کی نماز ہے، پھر نماز میں قرآن، پھر قرآن پڑھتے ہوئے خوفِ الہی سے روتے جاتا، یہ بہت سی بجلیاں جمع ہو گئیں، آپ کی آواز سن کر مشرکوں کی عورتیں اور بچے جمع ہونے لگے، قرآن مجید نے انکے دل میں اثر کرنا شروع کیا، کفار گھبرائے اور ربیعہ کے پاس دوڑے آئے کہ ربیعہ واہ، واہ، خوب بلا مول لائے، قرآن پڑھتے ہیں یا جادو کرتے ہیں کہ ہماری عورتیں، بچے اور غلام سب کے سب مسلمان ہو جانے کی توبت آئی ہے جلدی اس کا انتظام کرو، ابو بکرؓ کو منع کرو کہ گھر کے باہر نماز نہ پڑھیں، ربیعہ نے کہا ابو بکر یا تو قرآن گھر میں پڑھو، یا میرا امان واپس کر دو، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تیرا امان مجھ کو واپس کرتا ہوں۔ خدا کا امان مجھے بس ہے۔

یہ ہے قرآن، یہ ہے اس کی تلاوت جو ایمان مضبوط کو قوی ہے۔ ہائے کیا مزہ آتا ہوگا کہ طرح طرح کی مصیبتیں جھیلتے تھے مگر نماز میں قرآن پڑھنا نہیں چھوڑتے تھے، یہی قرآن ہے کہ جس کی تلاوت نے ایمان بڑھاتے بڑھاتے اس درجہ تک پہنچایا۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے اور میری تمام حدیثیں اس کا ایمان ایک پلڑے میں رکھا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پلڑا جھک جائیگا اس قرآن کے پڑھنے میں وہ مزہ آتا ہے کہ جانیں تک اس سلسلے میں ختم ہو گئی ہیں۔

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک میں کھانا پکانے کے لئے مجھ کو ایک باندی کی ضرورت ہوئی، اس لئے آپ بازار گئے،

اتفاق سے ایک ایسی باندی ملی کہ جس کی صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی کے فراق میں جلی بھنی ہوئی ہے، آپ اس کو خرید لائے، دن آٹھ گزرا اور جب رات ہوئی تو اس اللہ کی بندی نے نماز کی نیت باندھ لی، اور پہلی رکعت میں سورہ بقرہ کو اس نے اس خوبی سے تلاوت کیا کہ ہم کہیں نہیں سنے تھے اور دوسری رکعت میں اللہ عزوجل تیسری رکعت میں سورہ نساء، غرض ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورہ اس نے تلاوت کیا، جب سورہ ابراہیم کے اس مقام پر پہنچی کہ جہاں دو زخیوں کا ذکر ہے "وَجَدَتْ قُلُوبَهُمْ حُرًّا" بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی

سب لوگ اس کو اٹھانے کے لئے دوڑے مگر وہاں رکھا ہی کیا تھا کرتے ہی کام تمام ہو گیا تھا
مردہ پڑا ہوا تھا۔

ن۔ ہائے! اس قرآن کے مژہ نے جان تک لے لی۔

جب رات کے وقت نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتے قرآن کی آواز
سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے کو آتے ہیں، اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ
رہتے ہیں، سب قرآن سننے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں۔

امام احمد حنبلی خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھے عرض کئے الہی! کونسی ایسی عبادت ہے
کہ جس کے ادا کرنے سے بندہ تیرا مقرب بنتا ہے۔ ارشاد ہوا تلاوت قرآن سے، عرض کئے
سمجھ کر تلاوت کرنے سے یا بغیر سمجھنے تلاوت سے، ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ بندہ قرآن کو
سمجھ کر پڑھے یا بغیر سمجھے پڑھے، دونوں طرح کا پڑھنا مقرب بناتا ہے اور ہر حرف کے بدلے
(۱۰۰) نیکیاں اور اتنے ہی درجے ملتے ہیں، اتنے ہی گناہ مٹائے جاتے ہیں، قرآن مجید کے
کل حروف ایک کروڑ (۲۷) ہزار ہیں۔ صاحبو! اس سے اندازہ لگائیے کہ کتنی نیکیاں ملیں گی
اور کتنے گناہ مٹائے جائیں گے۔ اس طرح کی نعمت بٹتی ہے، آؤ لو، اور جو اس نعمت کو
لے رہے ہیں، ان کو مبارک ہو، خدائے تعالیٰ کا اس امت پر کس قدر احسان ہے کہ اس
اس امت کے لئے کیسے کیسے گل دریاں تیار کئے ہیں، کوئی کچھ خدمت کر رہا ہے اور کوئی
کچھ، ایک حافظ قرآن ہی کو لیجئے اگر یہ نہ ہوتے تو کیا ہم اس نعمت کو حاصل کر سکتے تھے اس
نئے ارشاد ہے :-

ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ فرما رہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد
فرمائے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کے نزدیک حافظ قرآن سے زیادہ کسی کی عزت

نہیں ہے۔

غرض پیغمبروں کے بعد حافظ قرآن کا مرتبہ اور درجہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے
روزہ کہے گا کہ میں نے دن کو کھانا پانی چھوڑا تھا، اس لئے اے خدا اسکے

حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اس کے بعد قرآن شریف عرض کریں گے الہی! میں نے رات کو اس کی نیند چھڑائی تھی، اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ دونوں کی شفاعت قبول فرمائیں گے۔

اس لئے تراویح میں پورا قرآن سننا سنت موکدہ ہے۔ ایک بزرگ اس کے عجیب معنی بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ "كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: تم لوگ اچھی جماعت ہو۔

کیوں فرماتے ہیں، اس لئے کہ تم یہ کام (تلاوت قرآن) ادا کرتے ہو، منجملہ اور آیتوں کے یہ بھی ہے کہ "يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اللہ کی آیتیں (اوقات شب) میں پڑھتے ہیں۔

اور یہ بھی ہے "وَهُمْ يَسْجُدُونَ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

اور آخر میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے "أُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ" (پک۔ رکوع ۱۲۔ سورہ ال عمران) ترجمہ: اور یہ لوگ شایستہ لوگوں میں سے ہیں۔

یعنی خدا ان کی فضیلت کا قائل ہے کہ وہ لوگ جو نماز میں قرآن پڑھتے ہیں وہ سب اچھے اور لائق ہیں، اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ:-

حدیث "أَعَدَّتْ لِعِبَادِي الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَ لَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشِيرَةٍ"

ترجمہ: نیک بندوں کے لئے جنت جو تیار کی گئی، اس میں ایسی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسان کے قلب میں اس کا وہم و حمان تک آیا۔

ذرا اہل دل سے پوچھو کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ میں کیا مزہ ہے، اگر محبوب خود کے

کہ بہت اچھا آدمی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ہونا چاہیے۔

رمضان مجاہدوں کا مہینہ ہے | صائم و مجاہدوں کا مہینہ ہے اسکی تفصیل نیچے:

اصلاح نفس کا نام ہی مجاہدہ ہے، دنیا میں کوئی چیز بھی بغیر مجاہدہ کے کسی قابل نہیں بنتی، پھر تو اے غافل انسان! کیسے بغیر مجاہدہ کے کسی قابل بنے گا۔ مثلاً یا ز ایک وحشی پرندہ ہے اور انسان سے بھاگتا ہے، آپ اس کو جیب شکار کے لئے تیار کراتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ آپ کا فرماں بردار ہو تو پہلے اس باز کو ایک بند کمرہ میں رکھتے ہیں اور اس کی آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنی تمام پہلی کیفیت بھول جائے۔ پھر اس کو تھوڑا تھوڑا گوشت دے کر خود سے انسیت پیدا کرتے ہیں اور اس بات کی عادت ڈالتے ہیں کہ جب مالک کی آواز سنے فوراً آجائے، اس مجاہدہ سے باز کی فطرت تو نہیں بدلتی لیکن صرٹ اتنا ہوتا ہے کہ پہلے وہ اپنی رائے سے شکار کرتا تھا، اب مالک کا اتنا بے در بن کر شکار کرتا ہے اور اس مجاہدہ کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر رہتا ہے، اگر باز وہ مشقت نہ اٹھاتا تو کیا اس کی اصلاح ہوتی تھی، اسی طرح نفس ایک وحشی جانور ہے، اپنے مالک خدا سے اس کو الفت نہیں ہے، مالک کے ذکر سے اسکو انسیت نہیں ہے، اس لئے نفس کو اول خلوت اور گوشہ نشینی میں رکھ کر پھیلی عادتیں چھڑاتے ہیں جس سے سمع و بصر کی حفاظت ہوتی ہے، پھر خدا کے ذکر کی تھوڑی تھوڑی عادت ڈالتے ہیں تاکہ اس کو اپنے مالک سے الفت ہو جائے، محبت ہو جائے، پہلے جس طرح دنیا سے انسیت تھی دیگر خواہشات سے الفت تھی اسی طرح اب خدا سے انسیت ہونے لگے گی، اسی کا نام مجاہدہ ہے، بغیر مجاہدہ کے نفس راستہ پر نہیں آتا، اور اس بات کو تمام مذاہب کے لوگ سمجھے ہوئے ہیں، اس لئے نفس کی اصلاح کے لئے بڑے بڑے مجاہدے مقرر کئے ہیں، پیغمبروں نے بھی حسب مصلحت زمانہ اپنی اپنی امت کے لئے مجاہدہ بتلائے ہیں مگر وہ مجاہدے ہر انسان کے موافق نہیں، مثلاً سادھو جو مجاہدے کرتے ہیں دوسرا کوئی نہیں کر سکتا، اور نہ وہ ہرزمانہ کے موافق ہیں۔ اس لئے اس بات کی ضرورت تھی کہ کوئی ایسا مجاہدہ بتلانے والا آئے جو ہر انسان اور ہرزمانہ کے موافق ہو۔ چنانچہ خدا کی شفقت و مہربانی سے آخر زمانہ میں اپنے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر ایسا مجاہدہ بتلایا جو ہر زمانہ اور ہر انسان کے موافق ہے، ایسے آسان مجاہدہ سے جو جہاں کے اس سے بڑھ کر کوئی کم نصیب نہیں اور اس کو خوش میں رہتے ہیں کہ یہ مجاہدہ گلے نہ پڑے۔

حکایت ایک شخص نے سنا تھا کہ اگر رمضان کا چاند دیکھیں تو روزہ فرض ہو جاتا ہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہیں دیکھتے پھر روزہ کیوں فرض ہوگا۔ اس لئے جس روز چاند رات تھی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا اور کھانا، پینا، پیشاب، پانی خانہ وغیرہ گھر میں اندر ہی کرتا رہا۔ ایک روز اس کی بیوی نے کہا کہ کم نخت یہ کیا آفت و نوبت ہے کہ گھر ہی میں ضرورت سے فارغ ہو رہا ہے، جا باہر نکل، وہ ڈرتے ڈرتے منہ کو ہاتھ سے اور سر کو کپڑے سے ڈھانک کر باہر گیا کہ کہیں چاند نظر نہ آجائے اور روزے گلے پڑتے ہیں، جب جنگل میں پانچخانہ سے فارغ ہو کر طہارت کے لئے سر نیچا کر کے تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے نیچی نگاہ کر کے آنکھیں کھولا تو پانی میں چاند نظر آ گیا تو اس نے غصہ میں آ کر یوں کہا کہ یوں کیوں نظر آتا ہے آنکھوں میں گھس جا پھر خوب روزہ فرض ہو تلہے۔ جیسے یہ روزہ فرض ہونے سے ڈر رہا تھا، جان بچا رہا تھا، ایسا ہی ہم جان بچا رہے ہیں، اس پر ہم کو ہنسی آتی ہے، اس سے زیادہ ہنسی ہم پر آنی چاہیے اب تو جناب عقل کا زمانہ ہے۔ عقل کیا اکل کا زمانہ ہے، یہ پیٹ بھری چالیں ہیں۔

صاحبو! آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ آج کل اسلام کے احکام مٹانے کے لئے کیتیاں ہو رہی ہیں، ایک کیتھی میں یہ ظالم مشورہ کرتے ہیں کہ اب رمضان کی ضرورت نہیں، وہ لوگ غیر مہذب تھے، ان کو مہذب بننے کے لئے روزہ کی ضرورت تھی، ہم خود مہذب ہیں۔ ہم کو کیا ضرورت ہے کیا خوب، اپنے منہ میاں مٹھو، اور خود کو مہذب سمجھنے لگے، حالانکہ آپ میں زندہ پن موجود ہے، کتا پن موجود ہے اور شیطان مجسم بنے ہوئے ہیں، اور پھر مہذب کے مہذب۔ ان کی عقل پر ایک قصہ یاد آیا سنئے:-

حکایت ایک احمق کے اونٹ پر گونیاں بھری ہوئی تھیں، وہاں ایک عقلمند بھی پیدل چل رہا تھا۔ عقلمند نے پوچھا کہ ان گونیوں میں کیا ہے، احمق نے کہا کہ ایک طرف گہیوں ہے اور دوسری طرف ریتی۔ عقلمند نے پوچھا کہ ریتی کیوں بھرا ہے، تو احمق نے کہا کہ پھر دونوں طرف کا وزن کیسے برابر ہوگا؟ عقلمند نے کہا کہ ریتی نکال دے اور آدھے گہیوں ایک طرف اور آدھے گہیوں دوسری طرف بھر دے، مگر اس سے اونٹ کو آرام ملے گا۔ یہ بات احمق کی

سمجھ میں آگئی اور اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اس نے خوش ہو کر عقلمند سے کہا کہ تم بھی میرے اونٹ پر بیٹھ جاؤ، اور بہت اصرار کر کے عقلمند کو اونٹ پر بیٹھا یا۔ تھوڑی دیر کے بعد احمق کو خیال آیا کہ باوجود احمق ہونے کے میں ایک اونٹ کا مالک ہوں تو یہ تو عقلمند ہے اس لئے خدا جانے اس کے پاس کتنے جانور ہوں گے، اس لئے عقلمند سے پوچھا کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں، عقلمند نے کہا کہ ایک بھی نہیں۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کتنی گائیں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر پوچھا کہ کتنی بکریاں ہیں، کہا کہ ایک بھی نہیں، پھر اس نے پوچھا کہ آخر کیا ہے، اس نے کہا کہ کچھ بھی نہیں۔ سین کراحمق نے کہا کہ آپ مہربانی کر کے میرے اونٹ سے اتر جائے، میں آپ کے اس مشورہ سے باز آیا، آپ کی عقل نہایت منحوس ہے جو آپ کو افلاس سے نکال سکی، ایسا نہ ہو کہ آپ کے عقل کی نحوست سے میں بھی منحوس ہو جاؤں آپ جیسے عقلمند سے میں احمق ہزار درجہ اچھا ہوں کہ ایک اونٹ کا تو مالک ہوں، یہ کہہ کر پھر سے ایک میں گیموں اور ایک میں ریتی بھر لیا۔

اسی طرح صا جبو! وہ کم عقلی جو اللہ تک پہنچائے وہی مبارک ہے آج کل کی عقل سے ہم سے پہلے کے بھولے بھالے لوگ ہی اچھے تھے کہ جو مقصود تک پہنچ گئے اب بھی بوڑھوں میں جو اہتمام روزوں کا ہے وہ نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں نہیں ہے، ایسی عقل آپ کو ایک دن ڈوبا کر چھوڑے گی۔

حکایت ایک مرتبہ ایک بنیامع اہل وعیال کے ایک بٹھی پر سفر کو چلا، راستہ میں ایک ندی ملی، وہ بٹھی کنارہ پر رکوا کر خود پانی کو بانس سے ناپنے لگا تو پانی گھنٹوں برابر تھا تو کہیں کم برابر، کہیں قد آدم اور کہیں اس سے کم اور کہیں اس سے زیادہ، جھٹ وہ سلیٹ پنسل لے کر حساب لگایا اور پانی کا اوسط نکالا کہ پانی کم برابر ہے اور اس میں سے بٹھی جا سکتی ہے اور اس نے بٹھی والے سے کہا کہ لے چل، اب جو بیچ میں بٹھی پہنچی اور لگی غوطے کھانے تو یہ سمجھے کہ حساب میں غلطی ہو گئی ہے، جھٹ حساب نکال کر دیکھے تو حساب صحیح تھا تو کہنے لگا کہ لکھا جوں کا توں، پھر کنبہ ڈوبا کیوں۔

ایسا ہی یہ عقل والے کہیں گے کہ مہذب توجوں کا توں، پھر دوزخ میں ڈوبے کیوں۔

اس لئے صاحبو! اللہ کی اور اس کے رسول کی عقل پر چلو، دوسروں کی عقل بچ چل کر
خود کو مت ڈبو دو۔

ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت ایسا مجاہدہ بتلائے جو ہر انسان اور ہر زمانہ کے موافق
ہے۔ بطور مثال کے روزہ ہی کو لیجئے:

حکماء

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) ہماری عمر کا صرف بارہواں حصہ یعنی سال
میں ایک مہینہ ترک لذات کرتے ہیں جس سے
نفس کی سرکشی کم ہوگی، مادہ عصیان مغلوب ہوگا
ایسا ہلکا مجاہدہ، پھر نفع میں ان کے مجاہدے
سے بڑھا ہوا ہے، سب کام کرتے ہو اور پھر مجاہدہ
بھی ہوتا ہے

بجز صاحب وحی کے اور کسی کی عقل یہاں
تک نہیں پہنچ سکتی۔

(۲) صرف دن کا روزہ، کیوں کہ شریعت کا
مقصود قوائی شہواتیہ کا ازالہ ہے بلکہ تعدیل
ہے (یعنی شہوت کو بڑھانا ہے نہ کم کرنا ہے)

(۳) کھانا پیتا دن کو چھوڑنا ہے اور رات
کو کھانے پینے کی اجازت ہے، رات کی لذت
یا درہمتی ہے پھر دن کو چھوڑنا نفس کو بارہوتا
ہے، اگر رات کو روزہ اور دن کو کھانا پینا ہوتا
تو مجاہدہ کا فائدہ حاصل نہ ہوتا، رات کو روزہ
رہتے تو خیر بھی نہ ہوتی اور نفس پر بار بھی
نہ ہوتا۔

(۱) برسوں ترک لذات کرتے تھے جس کا اثر یہ ہوتا
تھا کہ ضعیف الجسم ہو جاتے تھے اور انکی نسل
منقطع ہو جاتی تھی۔

(۲) ان کے پاس شب و روز کا روزہ ہے
کہ جس سے ضعف ہو کر بالکل بیکار ہو جاتے
ہیں۔

(۳) رات دن کھانا پانی چھوڑنے سے
نفس عادی ہو کر مشقت باقی نہیں رہتی۔

پھر اس کے ساتھ نیت کی شرط لگائے،
 کیونکہ لاپرواہی سے کام کریں تو اثر نہ ہوگا

نیت یہ ہو کہ کھانا پانی، جماع، دن و اس واسطے چھوڑنا ہوں تاکہ نفس کو عبادت اور گناہ چھوڑنے کی عادت ہو، اس نیت سے ایک ہیجہ کا مجاہدہ کافی ہے۔

اصل مجاہدہ کم کھانا نہیں ہے بلکہ ترک عادت ہے، اس ترک عادت سے کس آسانی سے نفس کی اصلاح فرمادیں گے کہ کم کھانے کی ضرورت نہیں، مگر اتنا بھی نہ کھائے کہ

حکایت حکیم صاحب کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ میرے پیٹ میں درد ہے تو حکیم صاحب دوا دینے لگے تو اس نے کہا کہ حکیم صاحب! اگر اتنی دوا کی گنجائش ہوتی تو کیا دو لقمہ اور زائد نہ کھاتا تھا۔ تب حکیم صاحب نے کہا کہ انگلی ڈال کر نکال ڈال۔ تب اس نے کہا کہ حکیم صاحب بہت گھی پڑا ہوا، مزہ دار کھانا تھا اس کو کیسا نکالوں۔

غرض اتنا نہ کھائے اور باقی کم بھی نہ کھائے، صرف ترک عادت کرانا مقصود ہے اس لئے گذشتہ پیغمبروں کے پاس مغرب کے بعد سوتے ہی روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ دن میں لوگ بے ہوش ہو ہو کر گرتے تھے، اسلام میں یہ نہیں ہے "تَسْحِرُوا فَإِنِّي آتِي السَّحِرَ بِزَكَاةٍ" ترجمہ: سحری کھاؤ کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔

سنو صاحبو! سنو! طبیب دوا کھلانے کے بہت پہلے پرہیز شروع کراتے ہیں اور پرہیز کے وقت تو بد پرہیزی کرنے ہی نہیں دیتے، آپ اس حکیم کو بھی دیکھئے کہ شعبان کی (۳۰) تاریخ تک پرہیز نہیں تھا۔ پہلی رمضان سے پرہیز شروع یعنی کھانا پانی، جماع کا پرہیز، پھر پرہیز کے زمانہ میں بد پرہیزی جائز، یعنی دن کو پرہیز اور رات کو بد پرہیزی جائز، یعنی سب کچھ کھاؤ، ایسا علاج بجز خالق کے دوسرا نہیں کر سکتا۔ ایک ہی چیز اس کی رات کی فاصیت الگ اور دن کی فاصیت الگ، حکیم بے چارہ منظر نفع و ضرر ہے اور اللہ تعالیٰ خالق نفع و ضرر، ایک ہی چیز میں رات کو نفع رکھے اور دن میں ضرر۔ سنو صاحبو! تمام گناہوں اور خرابیوں کی جڑ تو چیزیں ہیں۔ (۱) لذت کی وجہ سے (جس کو شہوت کہتے ہیں)۔ (۲) کبر و غضب کی وجہ سے۔

شریعت کے کل احکام میں ان ہی دونوں کا علاج کیا گیا ہے، خاص کر رمضان میں لذت کا علاج روزہ سے ترک لذات کرا کے کیا۔

دوسری چیز کبر و غضب ہے، یہ ایسی بڑی چیز ہے کہ اس کا اثر دوسروں تک پہنچتا ہے اس کے علاج کے لئے حکماء اور سادھو، جوگی وغیرہ ایسے طریقے ایجاد کئے کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل سمجھیں۔

اسلام نے سکھلایا کہ انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ نفس کو ذلیل کیا جائے، نفس کو ذلیل ہونا تو چاہیے مگر مخلوق کے سامنے نہیں، خالق کے سامنے۔

صاحبو! انصاف کرو اور لوگ بھی علاج کرو ہے میں کبر و غضب کا اور خدا کا رسول

بھی علاج کر رہا ہے، دو ادویہ تہذیب ہے، مگر تاڑیوں نے اس کو کیا لے موقع یرتنا کہ مخلوق سے ذلیل

کر دیا، اور خدا کے رسول نے اسی تہذیب کی رو کو موقع یرتنا کہ خدا کے سامنے تہذیب کر دیا، اور

تہذیب اللہ خالق کے لئے نماز سکھلایا، سر جو اشرف الاعضاء ہے اس کو زمین پر رکھایا، اس سے

اپنا عجز پیش نظر ہو رہا ہے۔ ہائے انسان تیری یہ حقیقت ہے۔ غرض اس سے خدا کی عظمت

پیش نظر ہو جاتی ہے اگر ہاتھی کے سامنے دو چیونٹیاں ہوں تو ہاتھی کی عظمت کے سامنے

ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کو نظر بھی نہیں آتی، ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کے ساتھ کیا

تکبر کرے گی، ایسا ہی خدا کی عظمت اگر آپ کے پیش نظر ہو تو آپ میں تکبر تو کیا تو اضع پیدا ہوگا

غرض رمضان میں دن کو ترک لذات کرا کے لذت و شہوت کا علاج کئے، اب

رات خالی تھی اس کو تہذیب میں لگا دیے۔ اس واسطے تراویح کی نماز بڑھا دیے، اگر ایک

نماز تراویح میں ۲ رکعت مقرر کرنے کی وجہ سے اس طرح گزرے تو آپ کے نفس کی پوری پوری

اصلاح ہو جاتی ہے اب رہا یہ کہ تراویح کے بیش

رکعت کیوں مقرر ہوئے سنئے: اس کی مصلحت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے پانچ

وقت کے نمازوں کو بڑا دخل و اثر ہے۔ پانچ وقت کے فرائض سترہ رکعت اور واجب الوتر

تین رکعت اس طرح مجموعہ بیش رکعت ہوا، اس لئے تراویح میں یہ بیش رکعت مقرر کیے ہیں

دوستو! نماز کو تہذیب کی طرح پڑھو، قیام، رکوع اور سجدہ اطمینان سے کرو یعنی

تعدیل ارکان سے نماز پڑھو۔

غرض صاحبو! آج رات تراویح ایسی اچھی زہنی رولنگ اور تہذیب و تربیت کا بھی نہایت اطمینان سے ہوا۔ قرآن شریف بھی کھلا کھلا صاف پڑھا گیا اس میں شان و شوکت پانچ منٹ وقت سے زائد ہو گئے ہوں گے۔ الحمد للہ سب نمازی خوش منہ و خوش چہرے کے ساتھ پڑھے اور کچھ تکلیف ہی ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیوں کہ فرشتہ بنانے کے لئے آپ یہ سوئیاں پھبانی بنا رہے ہیں، آپ فرشتہ کیسے نہ بنیں گے کہ قرآن شریف ہے ہی اسی واسطے اور پھر وہ بھی تراویح میں کہ جس کے بہت سے فضائل میں آپ سے عرض کیا اس کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ تراویح میں بیس رکعت رکھے گئے ہیں جو پانچ وقت کے فرض نمازوں اور واجب الوتر کا مجموعہ ہے تاکہ خدائے تعالیٰ اس تراویح کی وجہ سے ہم سے راضی ہوں یہ اس وقت ہے کہ اطمینان سے نماز و قرآن ہو۔

تراویح ہو یا پنج وقتہ نماز، صاحبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے جیسی صورت اپنی نماز کی بناؤ، گو باطن میں حضرت کے نماز کی جو کیفیت تھی وہ ہم میں کہاں، صرف صورت ہی ویسی بنائے۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صورت بناؤ گو اس میں معنی، حضور قلب کے نہ رہیں، جس دن معنی کی خریداری ہوگی یہ تمہاری صورتیں بھی معنی کے بھاؤ میں بکلیں گی۔ کیا آپ کو نہیں معلوم کہ امراء کے دربار میں مٹی کے مصنوعی آم، مصنوعی خربوزہ، پشہ، یادام وغیرہ بڑی قدر و قیمت کے ساتھ خریدے جاتے ہیں، وہ بڑا کامل ہے کہ نقل کو اصل سے ملا دیا۔ کیا عجب ہے کہ تمہاری نماز کے ساتھ بھی خدا کے پاس یہی معاملہ ہو کہ اپنے نماز کی صورت رسول اللہ کے نماز کی جیسی اتارا اگر چہ کہ رسول اللہ کی نماز اصلی آم ہے اور ہماری نماز مٹی کے بنے ہوئے آم، لیکن اسی صورت پر لانے کی وجہ سے قدر ہوگی، اس لئے ذرا ڈھنگ کی نماز پڑھا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ دھڑا دھڑا نماز ہوئی اور پھر گھنٹوں و ظلیفہ۔ صاحبو! یہ وظیفہ نہ ہونا تھا مگر نماز تو اچھی ہونا تھا۔

غرض نماز مجاہدہ ہے اور بڑی مشقت کی چیز ہے، اگر حکم ہوتا کہ صرف سر جھکا کر کھڑے رہو، اس سے بڑی تکلیف ہوتی، اس مجاہدہ کو آسان کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں کہ ہم سے

باتیں کر دینے قرأت پڑھو تاکہ ان باتوں کے مزہ میں مشقت معلوم نہ ہو۔ صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ ایمان ایک نور ہے، جس قدر دل کا وزن وسیع ہوتا ہے، اسی قدر وہ نور ایمان دل میں زیادہ آتا ہے، جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو قرآن کی برکت سے دل کا وزن بہت کثادہ ہوتا ہے، اس لئے نور ایمان بھی بہت دل میں آتا ہے یہاں تک کہ قرآن پڑھنے اور سننے والے اس نور میں غرق ہو جاتے ہیں۔

حدیث | جب رات کو نماز میں قرآن آواز سے پڑھا جاتا ہے تو فرشتہ قرآن کی آواز سن کر اس کے ساتھ نماز پڑھنے آتے ہیں۔

اسی طرح جنات مسلمان جو اس جگہ رہتے ہیں، سب نماز میں شریک ہو کر قرآن سنتے ہیں۔ یسوع صلی اللہ علیہ وسلم! باہر سے جو چیز اندر آتی ہے وہ باعث ہے ملکی صفات (فرشتوں کی صفات) کو گھٹانے کا۔ مثلاً باہر سے کھانا پانی اندر آتا ہے اس لئے وہ انسان کو جانور سے ملانے والا ہے۔ اس کے واسطے روزہ مقرر کیا گیا۔

دل میں کیسی ہی اچھی صورت کا خیال کر دو، وہ دل کو پریشان نہیں کرتی بلکہ یہ سب آفتیں لگانی ہوئی باہر کی ہیں کہ جو چیزیں آنکھ، کان وغیرہ سے اندر آتے ہیں وہ پریشان کرتی ہیں، اس لئے حکماء خلوت تجویز کئے ہیں، اگر باہر کی چیز اندر نہ آئے گی تو اندر کی چیز رفتہ رفتہ نکل جائے گی۔ ٹھیرے ہوئے پانی میں صورت نظر آتی ہے۔ اسی طرح خلوت سے خدا کی معرفت پیدا ہوگی، دل پاک ہوگا۔

حکایت | اسی لئے افلاطون ایک پہاڑ پر رہتا تھا ایک مصور نوکر رکھا تھا۔ اگر کوئی شخص ملنے آتا تو پہلے اس کی تصویر منگوا کر اس کی صورت سے اس کے اخلاق

کا اندازہ کرتا۔ اگر وہ آنے والا ملنے کے قابل ہوتا تو ملتا، ورنہ جواب دے دیتا۔ ایک مرتبہ ایک شخص آیا تو حسب عادت اس نے مصور کو اس کی تصویر پیش کرنے کا حکم دیا، جب اس کی تصویر دیکھا تو کہا کہ یہ شخص ملنے کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ شخص زانی ہے، آنے والے نے کہا بھینجا کہ آپ کی رائے صحیح ہے، میری فطرت میں زنا کی خواہش ہے لیکن میں نے خواہش نفس کو اس قدر روک رکھا ہے کہ اب تک زنا کا مرتکب نہیں ہوا ہوں، یہ علم فراست ہے

حکایت | یہ علم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو بھی تھا۔ ایک مرتبہ سفر میں سیراہ امام کو ایک شخص ملا اور بیت ادب سے سلام کیا اور ہاتھ چوم کر عرض کیا کہ آپ چند روز غریب خانہ پر ٹھہریں، آپ اس کا سراپا دیکھے تو علم فراست سے وہ شخص ملنے کے قابل نہیں تھا مگر اہل بیت کے اخلاق کیوں نہ ہوں وہ رسول اللہ کے جڑ ہیں، وہی اخلاق ان میں بھی تھے آپ منظور کر لئے مگر اس شخص کی ظاہری خاطر مدارات سے آپ کو تعجب ہو رہا تھا کہ علم فراست غلط کیوں ہو رہا ہے، غرض اسکے مکان پر آپ تشریف لے گئے، وہ حضرت امام کی بڑی خاطر کیا، دو تین دن کے بعد جب آپ جانے لگے تو ایک کاغذ حساب کا پیش کیا کہ آپ کی مہمانی میں اتنا خرچ ہوا۔ شرعاً آپ کو دینا واجب نہیں تھا مگر امام کے اخلاق کہ آپ نے نہ دینا گوارا نہ فرمایا لیکن اس وقت رقم آپ کے پاس نہ تھی، آپ نے حساب کیا تو گھوڑا مع سامان اسکے برابر نکلا۔ اس لئے آپ گھوڑا دے کر چلے آئے، افسوس اہل بیت کے ساتھ یہ حرکت، ظالم بزد کی طرح تھا۔

غرض افلاطون چھان بین کے بعد ایک آدھ سے ملتا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ توتی متخیلہ کامل ہو جاتی تھی اور اس سے مسموم جیسے کام لیتے تھے۔

حکایت | ایک بادشاہ افلاطون کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اس طرح سب سے علیحدہ رہتے ہیں، آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی، آپ ہمارے ہاں چلیے ہم آپ کو خلوت کے لئے عمدہ انتظام کر دیں گے، افلاطون نے معذرت کر کے انکار کر دیا۔ لیکن بادشاہ نے اصرار کیا، تب افلاطون نے کہا کہ اچھا پہلے آپ کی دعوت ہے، یہ سن کر بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ اسکے دماغ میں غلطی ہو گیا ہے کہ یہ ہماری دعوت کریں گے، بڑے افلاطون بنے ہیں خیر قبول کیا اسکے بعد کہا کہ مع آپ کے شکر کے آپ کی دعوت ہے، بادشاہ کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اب تو یقین ہو گیا کہ یہ محنون ہے، خیر منظور کر لیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس دن، افلاطون نے جواب دیا کہ فلاں دن، جب اس دن بادشاہ مع اپنے شکر کے اس پہاڑ کی طرف چلا تو دیکھا کہ کسی مسل تک بڑے سامان ہیں، نقیب، چوہدار سب ہی کچھ ہے، خیر وہاں پہنچا تو وہاں ایسا سامان دیکھا کہ جن کو بادشاہ ہو کر بھی اس سے پہلے دیکھا نہ تھا۔ قدام نہایت اکرام سے بادشاہ کو

مع لشکر کے لئے گئے اور کھانا کھلایا، اس کے بعد ہر شخص کو ایک ایک کمرہ اس کے مرتبہ کے موافق اور ایک ایک عورت شب بامشب کے لئے سب کو دی گئی۔ بادشاہ کو یہ سب دیکھ کر تعجب بڑھتا گیا صبح کو جو آنکھ کھلی تو نہ وہ کمرہ ہے نہ وہ عورت ہے بلکہ سب کے پاس بغل میں بجائے عورت کے گھاس کا پولا ہے اور بھوک کے مارے اٹھا نہیں جاتا تھا۔

یہ کیا تھا، افلاطون نے خیال کر لیا تھا کہ ان کے دماغ میں یہ صورتیں سما چاویں اس لئے وہ سما گئیں، اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ لاکھوں آدمیوں کے دماغ میں ایک دم اتنا بڑا تصرف کر دیا اس گوشہ نشینی سے حکماء کو یہ فائدہ حاصل ہوتا تھا۔

اسلام اس کو فضول سمجھتا ہے اس سے عجب الگ پیدا ہوتا تھا کہ سب تو ان کو عظیم سمجھیں مگر یہ سب کو حقیر جانیں کہ جس سے تعلیم و تعلم کا نفع بند ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے اکثر جہالت کے کام کرتے تھے۔ اس پر ایک قصہ یاد آیا :-

حکایت ایک شخص کا لڑکا تھا، اس نے اس کو بہت تعلیم دی، لیکن وہ کچھ نہ سیکھا، اس لئے باپ نے اس کو نکال دیا، وہ لڑکا پھرتے پھرتے ایک شہر میں پہنچ کر سواروں میں نوکر ہو گیا اور ترقی کرتے کرتے افسر ہو گیا لیکن ایک زمانہ کے بعد نوکری گئی اور مفلس ہو گیا۔ شہر شہر پھرتے پھرتے ایک جنگل میں پہنچا۔ اس نے ایک دن دیکھا کہ اس شہر کے لوگ دوڑتے ہوئے جنگل کو جا رہے ہیں، یہ خود بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔

جنگل میں جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں غار میں ایک بزرگ رہتے ہیں جو سال میں ایک بار نکلتے ہیں، اس لئے ان کو دیکھنے کے لئے لوگ نزلوں سے آتے ہیں، اتنے میں وہ حضرت برآمد ہوئے، دور سے سب زیارت کئے پھر حضرت غار میں چلے گئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے، جس کو باپ نے گھر سے نکال دیا تھا اس کا تو کوئی گھر ہی نہیں تھا، دل میں آیا کہ ان بزرگ سے کچھ خدا کا راستہ سیکھنا چاہیے۔ اندر جا کر قدموں پر گرا، اور عاجزی کیا، حضرت راضی ہو کر رکھ لئے، نزدیک سے حضرت کو دیکھا کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ہے اور ایک آنکھ پر موم کی ٹیکہ ہے اور ناک میں بتی ہے، اس نے سوچا کہ الہی یہ کیا ماجرا ہے، ڈرتے ڈرتے حضرت سے پوچھا کہ اجی حضرت یہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ کی نعمت کا اسراف نہیں ہونا چاہیے، ایک آنکھ سے دیکھ سکتا ہوں، اس لئے دوسری آنکھ

موم کی پٹی لگا دیا ہوں، اور نفس کا خلاف کرنا چاہیے اور نفس چاہتا ہے خوشبو اس لئے اس کا
 طاب کرنے کے لئے گوہ کی بتی بنا کر ناک میں دیا ہوں، اس لڑکے نے کہا کہ حضرت نجاست سے نماز
 کیسے ہوتی، موم کی پٹی سے جگہ خشک رہتی ہے، اسی لئے غسل و وضو کیسے ہوتا۔ ہائے یہ کیا کئے حضرت
 وہ نصف مزاج تھے ان گئے، سب نکال کر پھینک دیئے اور غسل و وضو کر کے نماز پڑھے اور اس میں
 پڑام آیا، تب ان حضرت نے کہا بابا! ہم باطن کا راستہ تم کو بتلاتے ہیں تم شہر میں جا کر شریعت کے احکام
 سیکھو اور ہم کو سکھایا کرو۔ غرض گوشہ نشینی میں اس قسم کا نقصان ہے۔

ایسا ہی اختلاط میں بھی بہت نقصان ہے، شریعت نے سوچا کہ انسان وحشی نہیں ہے مدنی الطبع
 ہے، شریعت وحشی بنانا نہیں چاہتی، اکثر عبادتوں میں اجتماع کی ضرورت پڑتی ہے جیسے جموعہ، جماعت وغیرہ

اور عام طور پر ہر شخص سے ملنے میں نقصان ہوتا ہے، اس لئے ہر چیز میں وسط اچھا ہے، بہت ذہین ہونا بھی برا
 ایک شخص کے صاحبزادہ طلب علم کے لئے گئے اور منطق پڑھ کر کامل ہو کر گھر واپس آئے کاملوں

حکایت کی صحبت نہیں ملی تو چھپو رہا، اپنا رہتا ہے، ان کو والدہ نے تیل لانے کے لئے تیلی کے پاس
 بھیجا، انہوں نے وہاں دیکھا کہ گھانا تیل میں چل رہا ہے اور تیل کے گلے میں گھنٹی بندھی ہوئی ہے۔

انہوں نے پوچھا میاں تیلی، تیل کے گلے میں گھنٹی یا ندھنے میں کیا حکمت ہے، اس نے کہا ہم غر
 لوگ ہیں، ہمارے ذمہ اور بھی بہت سے کام ہیں، آدمی رکھ نہیں سکتے۔ ایک دفعہ تیل کو ہانک دیتے

ہیں، تیل چلتا رہتا ہے اور گھنٹی کی آواز سے ہم سمجھتے رہتے ہیں کہ تیل چل رہا ہے اور جب گھنٹی کی
 آواز رک جاتی ہے تو آکر پھر ہانک دیتے ہیں، یہ سن کر کہنے لگے کہ گھنٹی کی آواز سے یہ لازم تو نہیں

آتا کہ تیل چل رہا ہو۔ ممکن ہے کہ تیل کھڑا ہوا گردن ہلا رہا ہو۔ اس لئے گھنٹی کی آواز آتی رہتی
 ہے۔ تیلی نے کہا میاں! آپ یہاں سے کہیں اور جگہ تشریف لے جائیے، ہم آپ کے ہاتھ تیل بھی

ہنیں بیچتے۔ آپ اس تیل کو بھی اپنی طرح منطقی بنا دیں گے، پھر وہ تیل بھی نہ رہے گا تیلی کے
 مکان سے گھر آئے، باپ غریب آدمی تھے، صاحبزادے بہت دور سے آئے ہیں، سوچا کہ کچھ تکلف

کریں، اس لئے دو انڈے پکوائے، جب کھانا کھانے بیٹھے تو دسترخوان پر تین شخص بیٹھے ایک باپ
 اور ایک منطقی صاحبزادہ اور تیسرا جھوٹا بھائی منطوق کے جوش میں باپ سے کہا کہ میں نے ایسا

علم پڑھا ہے کہ وہ انڈوں کو تین انڈے بنا سکتا ہوں، باپ کو تعجب ہوا کہنے لگے کہ بیٹیا کیسے

بناؤ دیکھیں گے، کہنے لگے یہ ایک انڈا، یہ ایک انڈا، دونوں کا مجموعہ تیسرا انڈا۔ باپ نے سوچا کہ اس خبط کا علاج کرنا چاہیے۔ اس لئے ایک انڈا آپ لے لیے اور ایک انڈا چھوٹے بیٹے کو دیئے اور کہا کہ وہ تیسرا انڈا تم کھاؤ۔ اب تو میاں کی آنکھ کھلی۔ نہ تو ایسی تیزی ہو نہ ایسی حماقت۔

حکایت ایک بھولے آدمی تھے، ان سے پوچھا گیا کہ تمہاری بیوی عورت ہے یا مرد، کہنے لگے بظاہر عورت معلوم ہوتی ہے، کہا کیسے معلوم ہوا، کہنے لگے کہ وہ نطفہ پہنے ہوئے ہے۔ اگر نطفہ نہ پہنے ہوئے ہوتی تو اس کو مرد سمجھتے یا یہ نطفہ پہن لینے تو خود کو عورت سمجھتے۔

غرض نہ ایسے بھولے ہوں نہ ویسے تیز ذہن بلکہ بیچ کا درجہ ہو۔ اس کو حکمت کہتے ہیں، ایسا ہی شریعت نے ہر چیز میں بیچ کا حکم دیا ہے۔ غرض بیری صحبت سے گوشہ نشینی ہو اور اچھی صحبت سے اختلاط ہے، اچھی صحبت کا فائدہ یہ ہے کہ کچرا گھبوں کے مول بکتا ہے، علیحدہ کوئی نہیں پوچھتا ہے صحبت نیکوں کی اگر ایک ساعت است، بہتر از صد سالہ زہد و طاعت است۔ ترجمہ: نیکوں کی ایک گھڑی کی صحبت سو سالہ زہد و طاعت سے بہتر ہے۔

یہ تو ہمیشہ کے لئے ہوا، اور سال میں دس دن، بیس رمضان سے چاند رات تک خلوت لینے اعتکاف ہو، یعنی کچھ ملنا اور کچھ نہ ملنا۔ اتنا ہی فرماتا تو اس کچھ میں جھگڑا پڑتا کہ کچھ کیا۔

حکایت ایک شخص کہیں مہمان گیا تو میزبان نے فہمائش کی کہ یہاں کے لوگ بہت جھگڑا رہیں کسی سے معاملہ نہ کرنا، اتفاقاً وہ مہمان بازار گئے اور چمار سے کہا کہ ہماری جوتی کو ٹاکرے دو، ہم کچھ دے دیں گے، وہ ٹاکرے دیدیا یہ ایک پیسہ دینے لگے، چمار نے کہا کہ میں پیسہ نہیں لوں گا کچھ لوں گا تم نے کچھ دینے کو کہا تھا کچھ لاؤ۔ شور و غل ہوا۔ شور سن کر میزبان سنبھے اور کہنے لگے کہ میں نے تو آپ کو پہلے ہی منع کر دیا تھا اور چمار سے کہا کہ چل میں کچھ دیتا ہوں اور تھوڑی سی کاتج پیس کر رہی میں ڈال کر چمار کو دیئے اور کہا کہ اسے انگلی سے گھول اتنی دیر میں میں تجھ کو کچھ رنگا اس نے گھولنا شروع کیا اور کاتج اس کی انگلی کو چھینے لگی تو اس نے کہا کہ اس میں تو کچھ چھتا ہے انھوں نے کہا کہ وہی کچھ تم لے جاؤ۔ یہی تم سے ملے ہوا تھا اور مہمان سے کہا دیکھا یہاں کے لوگوں کے فساد سے بچنا پڑے دانائی کا کام ہے۔

شریعت نے ایسا کچھ بول کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ صاف صاف بتلا دیا کہ آبادی میں مسجد میں

اعتکاف ہونا چاہیے تاکہ نفس کو مشق ہو، خلوت در انجمن کی اور اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمرہ کے برابر ہے، سب احکام صاف صاف بتلا دیے: "وَلَا تَبَاشِرُوهُمْ وَآتُوا عَمَّا كَفُونِ فِي الْمَسَاجِدِ ذَرِيَّةً - رُكُوعٌ - سوره بقرہ ترجمہ: اور ان (بیویوں) سے اپنا بدن بھی مت ملنے دو جس زمانہ میں کہ تم لوگ اعتکاف والے ہو مسجدوں میں۔

روزہ میں رات کو کھانا پینا، جامع، جائزہ مگر اعتکاف میں جامع جائز نہیں ہے۔
 رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل | غرض صاحبو! رمضان میں مجاہدہ کے کرائے ملتے ہیں تاکہ آپ کو جنت
 کرو گی اس کی تفصیل | کے اعلیٰ مقام دیے جائیں، اب سکی مزید تفصیل سنئے: ارشاد ہو رہا ہے
 "وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" (پ ۲ - رکوع ۲ - سورہ عنکبوت)

ترجمہ: اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت) کے راستے ضرور دکھا دیں گے۔

صاحبو! اس آیت میں رمضان کے زمانہ کی عبادت کی روح مذکور ہے اگرچہ کہ اس آیت میں بالذات رمضان کا ذکر مذکور نہیں ہے، اور صورت بھی تبعاً بیان ہو جائے گی، اگر صورت کا بیان نہ ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ مقصود تو روح ہو کر تھی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صورت بے کاہ ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ روح کا اہتمام صورت سے زیادہ ہو کر تا ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ انسان میں بھی اصل چیز روح ہے مگر اسکے باوجود جسم کو کوئی بھی بے کار نہیں سمجھتا۔ غرض اس آیت کو عباداتِ رمضان سے دو تعلق ہیں، ایک تو عام تعلق ہے جو اس وجہ سے ہے کہ یہ عبادات بھی احکام دین سے ہیں اور سارے دین کا خلاصہ مجاہدہ ہے، دوسرا تعلق خاص ہے وہ یہ کہ ان عبادات میں بہ نسبت دوسرے احکام کے مشقت زیادہ ہے تو مجاہدہ کو ان سے زیادہ خصوصیت ہے۔

غرض رمضان میں مجاہدہ کی تکمیل کر دی گئی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ مجاہدہ میں دو قسم کے کام ہوتے ہیں۔ ایک تو ترک ہیں یعنی بعض کام چھوڑنا پڑتا ہے اور دوسرے بعض اعمال ایسے ہیں جو کرنے کے قابل ہیں، معاصی تو سب کے سب ترک میں آتے ہیں اور طاعات میں وہ اعمال آتے ہیں کہ جن کو کرنا پڑتا ہے۔

غرض تصوف نام ہے مجاہدہ بطریق اسلام کا جبکہ اثر رضا و قرب حق ہے اس آیت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ جو لوگ مجاہدہ

کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے پر پہنچا دیتے ہیں۔ اس سے آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ مجاہدہ کی حقیقت ارتکابِ طاعات اور اجتنابِ معاصی ہے، چنانچہ صوفیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کے چار رکن ہیں۔ (۱) تغلیلِ طعام (کم کھانا)، (۲) تغلیلِ منام (کم سونا)، (۳) تغلیلِ کلام (بے کار گفتگو نہ کرنا)، (۴) تغلیلِ اختلاط مع الانام (جہلاً سے کم ملنا)۔ غرض حق تعالیٰ نے عبادتِ رمضان میں آپ کو ان چاروں مجاہدوں کی روح سے کامیاب فرمانا چاہا ہے۔ چنانچہ رمضان کی ایک عبادت روزہ ہے جس کی حقیقت ہے، ترکِ طعام، ترکِ شراب وغیرہ۔

غرض روزہ کی روح تغلیلِ طعام ہے، اب سمجھو کہ قلتِ طعام کی دو صورتیں ہیں، تغلیلِ طعام ایک یہ کہ کھانا کھاؤ مگر کم کھاؤ۔ مثلاً کسی کی غذا آدھ سیر ہے تو وہ پاؤ سیر کھائے چنانچہ

بعض صوفیہ سے ایسا ہی مذکور ہے، اس لئے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کے کھانا کھاتا ہے اس نے حقیقتِ صوم و روح کو باطل کر دیا لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ شارعِ علیہ السلام نے تغلیلِ طعام کو تجویز کیا ہی نہیں، بلکہ شارعِ علیہ السلام نے کھانے کے اوقات کو بدل کر ان میں فصل زیادہ تجویز کیا اور اس فصل اوڑھ تبدیلی اوقات سے جو تکلیف نفس کو ہوتی ہے اس کو تشریعت نے تغلیلِ طعام کے قائم مقام سمجھا ہے، اور یہ دوسری صورت ہے تغلیلِ طعام کی پس کم کھانا اور بھوکا رہنا یہ شرعی مجاہدہ نہیں ہے، اس لئے رمضان میں پیٹ بھر کر کھانا روح صوم کو مضر نہیں ہے۔ پس تغلیلِ طعام جو مجاہدہ کے ارکان اربعہ میں سے ایک رکن ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ سالک روزے رکھ کرے یہ معنی نہیں کہ روزہ رکھ کر، یا بغیر روزہ ہی کے بھوکا رہ کرے۔ پس جو شخص روزہ رکھ کر افطار اور سحر میں تغلیلِ طعام کر کے بھوکا رہے گا تو وہ ملائکہ کے مشابہ نہ ہو گا کیونکہ ملائکہ کو بھوک کی تکلیف نہیں ہوتی لیکن اسکو افطار اور سحر میں کم کھانے کی وجہ سے بھوک ستائے گی، اس لئے وہ فرشتوں کے زیادہ مشابہ ہو گا اس لئے سحر و افطار میں اعتدال کے ساتھ کھانا چاہیے، اس صورت مجاہدہ میں دوام ہے، کیونکہ جو شخص روزہ رکھ کر اچھی طرح کھائے پئے گا وہ تغلیلِ غذا کا عادی نہ ہو گا اور جو بھوکا رہ کر تغلیلِ طعام کرے وہ اس کا عادی ہو جائے گا پھر وہ زیادہ کھانا چاہے بھی تو نہ کھائے گا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پے در پے روزہ رہنے سے منع فرمایا ہے رمضان میں

افطار و سحر کے وقت پیٹ بھر کر کھانے میں ایک راز یہ بھی ہے کہ بھوک کے بعد سیر ہو کر کھانے والا صابر بھی ہے اور شاکر بھی، اور جو شخص بھوکا رہتا ہے وہ صرف صابر ہے شاکر نہیں ہے، اس میں ایک راز اور ہے وہ یہ کہ اچھی طرح کھانے والا اور عمدہ غذائیں کھانے والا نعمت الہی کا مشاہدہ کرنا ہے جس سے حق تعالیٰ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہ نصف سلوک ہے اسی وجہ سے ممنوعات روزہ میں شارع نے کہیں بھی شیع یعنی پیٹ بھر کھانے کا ذکر نہیں فرمایا ہے جیسا کہ جھوٹ وغیرہ مذکور ہوا ہے اگرچہ جھوٹ مفید روزہ نہیں ہے مگر چونکہ یہ روح صوم کو مضر ہے اس لئے شارع نے منع فرمایا اور چونکہ شیع روح صوم کو مضر نہیں ہے اس کا ذکر نہیں فرمایا۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں فصل اور تبدیل اوقات مقرر فرمایا جس سے نفس کو تکلیف ہوتی ہے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ پیا ہے آپ کتنا ہی کھالیں مگر روزہ کی وجہ سے ضعف ضرور ہوتا ہے خصوصاً رمضان کے اخیر حصہ میں ہر شخص کے چہرہ سے ضعف کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، غرض جو لوگ سحری میں اچھی طرح کھانے والے ہیں رمضان کا ان پر بھی اثر ہوتا ہے غرض تقلیل طعام کی جتنی صورتیں ہو سکتی ہیں روزہ ان تمام صورتوں میں نفس ہے اس کے برخلاف جو طریقہ مجاہدہ تقلیل طعام کا متناہین میں متعمل ہے کہ کوئی ایک وقت کھانا کھاتا ہے کوئی دو وقت کھاتا ہے تو غذا میں بہت کمی کر دیتا ہے اس طریقہ سے عجب ناز پیدا ہوتا ہے۔

صاحبو! جب کسی عبادت کے دو طریقے ہوں جن میں ایک طریقہ میں عجب کا گمان ہو اور دوسرے میں نہ ہو تو دور ا طریقہ افضل ہوگا۔ اس لئے دور ا طریقہ تقلیل طعام کا اسی کو شریعت نے مقرر کیا کہ روزہ میں صبر کھانے کے اوقات کو بدل دو، غذا میں کمی نہ کرو، اس میں عجب تو کیا پیدا ہوتا بلکہ اس کے مقابل تواضع پیدا ہو جاتی ہے، کیونکہ افطار کے وقت روزہ دار ٹھنڈے پانی اور مختلف قسم کے کھانوں پر گرتا ہے، رمضان میں اکثر گھروں میں اور دنوں کے نسبت زیادہ کھانے پکتے ہیں، اس لئے وہ اپنے کو بہت ہی شرمندہ پائیگا کہ میں آج کتنا کھا گیا، لوگ کیا کہتے ہوں گے اور پھر مزہ یہ کہ اس کے ساتھ مجاہدہ بھی حاصل ہو گیا۔

تقلیل منام (کم سونا) | رمضان میں ایک عبادت ایسی ہے کہ جس کے ادا کرنے کے لئے تقلیل منام

لازمی ہے اور وہ ہے تراویح، جس کا نام قیام رمضان ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے
 "إِنَّ اللَّهَ فَرَضَ لَكُمْ صِيَامَهُ وَ سَنَّتُ لَكُمْ قِيَامَهُ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر روزے کو فرض کیا ہے اور میں نے تراویح مسنون قرار دی ہے۔

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ مراد قیامہ سے تراویح ہے، رہا عدد تو اس کے لئے ہم کو اتنا کافی ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (۲۰) رکعت تراویح اور تین رکعت و تراجمت کے ساتھ پڑھے جاتے تھے، یہ روایت موطا امام مالکؒ سے ہے اور امت نے اس پر متواتر عمل کیا ہے۔

جس طرح صوم کو تقلیل طعام میں وصل ہے اسی طرح تراویح کو تقلیل منام میں وصل ہے اور جیسا روزہ میں تبدیل عادت کی وجہ سے مجاہدہ کی شان آئی تھی، اسی طرح یہاں بھی شریعت نے محض تبدیل عادت سے مجاہدہ کا کام لیا ہے کیونکہ عام عادت یہی ہے کہ اکثر لوگ عشاء کے بعد فوراً سو رہتے ہیں تو نیند کے وقت تراویح کا حکم کر کے عادت کو بدل دیا جس سے نفس پر گرانی ہوتی ہے جو کہ مجاہدہ ہے، پھر قاعدہ ہے کہ نیند کا وقت نکل جانے کے بعد پھر دیر میں نیند آتی ہے، اس طرح بھی تقلیل منام ہو جاتی ہے اور اگر کوئی شخص پہلے ہی سے (۱۰) بجے سونے کا عادی ہو تو اس کو بھی تراویح سے مجاہدہ کا ثمرہ اس طرح حاصل ہو جاتا ہے کہ آزادی کے ساتھ جاگنا اگر نہیں ہو تا مگر قید کے ساتھ فوراً اگرانی شروع ہو جاتی ہے، دیکھیے آپ اپنی خوشی سے ایک جگہ گفٹوں بیٹھے رہتے ہیں لیکن اگر کوئی آپ سے یہ کہہ جائے کہ میاں! (۱۱) بجے تک تم یہیں بیٹھے رہنا تو بس اسی وقت سے آپ بھاگنا چاہتے ہیں اور ایک ایک منٹ گراں گزرنے لگتا ہے، شریعت نے اس راز کو سمجھا اور محض ذرا سی قید لگا کر مجاہدہ کا کام لے لیا تو شریعت نے تقلیل منام کے لئے بھی عجیب مجاہدہ تجویز کیا۔ غرض شریعت نے رمضان میں صرف (۲۰) رکعت تراویح مقرر کر کے تقلیل منام کی ایک مختل صورت کر دی جس میں بہت زیادہ جاگنا بھی نہیں پڑتا اور اتنی دیر تک تو عام طور پر لوگ جاگتے ہی رہتے ہیں کہ جتنی دیر تراویح میں لگتی ہے مگر قید کے ساتھ جاگنے سے مجاہدہ کا فائدہ حاصل ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق میں رہتا نہیں، آنکھیں بھڑکتے تھے پھت میں رسیاں باندھتے تھے کہ جب نیند آتی اس میں ٹک جاتے تھے جس سے نیند اڑ جاتی تھی ان دونوں مجاہدوں میں جو فرق ہے وہ نمایاں ہے، شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔

غرض اہل ریاضتِ تقلیلِ منام کے لئے مجاہدات کی جو صورتیں اختیار کرتے ہیں ان کو دیکھ کر پھر شرعی مجاہدہ کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے شاید نہ علاج کیا ہے کہ نہ تکبیریں پھوڑنے کی ضرورت ہے نہ رسیاں باندھنے کی بلکہ (۲۰) رکعت تراویح پڑھ کر سو رہو، تقلیلِ منام ہو گیا، پھر مزید لطف یہ کہ تراویح جماعت سے ہوتی ہے الگ الگ جاگنا مشکل تھا، جماعت کے ساتھ جاگنا اور بھی آسان ہو گیا، پھر بیچ میں نیند آنے لگے تو ہر چار رکعت پر قدرے وقف مستحب کیا گیا غرض اس طرح سے (۲۰) رکعت کی مقدار جاگنا کچھ زیادہ دشوار نہیں۔

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "الَّذِينَ يُسْرُونَ" (ترجمہ دین آسان ہے) اسی کا ایک نمونہ یہ ہے کہ شریعت نے تقلیلِ منام کی جو صورت تراویح میں تجویز کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی دین آسان ہے اور اس تقلیل کو تہجد سے اور تقویت ہو جاتی ہے خصوصاً لیالی قدر میں کہ ان راتوں میں حضور نے رمضان کے تمام اجزاء سے زیادہ جاگنے کا اہتمام فرمایا ہے۔ غرض تراویح اور تہجد کے اہتمام سے تقلیلِ منام ہو جاتی ہے اور یہ خود ایک دینی مجاہدہ بھی ہے اور اسی کہا جاتا ہے کہ "مَنْ كَثُرَتْ صَلَاتُهُ فِي اللَّيْلِ حَسُنَ وَ جُهِدَ فِي النَّهَارِ" ترجمہ: جو شخص رات میں کثرت سے نماز پڑھے گا دن میں اس کا چہرہ رونق دار ہوگا۔

غرض رات کو جاگنا حسن ظاہری اور چہرہ کے نور کا سبب ہے تو تقلیلِ منام میں مجاہدہ ہونے کے علاوہ یہ فائدے بھی ہیں، پھر اس کے ساتھ شریعت نے ایک اور رعایت کی ہے جس پر سوجان سے فدا ہونے کو دل چاہتا ہے، وہ یہ کہ مجاہدہ متراضین کے نزدیک تو مجاہدہ محض ترک کا نام ہے مثلاً ترک طعام، ترک منام وغیرہ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محض ترک پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس کے ساتھ افعال بھی مشروع فرمائے، مثلاً روزہ میں محض ترک طعام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے ساتھ اور کام شروع ہوئے، عمل سے بھی اور قول سے بھی۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہر وقت سب سے زیادہ سختی تھے مگر رمضان میں سب سے بڑھ کر اور سختی ہوتے تھے اور قولاً یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ مہینہ ہمدردی کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق زیادہ کیا جاتا ہے جو اس مہینہ میں نفل کام کرے اس کو اور دنوں کے فرض کے برابر ثواب ملے گا اور جو اس میں ترقی ادا کرے اس کو اور دنوں کے برابر ثواب ملے گا اس میں ترغیب اور

تحریر ہے کہ صدقہ، خیرات اور اعمال صالحہ کی کہ رمضان میں نفل نماز کا ثواب فرض نماز کے برابر ملتا ہے، نفل صدقہ کا ثواب، فرض صدقہ کے برابر ملتا ہے اور جو فرض اس ماہ میں ادا کرتے ہیں ان کو (۷۰) درجہ فرض کا ثواب ملتا ہے لیکن زکوٰۃ وغیرہ کو رمضان کے انتظار میں روکے نہ رکھنا چاہیے جب سال پورا ہو ویدینا چاہیے، اس لئے کہ زندگی کا بھر و سہ نہیں۔

غرض شریعت نے محض تغلیل طعام بصورتِ صیام پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اسکے ساتھ اعمال کی بھی ترغیب دی ہے اسی طرح محض تغلیل منام میں محض بیداری پر اکتفا نہیں کیا کہ خالی بیٹھے جاگتے رہو بلکہ فرماتے ہیں کہ "كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَصْجَعُونَ" (پڑا۔ رکوع۔ سورہ ذاریات) ترجمہ: وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے۔

نیک بندوں کی تعریف فرماتے ہیں کہ وہ رات کو کم سویا کرتے تھے اور پچھلے حصہ شب میں استغفار کیا کرتے تھے، یہاں تو استغفار شروع ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے "شَتَجَانِي جُنُوبِهِمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا" (پڑا۔ رکوع۔ سورہ سجدہ) ترجمہ: انکے پہلو خواب گاہوں سے علوٰہ ہوتے ہیں، اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں۔

مفسرین کا قول ہے "يَدْعُونَ" سے مراد "يُصَلُّونَ" ہے، مطلب یہ کہ رات کو نماز پڑھتے ہیں، تغلیل منام کے لئے غرض خالی بیٹھے جاگتے رہنے کی بجائے تراویح، تہجد، استغفار شروع ہوئے ہیں تغلیل کلام بصورتِ تلاوت قرآن مجاہدہ کا تیسرا رکن تغلیل کلام ہے اور یہ تغلیل طعام اور تغلیل منام سے زیادہ دشوار ہے، کیونکہ کھانے میں کچھ اہتمام کرنا پڑتا ہے کھانا

تیار کرنا پڑتا ہے، پھر منہ چلانا پڑتا ہے، پھر ہضم کی فکر ہوتی ہے کبھی چورن بھی کھانا پڑتا ہے تغلیل طعام میں ان سب امور کی تخفیف ہے، اس لئے ایک دو دفعہ زیادہ کھائے گا پھر کہاں تک کھایگا پھر جب ہضم نہ ہوگا تو خود ہی تغلیل طعام ہو جائے گی۔ بخلاف بولنے کے کہ اس میں کچھ اہتمام ہی کرنا نہیں پڑتا زیادہ بولنے سے بدہضمی ہوتی ہے، اس لئے اسکی تغلیل کا کوئی قوی داعی نہیں، اسی طرح سونا ہے تو اس میں کبھی تو تغلیل ہوگی، آخر کوئی کہاں تک سوئے گا کبھی تو جاگے گا۔ بخلاف اس زبان کے کہ کہیں تھا ہی نہیں۔ یہ چلنے سے تھکتی ہی نہیں، کیونکہ اسکے لئے کچھ اہتمام کرنا ہی نہیں پڑتا، نہ زبان چلانے سے کچھ ممکن ہوتی ہے، دوسرا ذیہ ہے کہ انسان جس قدر لذتیں اختیار کرتا ہے سو کلام کے سوا جقدر لذتیں

ارشاد فرمایا کہ:-

”لَوْ كَانَ فِقِيهَا رَأْجَابُ امِّد“

ترجمہ: اگر جرج فقیہ ہوتے تو اپنی ماں کے پکارنے کا جواب دیدیتے۔ اس سے فقہاء نے سمجھا ہے کہ والدین کے پکارنے پر نماز میں بولنا جائز ہے بشرطیکہ ان کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو۔ یہ قید دوسرے دلائل کی وجہ سے بڑھائی گئی۔ جرج کی ماں نے اس موقع پر اپنے بیٹے کو کو سا بھی تھا۔ جب اس نے کئی آوازیں دیں اور یہ جواب نہ دیئے تو اس نے بددعا دی کہ خداوند! اسے اس وقت تک موت نہ دیجئے جب تک کہ یہ فاحشہ کا منہ نہ دیکھ لے، معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دینداری بہت تھی کہ فاحشہ کا منہ دیکھنا اس زمانہ میں بددعا اور کوسنے میں بیان کیا جاتا تھا گویا کہ غیر عورت کا منہ دیکھنا مردوں کے لئے بہت ہی بڑا عیب سمجھا جاتا تھا۔ غرض جرج کی ماں نے اس کو یہ بددعا دی جو قبول ہو گئی اور ایک فاحشہ عورت جرج کے پیچھے پڑی اس کے صومہ میں آکر بدکاری پر اسے برانگیختہ کرنا چاہا، یہ متقی تھے، انہوں نے دھوکا کر اسے نکال دیا اس نے کہا کہ میں مجھے بدنام کر کے رہوں گی، بڑا متقی بنا ہے۔ چنانچہ جنگل کے کسی چرواہے سے اس نے منہ کالا کیا، جس سے صل رہ گیا۔ جب بچہ پیدا ہوا تو لوگوں نے پوچھا یہ بچہ کس کے زنا سے پیدا ہوا۔ اس نے جرج کا نام لے لیا۔ پس اب لوگوں نے بلا تحقیق گمان کر لیا اور جرج کے صومہ پر جا چڑھے اور اس کو گرانے لگے، جرج اندر سے نکلے اور لوگوں سے کہے کہ میرے صومہ کو کیوں گراتے ہو؟ لوگوں نے کہا کہ کم بخت تو اس قابل نہیں کہ صومہ میں رہے، تو تو زنا کار، بدکار ہے اور ظاہر میں متقی بنا ہوا ہے، انہوں نے پوچھا کہ آخر تم سے یہ کس نے کہا۔ لوگوں نے عورت کو معہ بچہ کے پیش کر دیا کہ یہ عورت کیا کہتی ہے۔ جرج نے کہا ذرا پیرو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے، اسکے بعد انہوں نے وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی، پھر اس بچہ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا اے بچے! خدا کے حکم سے بول اور بتلا کہ تیرا باپ کون ہے۔ خدائے تعالیٰ نے بچہ کو گویائی عطا فرمائی۔ اس نے کہا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے، اب تو سب کو یقین ہو گیا کہ یہ جھوٹی ہے، اتنی بڑی کرامت کے بعد کیا شبہ ہو سکتا تھا بس سب کے سب جرج کے قدموں پر گر پڑے کہ ہماری خطا معاف کرو۔ اب ہم تمہارا صومہ سونے کی اینٹوں سے بنا دیں گے، انہوں نے کہا کہ نہیں جیسا پہلے تھا تم ویسا ہی بنا دو۔

غنیمت ہو کہ حُرُوج کی ماں نے اتنی ہی بددعا کی تھی کہ خدا سے فاحشہ کا منہ دکھا اور کچھ نہ کہا۔
اس لئے والدین کی بددعا سے ڈرنا چاہیے۔

غرض شریعت نے ضرورت کی اتنی رعایت کی کہ ضرورت کے وقت نفل نماز توڑنے کی اجازت ہے اور بعض شرائط کے ساتھ فرض نماز توڑنے کی اجازت ہے، جیسے اندھے کے گڑھے میں گرنے کا ڈر ہو، لیکن ضرورت کی وضاحت سمجھ لینا چاہیے کہیں آپ سب باتوں کو ضرورت میں داخل کریں ضرورت کی وضاحت سنئے: وہ یہ کہ جس کے نہ ہونے سے ضرر ہو۔

صاحبو! اگر روزے میں سکوت کا حکم ہوتا تو اس سے دنیوی کاروبار میں بہت صرح ہوتا اس لئے شریعت نے ہمارے حال پر رحم کھا کر صوم سکوت (جو پہلے انبیاء کے زمانہ میں تھا) منسوخ کر دیا مگر ایک دوسرے طریقہ سے روزے میں تقلیل کلام کی رعایت کی گئی ہے وہ یہ ہے، سو صاحبو! قاعدہ ہے کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا، اسی طرح زبان بھی ایک وقت میں دو قسم کی باتیں نہیں کر سکتی، مثلاً جو شخص کتاب پڑھ رہا ہو تو وہ کتاب پڑھتے ہوئے بات نہیں کر سکتا۔ اگر بات کریگا تو اس وقت کتاب نہ پڑھے گا، اس لئے شریعت نے روزے میں کلام کو تو ممنوع نہیں قرار دیا، لیکن نفس اور زبان کو دوسرے کام کی طرف متوجہ کر دیا، اس طرح کہ روزے میں تلاوتِ قرآن کا اور ایام سے زیادہ اہتمام کیا، چنانچہ تراویح میں ایک قرآن ختم کرنا جب کہ کوئی عذر نہ ہو حسب قول مشہور سنت مؤکدہ کر دیا گیا جس کی وجہ سے حفاظ کو دن میں کئی مرتبہ پڑھنا پڑتا ہے اور دو ربیع کرنا پڑتا ہے اور پھر حضور نے رمضان میں خود بھی جبرئیل کے ساتھ تلاوت کا اور دنوں سے زیادہ اہتمام فرمایا ہے اور سب مسلمانوں کو عملاً اسکی ترغیب دی ہے کہ رمضان میں تلاوتِ قرآن زیادہ کریں خواہ وہ حافظ ہوں یا نہ ہوں، تراویح میں قرآن سنائیں یا نہ سنائیں، پھر آپ کا ارشاد ہے کہ قرآن کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور یہ بھی ارشاد ہے کہ رمضان میں نفل طاعت کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے، ثوابِ رمضان میں تلاوتِ قرآن کرنے سے ایک ایک حرف پر جو دس نیکیاں ملیں گی ان میں ہر نیکی پر فرض کام کے برابر ثواب ملے گا۔ اللہ اکبر کچھ ٹھکانا ہے اس ثواب کا اس سے بھی لوگوں کو تلاوت کی رغبت زیادہ ہوگی۔ غرض رمضان میں تلاوتِ قرآن کا شریعت نے بہت ہی اہتمام کیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نزولِ قرآن آسمانِ اول پر رمضان ہی کے مہینہ میں ہوا

وہاں سے تدریجاً (۲۳) سال میں نازل ہوا تو اس ماہ کو قرآن کے ساتھ خاص تعلق ہے جو دوسرے ایام کو نہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے کہ رمضان میں تلاوت قرآن اور دتوں کے زیادہ آسان بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان تلاوت قرآن میں مشغول ہوگا تو لامحالہ دنیوی باتوں میں تغلیل ہوگی، کیونکہ نفس ایک وقت میں دو باتوں کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا تو تلاوت قرآن کے وقت اگر توجہ کے ساتھ تلاوت ہو تو دوسری باتوں کا خیال بھی نہ آئے گا ورنہ زبان تو جب تک اس تلاوت میں مشغول ہوگی اس وقت تک دنیوی باتوں سے رکی رہے گی، اس طرح تلاوت قرآن کے ضمن میں تغلیل کلام ہو جائے گی، پھر محض یہ نہیں کہ تغلیل کلام کا مجاہدہ حاصل ہو گیا اور کوئی نفع حاصل نہ ہو ایک اس میں ثواب بھی اتنا ملتا ہے کہ کسی طاعت میں اتنا ثواب نہیں کہ ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، اور رمضان میں وہ دس نیکیاں دس فرض کے برابر ہوتی ہیں یہ تو عام ثواب ہے اور جو کوئی زیادہ مخلص ہو تو اسکو ایک ایک حرف پر سات سو تک نیکیاں ملتی ہیں بلکہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس سے بھی زائد دیتے ہیں اب بتلائیے اگر شریعت بھی تغلیل کلام کی وہی صورت تجویز کرتی جو اہل ریاضت میں مستعمل ہے کہ بالکل خاموش بیٹھے رہ کر یہ تو یہ دولت بے شمار کیونکر حاصل ہوتی، غرض شریعت نے مجاہدہ تغلیل کلام کی وہ صورت تجویز کی کہ جس سے اس مجاہدہ کا فائدہ بھی حاصل ہو کہ زبان گناہوں سے بچی رہے، فضول باتیں کرنے کی عادت کم ہو جائے، اور اسکے ساتھ ثواب بھی بے شمار ملتا رہے اور ثواب پر ہی بس نہیں کیا بلکہ تلاوت قرآن میں بندے کو حق تعالیٰ کا ایک خاص قرب حاصل ہوتا ہے جو خاموش رہنے میں کبھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن میں ایک خاص تجلی ہے، جب اس کا ظہور قلب پر ہوتا ہے تو دل عظمت حق سے پڑھو جاتا ہے، پھر ان باطنی دولتوں کے علاوہ قرآن میں ایک ظاہرہ لذت بھی ہے کہ جس کی وجہ سے کثرت تلاوت آسان ہوگی، اگر ذرا سا بھی فوق ہو تو قرآن سے زیادہ کوئی لذت کلام نہیں، اس میں وہ لذت ہے کہ جتنا پڑھتے جاؤ لذت بڑھتی ہی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کثرت تلاوت سے جی نہیں گھبراتا، غرض شریعت نے عجیب مجاہدہ تجویز کیا ہے کہ جس میں تغلیل کلام کے ساتھ ظاہری لذت بھی ہے، جس کی کثرت قلب پر گراں بھی نہیں ہوتی۔ پھر اس میں قرب بھی بے انتہا ہے، ثواب بھی بے شمار ہے، یہ تلاوت تغلیل کلام کی ایسی صورت کوئی بتلا سکتا ہے، پھر جو صورت مجاہدہ کی تغلیل کلام کی اہل ریاضت نے

تجویر کی ہے کہ زبان کو بند کر لیا جائے اس میں ایک نقص ایک یہ بھی ہے کہ اس طرح قوت گویائی کم ہو جاتی ہے، اگر ایسا شخص کسی وقت تقریر کرنا چاہے تو اس کے کلام میں شوکت و قوت نہ ہوگی مگر شریعت نے تعلیل کلام کی جو صورت تجویر کی ہے، اس سے قوت کلام بڑھتی ہے تجربہ ہے کہ ذرا ان کی کثرت تلاوت سے کلام میں بلاغت و فصاحت پیدا ہوتی ہے اور گویائی میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ "سُبْحَانَ اللَّهِ" کیا عجیب مجاہدہ ہے کہ تعلیل کلام مجتمع کر دی بھلا ضدین کو کوئی اس طرح جمع کر سکتا ہے ہرگز نہیں، یہ بات تلاوت قرآن ہی میں ہے کہ اس کی مشغولی میں تعلیل کلام بھی ہے اور ساتھ ساتھ قوت گویائی بھی حاصل ہوتی ہے حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ جو شخص اپنے کلام میں بلاغت پیدا کرنا چاہے وہ تلاوت قرآن کثرت سے کیا کرے،

صاحبو! اس سلسلہ میں ایک باریک بات عرض کرتا ہوں۔ ذرا غور سے سنئے :-

اصطلاح صوفیہ میں ایک تخیلیہ ہے اور ایک تخیلیہ تخیلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرے اور تخیلیہ یہ ہے کہ سالک خود کو اخلاق رذیلہ سے پاک کرے یقیناً یہ پہلے ہی دن ذکر تعلیم کر دیتے ہیں ان کے ہاں تخیلیہ تخیلیہ پر مقدم ہے اور تخیلیہ تخیلیہ کے ساتھ ساتھ کرتے ہیں بغرض شریعت نے بھی تمام مجاہدات میں اسکی رعایت کی کہ صرف تخیلیہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مجاہدہ کی وہ صورت اختیار کی کہ جس میں تخیلیہ اور تخیلیہ ساتھ ساتھ ہوتے رہے، مثلاً تعلیل منام کے لئے تراویح اور تہجد کو تجویر کیا یہ تخیلیہ ہے اور جس میں جاگنا بھی ہو گیا جو ترک راحت ہونے کی وجہ سے تخیلیہ ہے۔ بغرض شریعت نے تعلیل منام کے لئے فالی بیٹھے رہنے کو تجویر نہیں کیا۔ اسی طرح تعلیل کلام کے لئے تلاوت قرآن کو تجویر کیا کہ تلاوت میں مشغول رہو، تو یہ تخیلیہ ہے اور اس میں زبان بھی محفوظ ہوگی، تو یہ تخیلیہ ہے اسی طرح تعلیل کلام کے لئے یہ حکم نہیں دیا کہ صرف زبان بند کر کے بیٹھ جاؤ شریعت نے اسی لئے مجاہدات میں صرف ترک پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ساتھ عمل بھی مشروع کیا، اگر مجاہدہ میں صرف ترک پر اکتفا کیا جائے اور اس کے ساتھ کوئی عمل تعلق مع اللہ کا بڑھانے والا ادا نہ کیا جائے تو نتیجہ مجاہدہ کا یہ ہوگا کہ قلب تعلقات غیر سے خالی ہونے کے ساتھ تعلق مع اللہ سے بھی خالی ہوگا اور اس صورت میں شیطان کا قلب پر قبضہ جائیگا آسان ہے اسی واسطے شریعت نے ہر مجاہدہ میں اس کی رعایت کی ہے کہ تعلقات مجاہدہ کو ترک کر کے اعمال میں مشغول کر دیا ہے تاکہ قلب خالی نہ رہے۔

غرض شریعت نے تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے اس میں بھی اس راز کی رعایت ہے یعنی شریعت نے یہ نہیں کہا کہ روزے میں زبان بند کر لیا کرو، کیونکہ اس سے تعلق مع المخلوق میں کمی ہوگی تعلق مع الخالق میں کیا زیادتی ہوئی تو نتیجہ یہ ہوا کہ دل دونوں سے خالی ہو جائے گا بلکہ یہ صورت تجویز کی کہ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہو، اس سے تعلق مع المخلوق میں کمی کیساتھ ساتھ تعلق مع الحق بڑھے گا اب دل خالی نہ رہے گا ایک چیز نکلے گی اور اس کی جگہ تعلق مع اللہ بھرے گا تو قلب شیطان سے بالکل محفوظ رہے گا۔ غرض شریعت نے مجاہدہ تقلیل کلام کی جو صورت تجویز کی ہے وہ سب سے بہتر صورت ہے اور اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہو سکتی اور اس میں کچھ خطرہ بھی نہیں ہے اور منافع بے شمار ہیں اور اہل ریاضت کے پاس تقلیل کلام کا جو طریقہ مستعمل ہے خطرہ سے خالی نہیں ہے اور اس میں اتنے منافع بھی نہیں ہیں۔

تقلیل اختلاط مع الانام | قلت کلام کی ضرورت قلت اختلاط سے زیادہ ہے کیونکہ لوگوں سے بصورت اعتکاف (لوگ) میں جول رکھنے کے بعد زبان کو سنبھالنا دشوار ہے اس لئے قلت کلام کی سہل صورت یہی ہے کہ لوگوں سے الگ رہے گوشہ نشینی اختیار کرے، کیوں کہ مجمع کا قرب بھی اختلاط کی مثل ہے، مجمع کے قرب میں سکوت نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صوفیہ نے عزلت کو اختیار کیا ہے۔

سلف کے کلام میں مجاہدات کا یہ طرز نہ تھا وہ اختلاط زیادہ کرتے تھے اور متاخرین نے عزت کو اختیار کیا ہے ذیل میں دونوں کے مفاسد و منافع درج کئے جاتے ہیں۔

لوگوں سے زیادہ اختلاط کے فوائد | اختلاط میں ایک نفع تو یہ ہے کہ تعلیم و تعلم اسی پر موقوف ہے عزت سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جائے گا۔ دوسرے

اختلاط میں خدمتِ خلق کا موقع ملتا ہے، تیسرے جماعت کی نفعیت اختلاط ہی سے حاصل ہوتی ہے جو شخص عزت گزیں ہو گا وہ جماعت کے ثواب سے محروم رہے گا۔ چوتھا نفع اختلاط میں یہ ہے کہ اس سے تواضع پیدا ہوتی ہے جب لوگوں سے ملے گا تو بہت لوگوں کو اپنے سے افضل پائے گا تو اس شخص کی نظر اپنے اعمال پر کم ہوگی، کیونکہ اپنے سے افضل کے اعمال کو دیکھ کر سمجھے گا کہ میں کرتا ہی کیا ہوں، اللہ کے بعض بندے مجھ سے زیادہ عمل کرنے والے ہیں

اور عزت میں دوسروں کے اعمال تو پیش نظر ہوتے نہیں، بس اپنے ہی اعمال پر نظر ہوتی ہے اور اس سے بعض دفعہ عجب و کبر پیدا ہو جاتا ہے۔ پانچواں نفع یہ ہے کہ اختلاط میں بزرگانِ دین سے فیض حاصل ہو جاتا ہے، بدوں اختلاط کے بزرگوں سے فیض حاصل کرنا دشوار ہے، اسکے سوا اور بھی منافع متاخرین نے اختلاط کے بتلائے ہیں لیکن یہاں لوگ ایک غلطی کرتے ہیں کہ مطلقاً اختلاط کو عزت پر ترجیح دیتے ہیں، عموماً اختلاط حفظِ نفس کے لئے کیا جاتا ہے کہ جس میں نہ غیبت سے احترا ہے نہ جھوٹ و لالیعی باتوں سے پرہیز ہے اور نہ فضول بک بک سے۔

غرض سلف کا اصل مذاق اختلاط ہے اور متاخرین نے عزت کو ترجیح دی ہے اور اسکے

بے شمار منافع بیان فرمائے ہیں جن میں سے ایک نفع یہ ہے کہ عزت کے فوائد میں گناہوں سے اجتناب ہوتا ہے۔ غرض ایسی عزت و تنہائی ہونا چاہیے

کہ جس میں نگاہ کی بھی حفاظت ہو، کان کی بھی حفاظت کرے، دل کی بھی حفاظت کرے کہ قصداً کسی غیر کا خیال دل میں نہ لائے، اگر آجائے تو ذکر میں مشغول ہو کر اسے دفع کرے ایسی عزت میں واقعی گناہوں سے بہت حفاظت ہوگی، بزرگوں نے اختلاط میں یہ بھی مضرت متلائی ہے کہ اس میں نامحرم پر نگاہ پڑ جاتی ہے، اسی لئے بزرگوں نے زمین پر نگاہ رکھنے کی تاکید کی ہے کیونکہ شیطان نے حق تعالیٰ سے کہا کہ میں بنی آدم کے پاس سامنے سے آؤں گا اور پیچھے سے، اور دائیں طرف سے او اور بائیں طرف سے اس میں صرف چار سمتوں کا ذکر ہے، فوق و تحت یعنی اور اوپر اور نیچے کا ذکر نہیں ہے معلوم ہوا کہ فوق و تحت سے شیطان نہیں آسکتا، اوپر دیکھ کر چلنے میں ٹھوکر لگنے کا ڈر ہے اس لئے بزرگوں نے نیچے نگاہ رکھ کر چلنے کی تاکید کی ہے وہ اس طرح کہ امتیازی نشان پیدا نہ ہو، دوسرا نفع عزت میں یہ ہے کہ اس سے زبان کی حفاظت ہوتی ہے، یہ کام صدیقین کا ہے کہ اختلاط کے ساتھ زبان کی حفاظت کرتے تھے اور کوئی بات خلاف شرع نہ کرتے تھے۔

غرض اختلاط کے ساتھ قلت کلام بہت دشوار ہے، یہ کام صدیقین و کاملین کا ہے ورنہ اکثر یہ حالت ہے کہ اختلاط میں فضول باتیں بہت کرنا پڑتی ہیں، اب اگر یہ دستور العمل رکھا جاوے کہ جو شخص بھی آئے اسکے ساتھ خاطر مدارات و تعظیم و تکریم کا معاملہ کیا جائے اور گھنٹوں باتیں بنائی جائیں تو سارا وقت اسی کا ہو رہے گا، اپنا کوئی کام بھی نہ ہوگا، اور اگر ایک کے ساتھ یہ برتاؤ کیا

دوسرے کے ساتھ نہ کیا تو اس کو ناگوار ہوگا اور جس کی تم نے خاطر و مدارات کی تھی اس کے ساتھ حسد پیدا ہوگا۔ اس لئے سلامتی عزلت و قلتِ اختلاط ہی میں ہے مگر ایک بات قابلِ غور ہے وہ یہ کہ قلتِ اختلاط سے بعض دفعہ شہرت ہو جاتی ہے اور شہرت دنیا و دین دونوں کے لئے مضر ہے مگر تجربہ ہے کہ اگر قلتِ اختلاط اولیٰ ہی سے اختیار کر لو تو شہرت بھی نہ ہوگی کیونکہ لوگوں کی نظر میں یہ حالت کوئی نئی بات نہ ہوگی اور اختلاط کے بعد قلتِ کر دگے تو شہرت ہو جائے گی، لوگوں کو ایک نئی بات معلوم ہوگی کہ آج کل فلاں شخص گوشہ نشین ہو گیا ہے۔ غرض جب وہ دیکھتا ہے کہ ساری دنیا میری معتقد ہے تو آپے سے باہر ہو جاتا ہے یہ دین کا ضرر ہے، اور دنیا کا ضرر یہ ہے کہ مشہور آدمی سے عام لوگوں کو حسد اور رشک پیدا ہوتا ہے اور حکام کی نظر بھی مشہور لوگوں پر زیادہ ہوتی ہے۔

غرض بعض حدیثوں نے اختلاط (میل جول) کو ترجیح دی ہے، اس لئے وہ اختلاط کے منافع اور عزلت (گوشہ نشینی) کے مفسد بتلاتے ہیں، اور بعضوں نے عزلت کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ وہ عزلت کے منافع اور اختلاط کی مضر تیں بتلاتے ہیں۔

غرض یہ مسئلہ فی نفسہ اختلافی ہے کہ عزلت بہتر ہے یا اختلاط۔ اس کا سب سے اچھا فیصلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آپ فرماتے ہیں "أَلَوْحَدَاةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيسِ السُّوءِ وَالْجَلِيسِ الصَّالِحِ خَيْرٌ مِّنْ الْوَحَدَاةِ"۔

ترجمہ :- بڑی صحبت سے عزلت بہتر ہے، اور اچھی صحبت عزلت سے بہتر ہے۔

یعنی رخصت بہتر ہے نہ جلوت، بلکہ ملنے والے بدہموں تو ان سے علیحدگی اور خلوت ہی بہتر ہے اور اگر ملنے والے نیک ہوں تو ان سے ملنا خلوت سے بہتر ہے۔

جب آپ کو کثرتِ اختلاط کے مفسد اور قلتِ اختلاط کے منافع معلوم ہو چکے تو اب سنیے کہ شریعت نے قلتِ اختلاط کی کیا صورت تجویز کی ہے، شریعت نے قلتِ اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے اور رمضان میں اس کا اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ عشرہٴ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس لئے رمضان سے اسکو بھی خاص تعلق ہے۔ بہر حال تقلیلِ اختلاط کی یہ ایسی صورت ہے کہ کوئی صاحبِ ریاضت اسکی نظیر نہیں دکھلا سکتا۔ کیونکہ اعتکاف میں نہ

وہ مفاسد ہیں جو خلوتِ محفہ (خالص) میں ہیں اور نہ وہ مفاسد ہیں جو اختلاطِ محفہ میں ہیں کیونکہ معتکف خلوت میں بھی ہے اور جلوت میں بھی اور یہ ریاضتِ خلوت و جلوت دونوں کو جامع ہے۔

اہل اختلاط نے عزلت میں ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ اس سے تعلیم و تعلم کا باب مسدود ہو جاتا ہے تو یہ خرابی اعتکاف میں نہیں، کیونکہ معتکف کو تعلیم و تعلم سے منع نہیں کیا گیا ہے اور چونکہ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے جہاں اہل علم آتے رہتے ہیں اس لئے معتکف کو تعلیم و تعلم میں کوئی رقت بھی نہیں ہو سکتی۔

۲۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں جماعت کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ اعتکاف کے لئے مسجد جماعت شرط ہے، معتکف سے زیادہ تو کسی کو جماعت کا ثواب مل ہی نہیں سکتا، وہ تو ہر نماز میں بکیر اور لی پاتا ہے، اور ہر وقت جماعت کے انتظار میں رہتا ہے اور انتظارِ جماعت کا ثواب بھی جماعت کے ثواب کے برابر ہے۔

۳۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں بزرگوں کے فیض سے محروم ہو جاتا ہے اعتکاف اس سے بھی پاک ہے کیونکہ یہ شخص پانچوں رقت نمازیوں سے ملتا ہے جن میں بعض اولیاء بھی ہوتے ہیں۔

۴۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت میں صرف اپنے اعمال پیش نظر ہوتے ہیں جس سے عجب و کبر کا اندیشہ ہے اور اختلاط میں اپنے سے افضل کے اعمال پر نظر پڑتی ہے تو تواضع پیدا ہوتی ہے اعتکاف میں یہ خرابی بھی نہیں کیونکہ مسجد میں بہت لوگ نماز کے لئے آتے ہیں جن میں بعض تو بہت عبادت کرنے والے ہوتے ہیں، معتکف کی نظر ان کے اعمال پر پڑتی ہے تو عجب و کبر پیدا نہیں ہو سکتا۔

۵۔ ایک خرابی یہ بتلائی تھی کہ عزلت سے شہرت ہو جاتی ہے، اعتکاف میں یہ بات بھی نہیں کیونکہ معتکف کسی پہاڑ کی کوہ میں نہیں بیٹھتا جس سے شہرت ہو بلکہ بستی کی مسجد میں بیٹھتا ہے جہاں سب سے ملاقات بھی ہوتی رہتی ہے اور عرفا اسکو گوشہ نشینی نہیں شمار کیا جاتا۔ اس لئے معتکف کی شہرت بھی نہیں ہوتی ہر سال بیسوں لوگ اعتکاف کرتے ہیں، مگر کوئی بھی بزرگ مشہور نہیں ہوتا۔

۶۔ اختلاط میں ایک مسرت یہ تھی کہ اس میں اشار کی صحبت بھی بعض دفعہ ہوتی ہے اور اشار کی صحبت سے دین کا فائدہ ہوتا ہے، سو معتکف اس سے محفوظ ہے کیونکہ مسجد میں نمازی آتے ہیں اور

اکثر نمازی نیک ہوتے ہیں اور اگر بعضے بد بھی ہوں تو نماز کے وقت نیک بن جاتے ہیں اس لئے انکی صحبت مضر نہیں پھر وہ طویل صحبت نہیں ہوتی ایسے لوگ مسجد میں نماز کے بعد ٹھہرتے نہیں ہیں۔

۷۔ ایک مفدہ یہ بتلایا گیا تھا کہ اختلاط میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے باتوں میں وقت ضائع و برباد ہو جاتا ہے، معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، کیونکہ اسکے پاس باتیں کرنے والے آتے ہی نہیں، کیونکہ مسجد میں نماز کے بعد کون ٹھہرتا ہے کہ جو معتکف سے باتیں کرے، دوست احباب بھی گھر آتے ہیں مسجد میں کوئی نہیں آتا۔ اس لئے معتکف کو باتیں کرنے کا موقع نہیں ملتا، اس طرح معتکف کثرت کلام کی خرابیوں سے محفوظ رہتا ہے اور ذکر و فکر و تلاوت و نماز کے لئے اسکو بہت وقت ملتا ہے۔

۸۔ ایک مفدہ اختلاط میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس میں نگاہ کی حفاظت نہیں ہوتی معتکف اس سے بھی محفوظ ہے، اسکے پاس نامحرم عورت کوئی نہیں آتی۔

غرض معتکف سے ایسا اختلاط کسی کا نہیں ہوتا کہ جس سے اس کا وقت ضائع ہو، یاد دہنی یاد شمنی پیدا ہو، اور مزایہ ہے کہ معتکف سے نماز کے وقت سب ملنے آتے ہیں یہ کسی سے ملنے نہیں جاتا۔ غرض اعتکاف ایسی عجیب ریاضت ہے کہ فلوت و جلوت دونوں کے منافع اس میں موجود ہیں اور دونوں کے مفاسد سے یہ پاک ہے، اسی لئے شریعت میں اعتکاف کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

هو يعتكف الذ نوب ويجزي له من الحسنات كعاصل الحسنات
حدیث (ابن ماجہ)

چنانچہ ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ معتکف گناہوں سے الگ رہتا ہے۔ غرض شریعت نے قلت اختلاط کی صورت اعتکاف تجویز کی ہے کہ کوئی صاحب ریاضت اسکی نظیر نہیں لاسکتا صاحبو! اب کچھ شب قدر کے بارے میں سنئے ارشاد باری ہو رہا ہے:-

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۱۱۳) رُكُوع - سوره قدر
شب قدر ترجمہ ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل کرنا شروع کیا۔

حکایت ایک روز جنوں نے ہرنی کو دکھا، تڑپنے لگا اور بے ہوش ہو گیا، جب ہوش آیا تو لوگوں نے کہا کہ تم کو کیا ہوا، جنوں نے کہا کہ کیا پوچھتے ہو، اس ہرنی کی آنکھ دیکھ کر مجھ کو میرے ریشمی کی آنکھ یاد آگئی، اس ہرنی کی آنکھ پر بھی مجھکو محبت آنے لگی۔

کچھ سمجھے آپ کہ یہ کیا معاملہ ہے، سینے ایک شخص کو کسی سے محبت ہے تو جب اسکو کوئی اور چیز اسکے محبوب کے مانند نظر آتی ہے تو اس چیز سے بھی محبت کرنے لگتا ہے، ہر نی کی آنکھ، لیلیٰ کے آنکھ جیسی تھی بس اسی علاقہ کی وجہ سے ہر نی کی آنکھ پر بھی محبت آنے لگی، ہاے اگر اس وقت لیلیٰ کی کوئی چیز خواہ اسکا جوتا ہی سہی اگر کہیں نظر آجائے تو اس وقت مجنون کی تڑپ کا کیا پوچھنا۔ کیوں، اس لئے کہ پیاری کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، اس لئے کہ زمرے زمانے میں بھی مسلمانوں کی اس ناقص حالت پر بھی اگر اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک یا نعلین مبارک لا کر سب کے سامنے رکھ دیں تو ہر ایک مسلمان اسکو دیکھ کر اس قدر تڑپے گا کہ کسی کو کچھ سدھری نہ رہے گی، کیوں، پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رات میں سوتے وقت تخت کے نیچے ایک پیالہ رکھ دیتے تھے، آپ رات کو اس میں پیشاب فرماتے تھے، ایک وقت پیالہ میں حضرت کا پیشاب دھرا تھا۔ ابن عباسؓ آگے لوگ ہاں ہاں ہی کرتے رہے اور آپ وہ حضرت کا پیشاب اٹھا کر پی گئے کیوں، پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، پھر یہ پیشاب پینے کا یہ اثر ہوا کہ شرح صدر ہو گیا۔ دل کھل گیا روح محفوظ سامنے تھا۔ آج تک کوئی ایسا قرآن کی تفسیر کرنے والا نہ ہوا۔ ہاے یہ تو انسان تھے جانوروں کو بھی معلوم ہے کہ پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کر کے تنوا اونٹ قربانی کئے، اونٹوں کا گلہ کھڑا تھا آپ ایک ایک اونٹ لے کر قربانی فرماتے تھے، صحابی کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا کہ ہر ایک اونٹ دوسرے پر گرتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اس چھری کے نیچے میں پہلے ذبح ہو جاؤں۔ کیوں، پیارے کی ہر چیز پیاری ہوتی ہے، یہ معاملہ کچھ مخلوق ہی کے پاس نہیں ہے بلکہ خالق کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، سینے، قسم اس چیز کی کھایا کرتے ہیں کہ جو قسم کھانے والے کے پاس سب سے زیادہ پیاری ہو۔ کہتے ہیں تمہارے سر کی قسم (کو مسئلہ نہیں ہے) "لَعْنَةُ رَبِّكَ" (آپ۔ رکوع ۵۔ سورہ حجر)

ترجمہ: (اے محمد) آپ کے جان کی قسم۔

پیارے تمہارے جان کی قسم کہیں فرماتا ہے "وَالْعَصْرِ" (آپ۔ رکوع ۱۔ سورہ العصر) ترجمہ، آپ جس زمانہ میں ہیں اس زمانہ کی قسم: "لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ" وَأَمَّا جِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ

رپٹ۔ رکوع۔ سورہ بقرہ ترجمہ: پیارے نبی اس شہر کی قسم جس شہر میں آپ ہیں۔
 غرض اللہ تعالیٰ کو بھی پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے ہائے اگر وہ چیز پیارے کو بھی
 پیاری ہے تو پھر کچھ نہ پوچھو کہ وہ چیز کس قدر پیاری ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز سے زیادہ
 یہ امت پیاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی چیزیں جیسے آپ کا زمانہ، آپ کا شہر جب خدا
 کو پیارا ہے تو اب سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری امت اللہ تعالیٰ کو کس قدر پیاری معلوم
 ہوتی ہوگی! تم خدا کے کس قدر خوش تقدیر ہو کہ تم خدا کے محبوب کے محبوب ہو، اس لئے سوچو کہ تم
 خدا کے کس درجہ محبوب ہوں گے، اسی لئے خدا تعالیٰ کو تم سے اس قدر محبت ہے کہ کسی اور پیغمبر کی امت
 سے ایسی محبت نہیں ہے۔ عشق و مشکرات تو انہوں نے نہفتن، ترجمہ: محبت اور مشک چھپانے سے بھی
 نہیں چھپ سکتے۔ خدا کے تعالیٰ کی ہر بات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو تم سے بے حد محبت ہے آپ نے
 دیکھا ہوگا کہ ایک بچہ ریٹ میں لت پت، میلے کپڑے اور غلیظ حالت ہے، ماری دنیا گھن کر رہی ہے،
 مگر ذرا اس محبت بھری ماں سے پوچھو، وہ کہتی ہے کہ اس کا ریٹ تمہارے پاس ریٹ ہے لیکن میرے
 پاس صندوق سے زیادہ پیارا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو! روزہ دار کے منہ کی تو تمہارا
 پاس بدبودار ہے مگر میرے پاس مشک سے زیادہ پیاری ہے، دیکھا آپ نے ان لفظوں سے کس قدر محبت
 چمکتی ہے۔

حدیث | ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت غمگین تھے، یہ فکر تھی کہ معلوم نہیں میری امت
 کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ فوراً جبریل علیہ السلام پیام لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ
 میرے پیارے نبی! آپ منہم نہ ہوں، آپ کی پیاری امت میرے پاس بھی پیاری ہے جب تک
 میں دنیا میں آپ کی امت کو بنیوں کے درجہ نہ دیدوں گا دنیا سے نہ اٹھاؤں گا۔ کیوں نبی اب تو
 خوش ہوئے۔ اس کا آپ سجدہ شکر بجالائے۔

واقعی خدا کے تعالیٰ نے پیغمبروں کی شان میں جو الفاظ فرمایا ہے وہ اس امت کے لئے بھی
 فرمایا۔ بطور نمونہ کے کچھ سناتا ہوں:-

اس امت کی شان میں

پیغمبروں کی شان میں

(۱) اس امت کے حق میں فرمایا "وَلَا تَهِنُوا"

(۱) موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرمایا:

(پیغمبروں کی شان میں)

قُلْنَا لَا تَخَفُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلَىٰ ۝

رپ ۱۶۔ رکوع ۳۔ سورہ طہ (ترجمہ: ہم نے کہا کہ تم ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے۔

(۱) ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا:

سَوَاتِيخُذُ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝

رپ ۱۶۔ رکوع ۱۔ سورہ نساء (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خالص دوست بنایا تھا۔

(اس امت کے حق میں)

وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمْ اِلَّا عُلُوْنٌ ۝ رپ

رکوع ۱۱۔ سورہ آل عمران (ترجمہ: اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو اور تم ہی غالب رہو گے۔

(۲) اس امت کے حق میں فرمایا:

”يُحِبُّهُمْ“ (رپ ۱۶۔ رکوع ۱۔ سورہ مائدہ)

ترجمہ: اللہ ان سے محبت رکھتے ہیں۔

قاعدہ ہے کہ جہاں بڑے بڑے امیر نہیں جاسکتے

وہاں بادشاہوں کے ساتھ بادشاہوں کے غلام پہنچ

جاتے ہیں اور امت کو کیا دوسرے نبیوں کے لئے وہ

لفظ نہیں کہے گئے جو خدا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لئے کہے گئے ہیں، وہ اس امت کے لئے بھی کہے گئے ہیں

مثلاً حضور کی شان میں ”اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰئِكَتُهٗ

يُصَلُّوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ“ (رپ ۲۲۔ رکوع ۱۔ سورہ احزاب)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت

بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اور امت کی شان میں فرمایا

”هُوَ الَّذِي يُصَلِّيْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰئِكَتُهٗ“

(رپ ۲۲۔ رکوع ۶۔ سورہ احزاب) ترجمہ: اور وہ ایسا

درجیم ہے کہ وہ خود بھی اور اس کے فرشتے بھی تم

پر رحمت بھیجتے ہیں اور نبی کی شان میں فرمایا:

”وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی“

(رپ ۳۱۔ رکوع ۱۔ سورہ الضحیٰ) ترجمہ: اور عنقریب اللہ تعالیٰ

آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ

(پہنمبروں کی شان میں)

(اس امت کی شان میں)

خوش ہو جائیں گے۔ اور اس امت کی شان میں فرمایا
 "رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ" (پ
 رکوع ۱۶۔ سورہ مائدہ) ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان سے راضی
 اور خوش اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں۔

حدیث | ایک روز موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا الہی! تو نے مجھے عزت دی ہے کہ
 مجھ سے باتیں کرتا ہے، کیا یہ عزت تیرے کسی اور بندے کو بھی دیا ہے،
 حکم ہوا کہ میرے بہت سے وہ بندے ہیں کہ جن کو میں آخر زمانہ میں پیدا کروں گا رمضان
 کا ہینہ دے کر تم سے زیادہ ان کو عزت دوں گا۔ کیونکہ تم سے میں جو باتیں کرتا ہوں
 تو مجھ میں اور تم میں ستر ہزار پر دے پڑے ہوئے ہوتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا، ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے، افظا
 کا وقت قریب ہو رہا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر
 پرہیز ہے سب اٹھا دوں گا۔ موسیٰ اسانوں اور زمینوں، چرند پرند، غرض کئی
 کائنات کے دلی میں ڈالتا ہوں کہ وہ رمضان کے روزہ دار کے لئے مجھ سے منفعت
 کی دعا کرے۔

(۳) نوح علیہ السلام کے لئے فرمایا: "سَلَامٌ
 عَلٰی نُوْحٍ" (پ۔ رکوع ۳۔ سورہ صافات)
 ترجمہ: نوح پر سلام ہو۔
 جس کی وجہ سے کافروں پر نصرت کی گئی۔
 ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا "سَلَامٌ
 عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ" (پ۔ رکوع ۳۔ سورہ صافات)
 ترجمہ: ابراہیم پر سلام ہو۔

(۳) اسی طرح اور پہنمبروں پر سلام اتارا۔ کسی
 امت پر نہیں، اگر کسی امت پر سلام اتارا ہے تو اس
 امت پر۔ ارشاد ہوا ہے "سَلَامٌ وَقَدْ هَمَّتْ حَتَّى
 مَطَّلَعَ الْفَجْرُ" (پ۔ رکوع ۱۔ سورہ قدر) ترجمہ: او
 وہ شب سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت
 کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے۔

شب قدر میں ہر سال اللہ تعالیٰ اس امت کو سلام
 بول بھیجتا ہے۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے لئے

(پینچہر دن کی شان میں)

فرمایا "سَلَامٌ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ"

رپ ۲۳ - رکوع ۱ - سورہ طہ (

ترجمہ: موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

جس کی وجہ دریا سے صحیح و سالم پار ہو گئے،

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج میں

فرمایا:-

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَ

رَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ.

اے نبی آپ پر خدا سلامتی رحمت اور برکتیں

نازل کرے۔

۴۔ تمام نبیوں کو سلام کی بدولت ایک

ایک چیز ملی۔

۴۔ اس امت کو بھی سلام کی بدولت ایک

چیز ملی۔ صابو! وہ کیا ہے نیچے: جب یہ امتی قیامت

میں دوزخ پر سے گزرے گا تو دوزخ چلائے گی۔

اے اتنی تجھے خدا سلام بول بھیجا ہے اب تو میرے

قابل نہ رہا۔ جلد مجھ پر سے گزر جا۔

جب آدم علیہ السلام کا پتلا بنایا گیا تو روح کو حکم ہوا کہ اس جسم کے اندر

پہلی جا۔ روح رک گئی اور کہنے لگی کہ میں اس تاریک جگہ میں کس طرح

جاؤں۔ حکم ہوا تو اندر تو جاتی رہی وجہ سے میں اس جسم کو منور کر دوں گا۔

غرض روح خدا کے تعالیٰ کی آواز سُنکر اور اللہ تعالیٰ سے بات کرنے کے مزہ میں

بے خوف ہو کر جسم میں چلی گئی۔

۵۔ اسی طرح ہر نیک مسلمان کی روح خدا کرتی

ہے ملک الموت تک کر رہ جاتے ہیں تو خدا کے تعالیٰ

۵۔ انتقال کے وقت مہر سی علیہ السلام بند

کرنے لگے اور ملک الموت کو روح نہیں لینے دینے

(پیغمبروں کی شان میں)

(اس امت کی شان میں)

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملک الموت یہ روح تمہاری اطاعت نہیں کرے گی، جنت سے ایک سیب لے جاؤ۔ اس میں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بوائے گی، ملک الموت جنت سے سیب لائے۔ اس سیب کی بوسو گئے روع! سورہ فجر)۔

ہی موسیٰ علیہ السلام نے بے خود ہو کر جان دیدی۔ ترجمہ: (اور جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار تھے انکو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح (تو اپنے پروردگار کے جو رحمت کی طرف چل)۔

اس آواز کو سنتے ہی بے خود ہو کر جسم سے نکل آتی ہے

یہ بات سوچنے کی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی روح سیب سٹکھا کر نکالتے ہیں اور اس امت کی روح خود اپنی آواز سنا کر نکالتے ہیں۔ یہ کیوں؟ پیارے کی ہر چیز پیاری معلوم ہوتی ہے، جد ہر بادشاہ کا رخ دیکھتے ہیں سب ادھر ہو جاتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ کی یہ محبت اس امت کے ساتھ دیکھ کر ہر چیز اس امت سے محبت کرنے لگی ہے، پانچ نمازوں کے وقت جنت تڑپ کر کہتی ہے:-
 ”وَأَشْوَقًا إِلَىٰ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ ترجمہ: جنت نہایت شوق سے کہتی ہے کہ کیا کروں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کب مجھ میں آئے گی۔

۶- ایک چیز عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی، پھر اس پر احسان بتلانا ہے ”إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (پ۔ لاکو ۱۵ سورہ المائدہ ۴)

۶- اس امت کو فرمایا ”وَإِيَّادَهُمْ بِرُوحِ الْقُدُسِ“ (سورہ مجادلہ ترجمہ: اول ان مسلمانوں کے قلوب اکو اپنے غیب کے فیض سے قوت دی ہے۔

(اس امت کی شان میں)

(۷۷) اس کے بر خلاف اس امت پر تَنْزِيلُ
الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ (پٹا۔ رکوع۔ سورہ قد)
ترجمہ (اور شب قدر ایسی ہے کہ اس رات میں فرشتے
اور روح القدس (یعنی جبرئیل علیہ السلام) اپنے پروردگار
کے حکم سے زمین کی طرف اترتے ہیں۔

یعنی اس امت پر ہر سال جبرئیل علیہ السلام
اور ملائکہ آتے ہیں۔

(۸) اس امت کو اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ

(پٹا۔ رکوع۔ سورہ قدر) ترجمہ: بے شک ہم نے قرآن
کو شب قدر میں اتارا ہے۔ یعنی انزال قرآن۔

اس آئدہ میں ہر طرح نعمت ہے، آئدہ محمدی میں

”وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَاسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ
مُبِينٍ“ (پٹا۔ رکوع۔ سورہ انعام) ترجمہ:

اور نہ کوئی تر و خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب
روشن میں لکھی ہوئی ہیں۔

(۹) آئدہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سبب رحمت

”وَنَزَّلْنَا مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ
لِّلْمُؤْمِنِينَ“ (پٹا۔ رکوع۔ ۹۔ بنی اسرائیل)

ترجمہ: اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں
کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہے۔

(پیغمبروں کی شان میں)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے اے عیسیٰ بن مریم
میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ
میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔

(۷) تمام پیغمبروں پر جبرئیل علیہ السلام آئے

ہیں کسی امت پر نہیں۔

(۸) امت عیسیٰ کو انزال آئدہ۔

(۹) آئدہ عیسیٰ علیہ السلام سبب عذاب۔

صاحبو! سنو! ایک وہ امت تھی کہ پیغمبر سے مانگی تو کیا مانگی خوان کھانے کا۔ یا ایک میت ہے کچھ مانگتے ہی نہ تھے، یہ پیام بول بھجتا ہے کہ ان کو میرا سلام پہنچاؤ اور یہ کہو کہ تمہارا محبوب تم سے شکایت کرتا ہے کہ کبھی تم ہم سے سوال نہیں کرتے حالانکہ تم میرے محبوب ہو، تمہارے خوش ہونے سے میں خوش ہوتا ہوں، تمہاری باتوں کا میں مشتاق ہوں، ہر وقت میں تم کو اس نظر سے دیکھتا ہوں جس طرح ماں اپنے پیارے بچہ کو دیکھتی ہے، امت نے جواب دیا کہ ہم اس واسطے سوال نہیں کیے کیونکہ غلام کو کن کن چیزوں کی ضرورت ہے وہ سب میاں کو معلوم ہے پھر غلاموں کو کہنے کی کیا ضرورت ہے، جب آپ خود فرماتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ الہی ہماری آنکھوں کو دنیا اور اہل دنیا پر نظر مت ڈالنے دے، ہمارے دل کو آخرت کے شغلوں کے لئے خالی کر دے اور اپنے لئے محقق کر دے نہ دنیا پر ہماری نظر ہو، نہ آخرت کا خیال ہو۔ سوائے تیرے ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے دل میں اور کوئی نہ ہو، دیکھا آپ نے یہ کیا مانگتے ہیں اور وہ کیا۔ آخر خوان اترنا جب اس کے ساتھ بے ادبی کی گئی تو وہ خوان بند ہو گیا اور سب سورا بند رہتا ہے گئے لیکن قرآن سے جو سورا بند رہتے وہ انسان کامل ہو گئے۔ انوار الہی ہمیشہ چمکتے رہتے ہیں مگر علائق بشری ان انوار الہی کو ارواح بشری پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ حجاب ہو جاتے ہیں، جب صبح سے شام تک نفس کے تینوں خواہشوں کو روکا۔ نماز، مراقبہ اور اعتکاف میں لگا یا اس لئے روح پر عالم قدس کی تجلی ہوتی ہے۔

بادشاہوں کے پاس کا قاعدہ ہے کہ ایک روز ایسا ہوتا ہے کہ جس میں عنایات خسروانہ زیادہ ہوتے ہیں، انعامات بڑھتے ہیں، ذراں برداروں کے لئے ترقی درجات ہوتے ہیں، ایسا ہی بندہ کو اعتکاف، روزہ، تراویح کا بدلہ دینے کا وقت آگیا۔ اسی کا نام شب قدر یعنی روزہ داروں کی تراویح پڑھنے والوں کی قدر کی جانے کی رات ہے، وہ رات ہم مقرر نہیں کرتے، اس لئے کہ معشوق ملتا ہے تو بول کر نہیں ملتا۔

حکایت | ایسی پہلے مر گئی۔ مجنوں کو اس کا علم ہوا ایسی کی قبر معلوم کرنا چاہا۔ لوگوں نے اسکے ہلاک ہونے کے خیال سے نہیں بتلایا۔ اس نے جا بجا کے قبروں کی مٹی سونگھ کر پتہ لگا ہی لیا

اور یہ شعر بار بار پڑھتے پڑھتے آفریباں دیدی ہے

أَرَادُوا لِيخْفُوا قَبْرَهَا عَنْ مَجْبُهَا ۖ وَطَيْبُ تَرَابِ الْقَبْرِ دَلٌّ عَلَى الْقَبْرِ

ترجمہ: لوگوں نے یہ چاہا تھا ایلی کی قبر کو اس کے عاشق سے مخفی رکھیں لیکن اس کے قبر کی خاک کی خوشبو نے عاشق کو راستہ بتا ہی دیا۔

وہ تو شخص تھا اور اتنی سی محبت تھی مگر کیا رنگ لائی۔ ایسا ہی شب قدر بھی ہم مقرر نہیں کرتے، اگر عشق ہے تو مجنوں کی طرح پتہ نکالو۔ اگر سچا عاشق ہے تو ہم جو راتیں بتلاتے ہیں اس میں جاگے گا وصل کا مزہ لے گا۔ اور ناقص سو کر بچھٹائے گا، وہ پانچ راتیں ہیں، ۲۱ رمضان سے ختم رمضان تک، وہ وصل کی رات ہے اس لئے ہجر کی ہزار راتوں سے افضل ہے **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** (پت - رکوع ۱ - سورہ قدر)

ترجمہ: شب قدر ہزار مہینے سے افضل ہے۔

اگلی امتوں کی ہزار رات کی عبادت سے اس امت کی اس ایک رات کی عبادت افضل ہے۔

حدیث ایک مزدور صبح سے ظہر تک اور دوسرا مزدور ظہر سے عصر تک کام کیا اور تیسرا مزدور عصر سے مغرب تک کام کیا۔ مثلاً پہلے مزدور کو ایک روپیہ مزدوری دی گئی، دوسرے مزدور کو بھی ایک روپیہ مزدوری دی گئی لیکن تیسرے مزدور کو دو روپے مزدوری دی گئی۔ تب پہلے اور دوسرے مزدور نے شکایت کی کہ کام بھی ہم سے زیادہ لئے اور مزدوری بھی کم دیے لیکن تیسرے مزدور سے کام بھی کم لئے اور مزدوری بھی زیادہ دیے تو مالک نے کہا کہ کیا تمہاری مزدوری میں کچھ کم کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، تب مالک نے کہا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہا زیادہ دیا، تم کو کیوں شکایت ہے، ایسا ہی پہلے اور دوسرے مزدور یہود و نصاریٰ ہیں، تیسرے مزدور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس امت سے کام کم اور مزدوری زیادہ، یہ فضل ہے کسی کو شکایت کا حق نہیں، اسی واسطے اس امت کی ایک رات یعنی شب قدر کی عبادت اور امتوں کے ہزار رات کی عبادت سے افضل ہے، یا یوں سمجھئے کہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت بیل گاڑی، عیسیٰ علیہ السلام کے وقت گھوڑا، گاڑی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بیل گاڑی، یا قدر کے معنی ہیں اندازہ، اس رات سال بھر کے سب کاموں کا اندازہ ہوتا ہے، یا قدر کے معنی تنگی کے ہیں، اس رات اس قدر فرشتے زمین پر آتے ہیں کہ زمین تنگ ہو جاتی ہے، یا قدر اس لئے کہ کتاب قابل قدر رسول قابل قدر کی معرفت، امت قابل قدر پر اتارا۔ اس لئے سورہ قدر میں **لَيْلَةُ الْقَدْرِ** کا لفظ تین وقت

آیا ہے صبا جیو! اسکو غفلت میں نہ کھوئیے، اس لئے کہ جس کو دربار کے روز بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی انہویٰ تو پھر اسکو کیا مل سکتا ہے جیسے آفتاب معین برج میں آگیا تو بارش ہوتی ہے، تمام جڑی بوٹیاں سرسبز ہو جاتی ہیں اور مختلف رنگ کے پھول کھلتے ہیں، ایسا ہی اس رات عالم بالا کو عالم سفلی کے ساتھ ہی کیفیت بہار کی پیدا ہوتی ہے: "تَنْزِيلُ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ ذِي طَرَفِ رُكُوعِ" سورہ قدر ترجمہ: یعنی روح الامین اور فرشتے اترتے ہیں یعنی فوج ملائکہ کے ساتھ جبرئیل اترتے ہیں، سب علم کعبہ پر نصب کرتے ہیں اور حمد کا جھنڈا آسمان اور زمین کے بیچ میں منعقد کا جھنڈا قبر شریف پر حضرت کے، کرم کا جھنڈا بیت المقدس پر رحمت کا جھنڈا کعبہ شریف پر آج کی رات جشن شایانہ ہوتا ہے، ملائکہ اس دن جوڑا کر اور شب بیدار ہیں ان سے مصافحہ کرتے ہیں ایک وہ وقت تھا کہ یہ منی کا قطرہ تھا، خون کا لوتھڑا تھا، ماں باپ کو گھٹن آتی تھی پھر اس کو خوب صورت شکل دی، ماں کے پیٹ سے باہر آیا تو ماں باپ قرابتدار اس پر شید ہو گئے جب اس نے روزہ، نماز، تراویح، اعتکاف سے روحانیت میں ترقی کی تو آج عالم بالا کے لوگ بھی اپنی سنا بیت سے اس کو دیکھنے آتے ہیں، "تَنْزِيلُ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ" حضرت عیسیٰ کے اصحاب پر جبرئیل ایک بار اترے تھے، اس امت پر ہر سال، اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں رقت، آنکھوں میں آنسو اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یا روح سے مراد ارواح مومنین ہیں جو مومنین سے ملنے آتے ہیں، اچھے حال میں دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں، برے حال میں دیکھتے ہیں تو فرشتوں سے شرماتے ہیں، اور ان سے ناراض ہوتے ہیں، جس کا اثر سال بھر خسارت مال اور ذمہ داری مصائب کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یا روح سے مراد یہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں یہ سب کیوں ہاں سنو۔

موسیٰ علیہ السلام معراج میں کئی بار حضرت کو لٹائے، نام تو نماز کم کرنے کا تھا، حقیقت میں انوکھا اس انوار تجلی ذاتی کو دیکھنا تھا، اس رات خاص تجلی شب قدر کے جاگنے والوں پر ہوتی ہے، ہر رب ادھر سب جب تجلی خدا ہو رہی ہے تو اس لئے جبرئیل بھی، ملائکہ بھی، ارواح مومنین بھی، اور روح مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تشریف آوری ہو رہی ہے، یہ کہ خدا تعالیٰ کیوں آتا ہے سنو، وہ روزہ داروں کو تسلی دینے کے لئے ہے۔

رنج کے ماندوے کہ ذوالمنن و کبک گویدت چونی تو اے رنجور من
ترجمہ: احسان کرنے والا (یعنی اللہ تعالیٰ) جب فرمائے کہ اے میرے غم میں رہتے والے تو کیسا ہے اللہ تعالیٰ
کا یہ جملہ سننے کے بعد غمگین کا غم کیسے باقی رہے گا۔
پہلے اور دوسرے دہے میں روزہ وغیرہ سے ضعف ہوگا اور آخردہے میں ہمت پست ہوتی
ہے اس لئے ہمت بڑھانے کے لئے شب قدر مقرر ہوئی۔ اس میں تجلی خاص فرمایا تاکہ ہمت بڑھے اور
رمضان شریف کی تکمیل کر سکیں۔

اب جمعۃ الوداع کے بارے میں سنئے:-

جمعۃ الوداع

صاحبو! ارشاد باری ہو رہا ہے "ذِکْ بِاَنْهَمْ لَا یُصِیْبُہُمْ

ظَمًا وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ وَّ لَا یَطْوُونَ مَوْطِئًا یَغِیظُ الْکُفَّارَ
وَّ لَا یَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوِّ وَّ نِیْلًا اِلَّا کَتَبَ لَہُمْ بِہِ عَمَلٌ صَاحِحٌ طَاہِرٌ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ
اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ (پک۔ رکوع ۱۔ سورہ توبہ)

ترجمہ: (اور) یہ (ساتھ جانے کا ضروری ہونا) اس سبب سے ہے کہ انکو (یعنی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کو) اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی
اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غضب ہوا، اور دشمنوں کی جو کچھ خیر لی، ان سب پر ان کے
نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا (اگر یہ ساتھ جاتے تو ان کے نام بھی لکھے جاتے) یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین
کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

منو صاحبو! ایک شخص بد تمیز، بد سلیقہ اور بے ادب ہے، نجاست سے آلودہ ہے اس نے
نہ تو غسل کیا اور نہ کپڑے تبدیل کیا، بدن سے بدبو آ رہی ہے، ہر چند اس سے کہا گیا کہ میاں غسل کر لو
کپڑے بدلو، مگر اس بھلے آدمی نے ایک نہ سنی۔ بھوت سا بنا ہوا ہے، پھر بظہن یہ ہے کہ بادشاہ کی
حضور میں جانا بھی چاہتا ہے لیکن بادشاہ کو اس سے محبت ہے اور اس کو خیر بھی نہیں کہ بادشاہ
کو اس سے محبت ہے اگر خیر ہوتی تو اس نجس حالت کے ساتھ بادشاہ کے حضور میں جانے کا
ارادہ نہ کرتا۔

صاحبو! آپ نے بادشاہوں کے صحابوں کو دیکھا ہوگا کہ کس کس طرح سے صفائی کا

انتظام کرتے ہیں تاکہ ان کی کوئی بات بادشاہ کی مرضی کے خلاف نہ ہو۔ بادشاہ تو بادشاہ اگر کسی معمولی عورت سے محبت ہو جائے تو آئینہ لگا کر لکھی جاتی ہے تو فی وقت کی جانی ہے اور شیردانی دکھی جاتی ہے یہ کیوں؟ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ شخص جو بدنامیاں بتاتا ہے وہ نہیں سمجھتا کہ

غرض ایسی حالت سے آنے والے کے لئے توجیہ لیا جاتا ہے تاکہ وہ بادشاہ کو اس سے محبت ہے، اس لئے بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ اسکو حمام میں لے جا کر نہا کر وہاں شاپی لالہ بیج میں انھوں نے اسکو خوب مل کر نہلانا شروع کیا۔ ان حضرت نے نہانے میں بڑے دل سے اور بہنا شروع کیا کہ ہائے میں مرا، ہائے میں جلا۔ مگر شاہی لوگ اس کو نہ سنے۔ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ بادشاہ نے نادان اگر ہم نے ذرا کمی کی تو یہ میلا کچھ لارہ جائے گا اور دربار کے لائق نہ ہوگا۔ اس میں آرونی شاپی لوگوں کی نہ سنے تو کسی کا کیا بگڑے گا۔ یہ شخص خود دربار سے محروم رہنے کا۔

ایسا ہی انسان بڑا بدتمیز ہے، بے ادب ہے، گناہوں کی جانت ہے اور وہ نہ توبہ کا غسل کیا، نہ نیک اعمال کے کپڑے بدلا، گناہوں کی بدبو آ رہی ہے، نہ چننے والے پودے میں لگائی توبہ کرو کچھ نیک کام کرو، مگر یہاں سنتا کون ہے۔ لیکن خدائے تعالیٰ کو اس سے بہت ہے، اس کو بھی خدا سے محبت ہوتی تو ہر وقت خود کو دیکھتا رہتا کہ کونسی بات مجھ میں خدا کی مرضی کے خلاف ہے اس حالت سے آنے والے کے لئے تو دوزخ کا حکم ہوتا تھا لیکن چونکہ خدائے تعالیٰ کو انسان سے بے حد محبت ہے۔ اس لئے حکم دیا کہ اس کو تقویٰ کے حمام میں لیجا کر گناہوں سے پاک کرو، وہاں پیئیر جو شاپی لوگوں کے مثل ہیں خوب مل کر نہلانے لگے یعنی جتنے خدا کے احکام ہیں وہ روح کے غسل میں اپنی لگے نخرے کرنے کہ ہائے گرمیوں کے روزے، ہائے بارے کی نماز وغیرہ۔ انسان چلتا ہی رہے مگر پیئیر کب سنتے گناہوں سے نجات سے پاک ہونے کا انتظام فرمادے۔ اس پر بھی اگر کوئی پیئیر کا کہنا نہ سنے، ان کی اطاعت نہ کرے تو کسی کا اس میں کیا نقصان ہے وہ خود جنت سے محروم رہے گا اور جو سمجھ گیا گناہوں سے توبہ کا غسل کر کے پاک ہو گیا اور تقویٰ کا لباس پہن لیا، وہ خدائے تعالیٰ کے دربار کے لائق ہوا اور جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

کسی وقت یا کسی شب یا کسی ماہ کے بابرکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی جلیات

میں سے کوئی تجلی اس وقت یا اس شب یا اس ماہ پر کرتا ہے تو اس وقت گناہ بہت ڈھلتے ہیں جیسے مکان پر تجلی ہو، جیسے کعبہ، اس پر خدا نے تجلی کی تو وہ تبرک ہو گیا، ایسا ہی زمانہ پر تجلی کی جیسے رمضان تو وہ تبرک ہے۔

صاحبو! ایک مثال سنو! ایک شخص صابون لگا کر نہایا اور دوسرا یوں ہی بغیر صابون کے نہایا تو ضرور صابون لگانے والا جلد اور بہت میل سے پاک ہو گا اور بے صابون والے کو پاک ہونے میں بہت دیر لگے گی۔

اسی طرح رمضان میں توبہ کر کے نیک اعمال کرنے والا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کے برخلاف دوسرے دنوں میں توبہ اور نیک اعمال کیا تو ان دنوں میں ایسا جلد اور بہت سے گناہوں سے پاک نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمانو! رمضان کو غنیمت جاؤ جین کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں وہ رمضان مبارک کے برکات کو کھلی آنکھ سے دیکھتے ہیں، جو غافل ہیں ان کو یہ مہینہ اور دوسرے مہینے دونوں یکساں ہیں۔

صاحبو! رمضان آیا اور اپنے برکات و نوار کی بارش برنایا اور رخصت ہو رہا ہے ہائے غافلوں کو کچھ خبر بھی نہ ہوئی، ان لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص کسی مکان میں کمرہ اندر سے بند کر کے بیٹھا ہو، اور باہر یہ حالت ہے کہ ابراہیمؑ ٹھنڈی ہوائیں چلیں، اور بارش ہوئی، لوگ خوش ہوئے اور چلا گیا، اور آسمان صاف ہو گیا۔ یہ حضرت مکان کے اندر ہی رہے ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ باہر کیا سے کیا ہو گیا۔

شاہی خوشی ہوتی ہے تو ہر قیدی کو شش کرتا ہے کہ چھوٹ جائے اور رہائی ہو، رمضان المبارک کا مہینہ ہے، خدائے تعالیٰ کا عام فضل ہو رہا ہے، قیدی چھوٹ رہے ہیں، مسلمانو! تم پر بھی تو عزتِ آخرت کے بہت سے دفعہ لگ چکے ہیں، تم بھی تو قیدی ہو، تم کو بھی رہائی کی کوشش کرنی چاہیے۔ اب تک کچھ نہ کئے ہو تو اب بھی جو کچھ ہے غنیمت جاؤ۔ ان دو دنوں میں تو بھی کچھ کر لو، دیکھو رمضان چلے اور آج جمعۃ الوداع ہے مگر یہ وقت بہت مشکل کا ہے، چاروں طرف فتنے ہی فتنے ہیں۔

صاحبو! آپ کیا سمجھ رہے ہیں، آپ کے اطراف گراہیوں کا جال پھیلا ہوا ہے، آپ کے اطراف شیطانوں کا ہجوم ہے، شیاطین الجن علیحدہ ہجوم کئے ہوئے ہیں۔ شیاطین الانس

علحدہ گھرے ہوئے ہیں، کام کرنے والوں کو کام سے چھڑا رہے ہیں، سب سے بڑا جالِ حُرَّتِ دُنیا کا پھیلا ہوا ہے، اسکی طرف بلانے والے الگ بلا رہے ہیں، اسی واسطے مولانا فرماتے ہیں:۔
 صد ہزارانِ دام و دانہ است اے خدا:۔ ماچو مرغانِ حریریں بے لے لے
 ترجمہ: لے خدا دانہ پڑا ہوا ہے اور اس پر سینکڑوں جال کھچے ہوئے ہیں، میں حریریں پرندوں کی طرح ہوں
 میر لائی ہر دمے مارا و بارہ:۔ سوکے داسے می رویم اے بے نیاز
 ترجمہ: اگرچہ ہر وقت دام سے چھٹکارا یا رہا ہوں، پینج رہا ہوں لے بے نیاز، پھر بھی میں جال کی طرف چلا جا رہا ہوں۔

لے خدا! تو ہم کو نجات دیتا جاتا ہے مگر ہم اور پھینتے ہی جاتے ہیں، ہم بار بار لگتے ہیں اور آپ سنبھالتے جاتے ہیں۔ بہاری مثال اس غلام کی سی ہے جس کے بہت سے مالک ہوں، ایک حکم دیتا ہے کہ پانی پلاؤ، دوسرا حکم دیتا ہے کہ لیٹ جاؤ، اور تیسرا حکم دیتا ہے کہ نہیں بیٹھ جاؤ، دس آقا ہیں اور دس احکام ہیں۔ خدا کہتا ہے کہ نماز پڑھو، یہ اٹھتا ہے، ساتھ والے کہتے ہیں کہ بڑے نمازی آگے بیٹھ میاں۔ خدا کہتا ہے کہ روزہ رکھو۔ ساتھ والے روکتے ہیں۔

اب یہ اس کو شش میں ہے کہ اس سے سب خوش رہیں۔ اس شخص کی مثال ایسی ہے:

حکایت ایک ہرولعزیز صاحب تھے، ہر ایک کی دلجوئی کیا کرتے تھے، یہ ایک مرتبہ ایک ندی کے کنارے پر پہنچے دیکھا کہ ایک شخص اس کنارے پر بیٹھا ہوا ہے اور اس پار جانا چاہتا ہے اور ایک شخص دوسرے کنارے پر بیٹھا ہے وہ اس طرف آنا چاہتا ہے، یہ ہرولعزیز صاحب اس قریب والے کو کندھے پر بیٹھا کر چلے جب پینچ ندی میں پہنچے تو خیال آیا کہ اگر اس کو کنارے پر پہنچاؤں تو دوسرا آزرہ ہوگا اور خیال کئے کہ دوسرے کو بھی یہاں تک لانا چاہیے، یہ خیال آتے ہی کندھے والے شخص کو پینچ ندی میں ٹپک دیے اور دوسرے کو لانے کے لئے گئے۔ جب پینچ میں اس دوسرے شخص کو لائے تو پہلا شخص ڈوبتا ہوا دکھائی دیا تو یہ اس دوسرے شخص کو ٹپک کر اس کو سنبھالنے کے لئے چلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ڈوب چکا ہے پھر اس دوسرے کی خبر لینے کے لئے آئے تو اس کا بھی خاتمہ ہو چکا تھا۔

یاد رکھیے یہی طرز ہم بھی اختیار کر رہے ہیں مگر اس کا بھی خیال رکھیے کہ خدا کو راضی کئے تو مخلوق

یکڑتی ہے اور اگر مخلوق کو نہ ایمں تو خدا ناراض ہو جاتا ہے، اب آپ کو اختیار ہے جس کو چاہو بگاڑ لو اور جس کو چاہو متالو۔

بعض امور خیر کے ہوتے ہیں، شیطان بگاڑتا ہے کہ جو کام بڑے بڑے کرنے کے ہیں وہ تو تم سے ہونہیں سکتے اسکو کیا کرتے ہو۔ اسی طرح کتنا ہے کہ جو بڑے بڑے گناہ ہیں وہ تو چھوٹے ہی نہیں ہیں، اس کو چھوڑ کر کیا متقی بنو گے، یاد رکھو یہ بھی شیطان کا دھوکہ ہے، کسی نیک کام کو حقیر مت سمجھو بلکہ جب توفیق ہو جائے تو فوراً اس پر عمل کرو، اسی طرح کسی بڑے کام کو کم نہ سمجھو، اس سے بچتے رہو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے عائشہ! کسی خیر کو حقیر نہ جانو، خدا کے پاس اسکی جزا ہے، اور نہ کسی شر کو حقیر جانو، خدا کے پاس اسکی سزا مقرر ہے۔

حدیث

بعض لوگوں کو اسی خیر پر نجات ہو گئی ہے کہ گمان بھی نہ تھا۔

ایک فاحشہ جنگل میں جا رہی تھی دیکھا کہ ایک کتا پیاسا مر رہا ہے اسکو رحم آیا، کنویں پر اس کو پانی پلانے کے لئے گئی دیکھا تو وہاں ڈول رستی کچھ نہ تھا، اس نے اپنا چرمی موزہ اتارا، اور ادرہ ہنی میں باندھ کر پانی نکال کر اس کتے کو پلایا اور اس میں جان آئی۔ اللہ تعالیٰ کو اس کا یہ کام بہت پسند آیا، اور اس کی وجہ سے اس کو بخش دیا۔

حدیث

بعض کی نجات راستہ سے کانٹا ہٹا دینے کی وجہ سے ہو گئی ہے، اس لئے کسی نیکی خیر کو حقیر نہ جاننا چاہئے حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ کو ایک مرتبہ بادشاہ نے طلب کیا، آپ نہاد ہو کر، عمدہ کپڑے بدل کر شاہی دربار میں چلے جا رہے تھے، راستہ میں آپ نے دیکھا کہ ایک نالی ہے اور اس میں کتے کا ایک بچہ بیٹھا ہوا تھا اور اس میں سے نکل نہیں سکتا تھا، حضرت کے ساتھ ایک فادم تھا اپنے حکم دیا کہ اسکو نکالو۔ بزرگوں نے ذرا ذرا سی نیکیوں کو بھی ضروری سمجھ کر کیا ہے کہ شاید اسی سے نجات ہو جائے ہم دردی یہ ہے جو ان بزرگوں میں تھی تاج کل ہمہ دردی رہ گئی ہے۔

حکایت

بھوپال کے مدارالمہام کی حکایت سنی جاتی ہے کہ انکے یہاں ایک تقریب میں بڑے بڑے لوگ جمع ہوئے، عین کھانے کے وقت ایک مہتر نے کہا کہ مجھ کو مسلمان کرو، مدارالمہام صاحب نے فوراً

حکایت

سب کام چھوڑ کر اسکو کلمہ پڑھایا، کپڑے تبدیل کرائے اور حکم دیا کہ اس کو بھی کھانے پر بٹھایا جائے وہ بیچارہ پرانے خیال کے سیدھے سادھے دین دار تھے، خود پر سب کو قیاس کیا اور سمجھا کہ دوسرے لوگ بھی میری

طرح اسکے ساتھ معاملہ کریں گے لیکن انہوں نے دیکھا کہ لوگ اس سے تاک منہ چڑھانے لگے، کوئی اس کو مسلم کو اپنے پاس جگہ نہ دیتا تھا۔ تب انہوں نے کہا کہ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ ایسے شخص کے ساتھ کھانا کھاؤ کہ جو بالکل بے گناہ ہے اور ایسا پاک و صاف ہو اور جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے یہ برکت میں حاصل کروں گا اور میں اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلاؤں گا اور اپنے ساتھ لے کر کھانا کھائے، یہ ہے ہمدردی، یہ ہے ذرا سی نیکی کو بھی ترک نہ کرنا۔

غرض شاہ صاحب نے حکم دیا کہ اس کتے کے بچے کو اٹھاؤ، وہ خادم تھے ذرا چکنے چپڑے، انکے چہرہ سے معلوم ہوا کہ انکو ناگوار معلوم ہو رہا ہے، فوراً آستین چڑھا کر اس کو خود ہاتھ سے لکائے، جامی کے پاس لے جا کر اجرت دیکر اس کو گرم پانی سے غسل دیا، وہ جاڑے سے اڑ رہا تھا، اسکی جان میں جان آئی، محلہ میں کسی کو کہہ کر انتظام کروائے کہ یہ اچھا ہونے تک کھانے کا انتظام رکھو۔

اسکے بعد ایک مرتبہ شاہ صاحب ایسے موقع پر تشریف لے جا رہے تھے کہ ادھر ادھر دونوں طرف کیچڑ تھا اور بیچ میں پگڈنڈی تھی جس پر مشکل سے ایک آدمی چل سکتا تھا آپ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک کتا چلا آ رہا ہے، جب چلتے چلتے آنا سامنا ہوا، تب یہ منظر تھے کہ کتا نیچے اترے تو میں آگے چلوں اور کتا منظر تھا کہ یہ نیچے اتریں تو میں چلوں، جب اس انتظار میں دیر ہو گئی تو شاہ صاحب نے کتے سے کہا کہ تو نیچے اتر۔ یہ سن کر کتا گویا ہوا کہ افسوس فقیری کا دعویٰ اور یہ حالت، اور کہا کہ:-

گذشتہ زمانہ میں فقروں میں ایثار تھا، اب اختیار ہے یعنی اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دینے یا شاہ صاحب فرماتے تہمت نہ لگایہ وجہ نہیں ہے جو تو کہتا ہے بلکہ میں مکلف ہوں تو مکلف نہیں ہے اگر میں اتر دوں گا تو کپڑے بھس ہوں گے۔ بغیر دھوئے نماز کیسے پڑھوں گا اور اگر تو اترے تو سوکھ کر فنا ہو جائے گا۔ کتے نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن تم اترے تو صرف ظاہری نجاست میں آؤدہ ہوں گے جو ایک روٹیا پانی سے دھل سکتی ہے اور اگر میں اتر گیا تو تم کو یہ خیال ضرور پیدا ہوگا کہ میں اس کتے سے افضل ہوں یہ وہ گندگی ہے جو سات دریاؤں کے پانی سے دور نہ ہوگی، اب اختیار ہے کہ آپ جس نجاست کو چاہیں اختیار کریں۔ شاہ صاحب پر ایک حالت طاری ہوئی فوراً اتر پڑے، کتا نکل گیا۔

اسکے بعد الہام ہوا کہ یہ علم جو آج تجھ کو دیا گیا ہے کبھی میسر نہ ہوا تھا۔ خبر ہے اسکی وجہ کیا ہے تم نے اس کتے کے بنی نوع پر ایک مرتبہ احسان کیا تھا۔ ہم نے نہ چاہا کہ تمہارا احسان اس پر

اس لئے ہم نے اسکے ایک بھائی سے تم کو اس کا بندہ دلوادیا۔ اس سے شاہ صاحب پر اور زیادہ رقت طاری ہوئی۔ بہر حال حضرات اہل اللہ ذرا سی نیکی سے کبھی نہیں چوکتے۔
غرض کسی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو۔

غرض روزہ دار میزان کے پاس ہیں، فکر ہے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے حکم ہوگا نیکیوں کے پلڑے میں وہ جو سہری کو کھانا کھائے ہیں وہ بھی لا کر ڈالا، سہری کا کھانا بھی ان کی نیکی ہے۔
غرض چھوٹے سے چھوٹے عمل کو حقیر نہ سمجھو اور بڑے سے بڑے عمل پر ناز مت کرو کہ ہم وہ ہیں کہ روزہ رہے، تراویح پڑھے، راتوں کو جاگے، یہ کئے وہ کئے وغیرہ، تو ناز کس بات کا ہے، اگر ایک بیمار شخص دعا پی کر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میں ایسا شخص ہوں کہ میں آج کو میں پیاموں لوگ کہیں گے احمق پہلے اپنی عقل کا علاج کر تو ناز کس پر کرتا ہے۔ دوا کی تو کچھ تیرا نفع ہوگا احسان کس پر جبتا ہے، اسی طرح اگر آپ روزہ رہے، نماز پڑھے، دل بیمار تھا تو اس کا علاج کئے، اس سے دوسروں کو کیا فائدہ۔
خیر یہ تو واضح بات ہے مگر نیکیوں کے متعلق ایک بہت چھپی ہوئی غلطی کو عرض کرتا ہوں ذرا غور سے سنئے :-

آپ اپنے کو ایسا برا سمجھتے ہونگے کہ جو کچھ نیکی کرتے ہیں اس کو نیکی ہی نہیں سمجھتے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ہماری کیا نماز اور کیا روزہ وغیرہ۔ اسکو تو منع سمجھتے ہیں، یہ آپ کا خیال ہوگا یہ تو اچھا ہے، پھر برا کیا ہے سنئے :-

دوستو! یہاں گنگا، جمنال کر چلتے ہیں، طاعت، معصیت ساتھ ساتھ ہیں، سوچ سمجھ کر قدم

دیکھئے، اس تو واضح پر ایک حکایت یاد آئی :-

حکایت ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ ریل میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں چند نو تعلیم یافتہ حضرات بھی آئے اور بہت دیر تک کچھ علمی گفتگو کرتے رہے، اتنے میں ایک غیر مسلم بھی وہاں آگیا وہ کوئی عمدہ داد معلوم ہوتا تھا۔ یہ نوجوان آپس میں شعر پڑھ رہے تھے، اس بے چارہ غیر مسلم کی شائستگی میں یہ بھی ہے ایک نے کہا کیوں صاحب آپ شاعر ہیں، اس نے کہا نہیں، دوسرے نے کہا اعادہ شعر کرنا سنسن نہیں پر موتوں ہے اس سنسن نہیں سن گئی پر اس نے آپ ضرور شاعر ہیں، تیسرے نے کہا کہ یہ

تصرف آپ کی تواضع ہے؛ چوتھے نے کہا کہ ان کا تخلص مسکین ہے۔ یہ شعر آپ ہی کا معلوم ہوتا ہے۔
 مسکین خراگر چہ بے تمیز است ؛ چوں بارہی برد عزیز است
 ترجمہ: مسکین کا گدھا بد تمیز ہے؛ چونکہ وہ بوجہ اٹھاتا ہے اس لئے پسندیدہ ہے۔
 اس کے بعد انہوں نے کھانا نکالا اور غیر مسلم سے کہا کہ آئے جناب آپ بھی کچھ گوہ، موت کھائے
 دوسرے نے کہا ہا میں! کھانے کی بے ادبی کرتے ہو، اس نے جواب دیا بے ادبی نہیں تواضع ہے، اپنے کھانے کو
 کھانا کہنا تکبر ہے، میں تو تواضع سے گوہ، موت کہہ رہا ہوں۔
 جیسے ان لوگوں کی تواضع تھی لوگ اسی طرح کی تواضع کرتے ہیں کہ ہماری کیا نماز، کیا روزہ وغیرہ
 نیئے اخلاق حسنہ جو ہیں وہ وسط درمیانی چال ہیں ادھر تکبر ہے ادھر تواضع میں بڑھ گئے تو کفرانِ نعمت
 ہے، ناشکری ہے۔

یہ شیطان کا ہتکنڈہ ہے اس طرح نیکیوں کا اثر دل سے دور کرتے کرتے نیکیاں پھرتا ہے۔
حکایت | ایک شخص ذکر بہت کیا کرتا تھا، ایک روز شیطان نے اسکو بہکایا، تو اتنے دنوں سے اللہ
 اللہ کرتا ہے، اس سے کیا نفع ہے، اس نے اس روز سے ذکر چھوڑ دیا، اس کے خواب میں
 اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بھیجا اور کہا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آج تو نے ہمارا ذکر کیوں کیا
 انہوں نے کہا حضرت اتنے دنوں سے ذکر کرتا ہوں ادھر سے نہ پیام ہے نہ جواب ہے
 گفت آں اللہ تو لبیک ماست ؛ دیں نیاز و سوز و دردت لبیک ماست
 ترجمہ: تو نے جب اللہ کہا تو اس کا جواب یہ ہے، یہی تیری عاجزی، تیرا اللہ کے عشق میں جلتا یہ ہمارا جواب ہے
 تیرا اللہ اللہ کہتا ہی ہمارا جواب ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ اگر تمہارے پاس آکر اگر کوئی تمہاری بیع
 کرنے لگے اور تمہارا نام لینے لگے تو اگر تم اس سے راضی ہو گے تو اسکو منع نہ کرو گے اور دوسرے دنت بھی اسکو
 اپنے پاس آنے کی دعوت دو گے اگر ناراض ہو گے تو فوراً نوکر کو کہو گے کہ اسکو نکال دو، اسی طرح سمجھیے کہ خدا
 کے دربار میں حاضر ہونا بغیر توفیق حق اور بغیر رضامندی نہیں۔ پس تم کو جو توفیق یا ریاہ حاضری کی اور نام
 لینے کی دیتے ہیں، یہ دلیل ہے اسکی کہ تم مقبول ہو اور تمہارا عمل مقبول ہے، اگر مردود ہوتے تو ہرگز دوبارہ
 توفیق حاضری کی نہ ہوتی، جس کو چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں، بغیر ان کی عنایت کے کچھ نہیں ہوتا دوبارہ
 جرم نام لینے ہو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ پہلا لیا ہوا نام مقبول ہے، برابر کام کئے جاؤ، اپنی دھن میں

لگے رہو۔ تو نماز، روزہ میں دو چیزیں ہیں: (۱) ایک ہمارا عمل ہے اس لحاظ سے تو کوئی شے نہیں ہے (۲) دوسرے یعنی جس اعتبار سے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہونے کی وجہ سے ہوا ہے بڑی بھاری نعمت ہے اور قابل شکر ہے، اس لئے کوئی پوچھے کہ کیا روزہ رہے تھے تو یہ مت کہو کہ اجی میرا کیا روزہ بلکہ یوں کہو کہ میں کیا چیز ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اس کا شکر ہے، (اس میں عجب بھی نہیں ہے اور خدا کی نعمت کا شکر بھی ادا ہوگا۔

ن صا جیو! اب توفیق کے بارے میں سنو، ارشاد باری ہو رہا ہے:-

توفیق کا بیانا | مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرًا مِثْلِهَا (پ۔ رکوع ۲۔ سورہ انعام)

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا تو اسکو دس حصے (ملیں گے)۔

مسلمانو! اگر تم نے ایک نیکی کی تو کیا ہوا، تم وہ ایک نیکی کرنے کے پہلے میں تمہارا ساتھ دس نیکیاں کر چکا ہوں، جب کہیں تم کو ایک نیکی کرنے کا موقع ملا اور نہ تم سے وہ ایک نیکی بھی نہیں ہو سکتی تھی، ہر نیکی کو ایسا ہی سمجھو، مثال کے طور پر عرض ہے کہ روزہ دار اور رمضان میں تم نے روزہ رکھا، تم سے ایک نیکی ہوئی مگر تمہارے لئے دس نیکیاں پہلے ہی طے ہو چکی ہیں، جس کی وجہ سے تم رمضان میں روزہ رکھ سکے سنو! عدم سے میں نے تم کو وجود میں لایا، درنہ عدم میں تم کیسے روزہ رکھتے، پھر تم کو باقی رکھا اگر ساتھ والوں کی طرح مر جاتے تو پھر کیسے روزہ رکھتے اور مردوں کی طرح روزوں کے لئے ترستے مگر روزہ نہ رکھ سکتے تھے تو ہمارا ایک احسان یہ ہوا۔ دوسرا احسان یہ ہوا کہ اگر تم کو موجود تو کرتے مگر گدھا، بیل وغیرہ بناتے تو بتلاؤ کیسے روزہ رکھتے، یہ ہمارا دوسرا احسان ہے کہ ہم نے تم کو انسان بنایا جس کی وجہ سے تم روزہ رکھ سکتے۔ تیسرا احسان یہ ہوا کہ ہم تمہاری پرورش اور نگرانی اس طرح کئے کہ تمہارے قوی روزہ رکھنے کے قابل رہے۔ اگر بالکل ناتواں بنا دیتے تو پھر تم کیسے روزہ رکھتے۔ پانچواں احسان یہ ہوا کہ دن کو نوری رزق اور رات کو جسمانی رزق پہنچاتے رہے، ورنہ روزہ رکھنا تم کو بہت مشکل ہوتا۔ یہ سب کچھ ہوتا مگر تم کو یہ کیسے معلوم ہوتا کہ بارہ مہینوں میں رمضان خیر و برکات کا مہینہ ہے اس میں اس طرح روزہ رہنا چاہیے، پھر اس سے یہ درجہ ملنے والے ہیں۔ یہ ہمارا چھٹا احسان یہ ہے کہ ہم نے تمہارے واسطے اپنے پیغمبر بھیجے، کتابیں اتاریں، جس سے تم کو سب کچھ معلوم ہو گیا، ورنہ تم کیا کرتے پیغمبر بھی آتے اور کتاب بھی آتی مگر بات گول مول رہ جاتی تو تم کیا کرتے یہ ہمارا ساتواں احسان ہے کہ تمہارے لئے

ہر چیز کو صاف صاف بیان کیا کہ افطار کرو، سوکھاؤ، اس کے اوقات مقرر کئے وغیرہ سب کچھ ہوتا مگر تمہارے اور بھائیوں کی طرح تو فیتق نہ ہوتی تو تم بھی منہ میں سگریٹ لئے رمضان کی بے صبری کرتے پھرتے یہ ہمارا آٹھواں احسان ہے کہ ہم نے تم کو روزہ رکھنے کی توفیق دی، روزہ رکھ کر تمہاری نیت دکھا دے، ریا وغیرہ کی ہوتی یا اور کوئی گناہ کرتے جس سے روزہ تمہارا ناقص ہوتا یہ میرا نوواں احسان ہے تمہاری نیت میں اخلاص دیا، تمہارے روزہ کو گناہوں سے بچا یا کہ خود بخود خیال آتا تھا کہ روزہ ہیں کیا گناہ کریں۔

سب ہو کر تم ہمارے قابل کیا روزہ رکھتے۔ سچ ہے جب توفیق ہوتی ہے تو عجب کام بنتے ہیں۔

حکایت

حضرت سیدنا امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت ہے، ایک قلعہ کے فتح کے لئے فوجیں گئی ہوئی ہیں، اس فوج کے سپہ سالار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں وہاں کے بادشاہ کی ایک رطکی تھی، جب اس قلعہ کا محاصرہ ہوا تو ایک روز اس شہزادی نے لشکر اسلام کی طرف دیکھا تو اس میں اسکی نظر ایک عرب نوجوان پر پڑی جو خوبصورت اور بہادر تھا اور ادب و شجاعت دے رہا تھا، اس شہزادی نے آپہیں بھرنا شروع کیا، سپیلیوں نے پوچھا کہ یہ آپہیں بھرنے کا کیا موقع ہے، شہزادی نے کہا یہ قلعہ اسی نوجوان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔ سپیلیوں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیسے معلوم ہوا۔ شہزادی نے کہا کہ عنقریب تم کو بھی معلوم ہو جائیگا شہزادی نے کسی قاصد کو اس نوجوان کے پاس بھیجا اور کہلاوایا کہ کچھ ایسا کرو کہ میں تمہاری ہو جاؤں اور تم میرے، اس نوجوان نے کہا کہ ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے مگر اس کی ایک شرط ہے کہ باہر کا قلعہ میرے حوالہ کر دو، اور اندر کا قلعہ اللہ کے حوالہ، پھر شہزادی نے کہلا بھیجا کہ باہر کے قلعہ کا منہ تو سمجھ میں آیا، اندر کے قلعہ کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا، تو اس نوجوان نے کہا کہ اندر کا قلعہ دل ہے اسکو اللہ کے لئے کھول دو، تاکہ خدا کے توحید کی فوج اس میں آجائے، جیسے اس قلعہ میں ہماری فوج داخل ہوگی اس نے حکم دیا کہ قلعہ کھول دو، تب مسلمانوں کی فوج اس میں آگئی، جب وہ نوجوان سامنے آیا تو کہا کہ اس قلعہ کو میں نے تمہارے لئے کھول دیا۔ اس نوجوان نے تب اسلام پیش کیا تو کہا کہ میں اپنے قوم کی شہزادی ہوں، شاید نہ ہمت رکھتی ہوں، تمہاری فوج میں جو سب سے بڑا ہو، اسکے پاس لے چلو اسکے ہاتھ پر مسلمان ہونگی اور دریافت کیا کہ وہ کون ہیں، نوجوان نے کہا کہ ہمارے

سالار امیر المؤمنین کے فرزند عبد اللہ ہیں، وہاں جا کر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے کہ میں اسکے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔ عبد اللہؓ کہے میرے والد امیر المؤمنین عمرؓ ہیں، اس نے کہا کہ وہیں بے چلو، بے حساب مال و دولت لی ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئی، یہاں بھی اس نے ویسا ہی دریافت کیا کہ کیا آپ سے بھی کوئی بڑا ہے آپ فرمائے ہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یہ آپ کی قبر شریف ہے، روضہ مبارک کے پاس آ کر ادب سے بیٹھ گئی اور پڑھی "أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ" اور عرض کی یا رسول اللہ میں تاریکی سے نر میں آئی ہوں، مجھے ڈر ہے یا رسول اللہ کہ کہیں ایمان کے بعد گناہ نہ کر بیٹھوں، جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا، یا رسول اللہ! اس کا صدقہ، گناہ صادر ہونے سے پہلے میری روح قبض ہو جائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سر رکھ کر روتی جاتی تھی اور یہ کہتی جاتی تھی، تھوڑی دیر نہیں گزری کہ اس کی روح تفسیں عنقریب سے پرواز کر گئی۔

حضرت عمرؓ اس حسن خاتمہ پر روئے ہیں، سب صحابہ مل کر دفن کر دیئے۔ یہ ہے توفیق۔

ایرہوک میں ایک عظیم الشان جنگ ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، انتظارِ خبر میں روزانہ بستی کے باہر جا کر کھڑے رہتے۔ ایک دفعہ ایک اونٹنی سوار سے جنگل میں ملاقات

ہوئی، آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو، اس نے کہا ایرہوک سے، آپ جنگ کا حال اس سے پوچھنے لگے، اس نے آپ کو نہ پہچانا اس لئے کہ یہاں نہ تاجِ خلافت ہے نہ اور کوئی نشانی اس لئے وہ التفات نہ کیا، وہ اونٹنی دوڑاتا چلا جا رہا تھا اور حضرت عمرؓ اونٹنی کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے تھے، جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے اَسْلَامٌ عَلَيْكُمْ یا امیر المؤمنین کہنا شروع کیا تب اس نے آپ کو پہچانا اور معذرت کرنے لگا، آپ نے فرمایا میں نے جو قدم اٹھائے ہیں وہ اللہ کے لئے ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو ہر کام اللہ کے لئے کرتے تھے۔

یہ ہمارا دشواں احسان ہے کہ ہم تمہارے ٹوٹے پھوٹے روزہ کو قبول فرمایتے ہیں۔ غرض اس طرح کے ہمارے دش احسان تم پر ہوئے ہیں تب کہیں تم ایک حَسَنَةٌ (نیکی) کہے ہو، اس لئے تم کو بھی چاہیے کہ تمہارا جینا، مرنا، اٹھنا، بیٹھنا اور ہر کلام ہماری مرضی کے موافق ہو کرے، ہمارے ہی خیال سے ہو کرے، اسی کا نام نیکی ہے۔

یہ بھی ہمارا ایک احسان ہے کہ برائی میں ایک کا ایک ہی گناہ لکھا جائے گا، ویسے بہت سے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور جن گناہوں کا بدلہ دیا جاتا ہے وہ بھی ان ہی گناہوں کا کہ جنکو خود تم نے کیا ہے کسی دوسرے کا بوجھ تم پر نہیں لاداجائے گا اور نہ تمہارا بوجھ دوسروں پر نہ ولا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَظِيمًا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (پہ۔ رکوع۔ سورہ انعام)

ترجمہ: اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھا دینگا حضرت عمرؓ کے دور میں سلطنت ہی کیا تھی کہ جس کی لالچ ہوتی، اگر آج بسی سلطنت ری جائے تو لوگ انکار کر دیں۔

دو پہر کا وقت ہے گرمی بے حد ہو رہی ہے اس وقت حضرت عمرؓ چلے جا رہے ہیں، حضرت عثمانؓ نے پوچھا، امیر المومنین کہاں جا رہے ہو، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں بیت المال کا آونٹ غائب ہو گیا ہے، اسکی تلاش کے لئے جا رہا ہوں، حضرت عثمانؓ فرمائے اس گرمی میں کیوں تکلیف اٹھا رہے ہو، اگر کسی کو حکم دو گے تو وہ تلاش کرنے لگا۔ آپ فرمائے قیامت کی گرمی اس سے زیادہ شدت کی ہے لیکن یہاں کوئی میرا بوجھ اٹھا کر آونٹ ڈھونڈ دے گا لیکن کل قیامت میں میرا بوجھ کون اٹھائے گا۔ "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ"

مسلمانو! ایک سہولت خاص تمہارے لئے یہ رکھی گئی ہے کہ جسے مکتب میں چھوٹے بچے سے خطا ہو تو انتظار کرتے ہیں، بڑے بچے سے خطا ہو تو بڑے بچے کو سزا دیتے ہیں تاکہ چھوٹے بچے کو اس سے عبرت آئے اور عبرت ہو۔ ایسا ہی "وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ" (پہ۔ رکوع۔ سورہ انعام)

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا۔

اے امت محمدی تم کو اور احم کے بعد پیدا کیا تاکہ تم کو عبرت ماضی کرنے کا موقع ملے "وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيُبَلِّغُكُمْ" (پہ۔ رکوع۔ سورہ انعام)

ترجمہ: اور ایک کا دوسرے پر رتیبہ بڑھایا تاکہ (ظاہر آتا تم کو آنا دے۔

دیکھیں تم ان سے عبرت لیتے ہو یا نہیں، اس لئے مسلمانو! غور کرو، کہاں ہیں وہ زبردست قومیں، کہاں ہیں وہ بادشاہانِ ذی اقتدار، جب انہوں نے خدا کا خلاف کیا تو انکو سخت سزا دی گئی ان سے عبرت لو۔ عبرت کے لئے یہ کیا کچھ کم ہے کہ دنیا مثل ریل کے ہے، لوگ سوار ہوتے اور اترتے ہیں

اور ہر وقت گھنٹی بج رہی ہے کہ چلو، بیدار ہو، تم کو یہ سفر درپیش ہے۔
 صاحبو! آپ غور کئے کہ جنازہ کی نماز میں تکبیر و اذان کیوں نہیں، اس لئے کہ جنازہ کی نماز
 کی اذان و تکبیر بیدار ہوتے ہی بچہ کے کان میں دیدی گئی ہے، اس سے بچہ کو یہ بتانا مقصود ہے کہ
 اذان و تکبیر ہو چکی ہے صرف نماز جنازہ کا انتظار کرو اور موت کو مت سہولو "تَحَرَّ إِلَى رَبِّكُمْ مَوْجِعًا
 قَيْنَبِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ" (آپ - رکوع ۲ - سورہ النعام)
 ترجمہ: پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو بتلا دیں گے جس جس چیز میں تم
 اختلاف کرتے تھے۔

تم سب کو ہمارے ہی پاس آنا ہے، وہاں ایک بازار لگے گا۔ اقسام، اقسام کی عمدہ چیزیں
 سجائی جائیں گی مگر تمہارا جیب خالی ہوگا۔ اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی، وہاں ایک خاص
 سکہ کی ضرورت ہے اگر وہ تمہارے پاس نہ ہوگا تو تم مغلس ہوں گے دنیا کا افلاس اس کے مقابل
 کچھ نہیں، یہاں کا افلاس ایک دن میں ختم ہو جائے گا لیکن وہاں کے افلاس کا خاتمہ نہیں۔
 سو صاحبو! وہ سکہ نیک عمل ہے جتنا ہو سکے جمع کر لو ورنہ پچھتاؤ گے۔

حکایت ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار شقی ہوئی اور اس میں سے ایک
 محراب نمودار ہوئی، اس محراب میں سے حسین عورتیں نکلیں اور ایک بد صورت عورت
 بھی، میں نے دریافت کیا کہ تم کن کے لئے ہو اور یہ کس کے لئے۔ عورتوں نے کہا ہم سب آپ ہی
 کے لئے ہیں، خوب صورت عورتیں تمہاری وہ راتیں ہیں جو خدا کی عبادت میں گزریں اور یہ کالی عورت
 وہ رات ہے جو غفلت میں گئی، اگر تم اس رات مرتے تو تم کو اس سیاہ عورت سے سابقہ پڑتا۔

حکایت حضرت قطب الدین محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک چکور کا جوڑا تھا
 اس کی مادہ کی آنکھ میں موتیا ترا یا، اندھی ہو گئی۔ ایک دن میں نے چاہا کہ اللہ
 کے واسطے انکو چھوڑ دوں، اس لئے پیجرہ کا دروازہ کھول دیا لیکن مادہ نڈاڑ سکی، تیب زجا کر ایک
 نیلی لکڑی جو دو نویرا برنھی چونچ میں لے آیا اور میرے سامنے اس لکڑی کو مادہ کی آنکھ میں پھیرا
 جس سے دو نیلے قطرے نکلے اور آنکھ اچھی ہو گئی۔ اسکے بعد دونوں اڑ کر چلے گئے۔ نرا اس لکڑی کو
 میری طرف پھینکتا گیا، میں نے اس خیال سے کہ دیکھوں فدائے اس لکڑی میں کیا تاثیر رکھی ہے

اپنے عمامہ میں رکھ لی، اسکے بعد کسی ضرورت سے میں باہر نکلا تو سامنے سے ایک جنازہ آ رہا تھا اور جنازہ کے سامنے دو آدمی کشتی کر رہے تھے، ان میں سے ایک نہایت خوبصورت چاند سا چہرہ والا تھا اور نہایت عمدہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ دوسرا نہایت بد شکل، سیاہ رنگ کا تھا خوبصورت آدمی ہر وقت بد صورت آدمی کو پچھاڑ دیتا تھا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ جنازہ کے آگے یہ کیا تماشا ہو رہا ہے، لوگوں نے کہا کہ مولانا ہم کو نہیں معلوم کیوں کہ ہم کو کچھ نظر نہیں آ رہا ہے میں نے خیال کیا کہ یہ اس لکڑی کا اثر ہے، حیرت میں تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے میں ساتھ ساتھ چلا یہاں تک کہ قبرستان پہنچ گیا، وہاں قبر تیار تھی، مردے کو قبر میں اتارے تو وہ خوبصورت آدمی بھی اس میت کے ساتھ قبر میں اتر گیا اور مردہ سے ایسا پلٹ گیا جیسے ماں بچہ کو لپٹا لیتی ہے، دفن کے بعد فاتحہ پڑھ کر ہم لوگ واپس ہوئے تو بد شکل آدمی ہمارے آگے آگے چل رہا تھا میں نے دوڑ کر اس کو پکڑ لیا اور دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مولانا آپ کیوں دریافت کرتے ہیں، میں نے کہا کہ ہمارا کام ہی تحقیق کرنا ہے، تب اس نے جواب دیا کہ میں مردہ کا اعمال بد ہوں، اور وہ شخص جو مردہ کے ساتھ لیٹ گیا وہ اس کے اعمال نیک ہیں، اب وہ مردہ کے ساتھ ہمیشہ رہے گا، اس شخص کی نیکیاں غالب تھیں اس لئے میری کچھ نہ چلی، اگر برائیاں غالب ہوتیں تو میں قبر میں اسکے ساتھ رہتا اور ہمیشہ تکلیف دیتا رہتا۔

اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کا عمل اس کے ساتھ قبر میں دفن میں ہو جاتا ہے "اِنْ كَانَ عَمَلُهُ صَاحِحًا آتَىٰ مَآجِبَهُ وَبَشَّرَهُ . وَوَسَّعَ عَلَيْهِ قَبْرُهُ وَنُورُهُ وَحَمَاهُ مِنَ الشَّدَايِدِ وَالْأَهْوَالِ وَالْعَذَابِ . اِنْ كَانَ عَمَلُهُ سَيِّئًا فَزَعَّ صَاحِبُهُ وَرَوَّعَهُ وَاطْلَمَ قَبْرُهُ وَضَيَّقَهُ وَعَذَّبَهُ خَلَىٰ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّدَايِدِ"

ترجمہ: اگر مردہ کے اعمال نیک ہوں تو وہ نیک اعمال اسکے عمل کرنے والے کو انیسیت پہنچاتے ہیں اور اسکو خوشخبری پہنچاتے ہیں، اور سختیوں سے آفتوں سے اور عذاب سے بچاتے ہیں، اور اگر اسکے اعمال بُرے ہوتے ہیں اور اس اعمال والے کی رسوائی ہوتی ہے اور اسکی قبر میں اندھیرا ہو جاتا ہے اور اسکی قبر میں تنگی پیدا ہو جاتی ہے اور اسکو عذاب دیا جاتا ہے اور اسکی سختیوں میں چھوڑ دیا جاتا

حکایت

حضرت امام یا فعیٰ فرماتے ہیں کہ یمن میں ایک مردہ کو دفن کئے جب لوگ واپس ہوئے تو قبر میں کسی کو زور سے پٹکنے کی آواز آئی، اسکے بعد قبر سے ایک کالا کتا نکلا، ان بزرگ نے پوچھا کہ تو کون ہے، کہا کہ میں مردہ کا برا عمل ہوں، تب آپ نے دریافت کیا کہ یہ پٹکنے کی آواز کیا تھی، اس نے جواب دیا کہ یہ مردہ قرآن بہت پڑھتا تھا، اس لئے قرآن نے آکر مجھ کو پٹک کر باہر نکال دیا۔

غرض جس کا عمل صالح غالب ہو تو عمل بد کو نکال دیتا ہے، اگر برا عمل غالب ہوتا ہے تو

وَاِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعٌ عَلِيْقَابٍ ﴿۱۰۰﴾ وَ اِنَّكَ لَنَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ (پے۔ رکوع ۲۔ سورہ انعام)

ترجمہ: بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے، اور وہ بالیقین بڑی مغفرت کرنے والا اور بڑی مہربانی والا ہے۔

غم و شادمانی نماں دلیک : جزاعے عمل ماندہ نام نیک

ترجمہ: نہ خوشی رہتی ہے نہ غمی رہتی ہے لیکن اچھے اور بُرے عمل کا بدلہ اور نیک نامی باقی رہتی ہے۔ اس لئے سمجھ دار رہی ہے جو جلد عمل نیک جمع کرے اور غافل وقت کھو کر پچھتا تا ہے۔

نیکیاں کرنے اور گناہ چھوڑنے کی ترکیب یہ ہے کہ ماہ رمضان میں عبادت اور تقویٰ اختیار کرنے میں جو لطف آیا ہے اسکو سوال میں یاد کیا جائے، اسی طرح گناہ چھوڑنے کے لطف کو یاد کر کے اور ہمت کر کے اسی لطف کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

صاحبو! آپ رمضان میں اس لئے تقویٰ اختیار کئے تھے کہ روزے چند دن رہنا ہے

سال بھر نہیں ہے، اسی طرح گیارہ مہینوں میں ایک دم بارست ڈالو بلکہ نفس سے کہو کہ ہر مہینہ میں ایک ہفتہ تقویٰ اختیار کر۔ چند ماہ کے بعد ایک ایک دن بڑھاؤ۔ اس طرح ایک ایک دن بڑھتے بڑھتے ایک دن وہ آئے گا کہ آپ متقی کامل ہو جائیں گے۔

صاحبو! اب لَصَّائِمُ فَرِحَانَ کی تفصیل سنئے:-

لَصَّائِمُ فَرِحَانَ کی تفصیل

اعمال کے دو گھن ہیں، ایک ریاء دوسرے حقوق العباد۔

صاحبو! ایک دن ایسا آنے والا ہے کہ "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ؕ وَأُمِّهِ

وَأَبِيهِ ؕ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ؕ لِكُلِّ رِءُوسٍ رَّوْعٌ ؕ" (سورہ عیسٰی)

ترجمہ: اس روز آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی اس دن کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا)

اس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، ماں باپ سے، بیوی سے، اولاد سے، وہ دن ایسا ہوگا کہ کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ یَوْمَ لَا يَجِدُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ (پ ۲۹ - رکوع ۱ - سورہ معارج)

ترجمہ: (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کریگا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹے۔ وہ دن ایسا دن ہوگا کہ جس میں انسان آرزو کرے گا کہ اپنی بیوی، اپنی اولاد، اپنے بھائی اپنا فائدہ ان اور جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ دے کر خود کو بچائے "کَلَّا" مگر کسی تدبیر سے چھوٹ نہ سکے گا۔

"يَوْمَ لَا يَبِيعُ وَفِيهِ وَالْأَخْلَةُ" وَلَا شَفَاعَةٌ (پ ۳ - رکوع ۱ - سورہ بقرہ)

ترجمہ: اس دن نہ تو خرید و فروخت ہوگی، نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الہی) کوئی سفارش ہوگی۔ وہ دن نہ سفارش کام آئے گی نہ دوستی۔ اس دن کی گھبراہٹ کا اس سے اندازہ کیجئے کہ:-

"تَذْهَبُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ" (پ ۱ - رکوع ۱ - سورہ حج)

ترجمہ: (اس روز) تمام دودھ پلانے والیاں (مارے ہیبت کے) اپنے دودھ پلانے والے بچہ کو بھول جائیں گی اور ہر حاملہ عورت کا مارے ہیبت کے حمل ساقط ہو جائے گا، مارے ہیبت کے ایسا معلوم ہوگا کہ نشہ میں ہے حالانکہ نشہ میں نہیں ہے۔ خدا کے عذاب سے ہوش اٹھے رہیں گے۔

یہ وہ دن ہے کہ جس کا نام "يَوْمَ الْفَصْلِ" (پ ۲۳ - رکوع ۲ - سورہ صفت)

ترجمہ: (ہاں) یہ فیصلہ کا دن ہے احکام الحاکمین کے فیصلہ کا دن ہے۔

اس دن کو "يَوْمَ عَظِيمٍ" (پ ۱۹ - رکوع ۴ - سورہ شعراء) ترجمہ: بڑا سخت دن۔

"يَوْمَ عَسِيرٍ" (پ ۱۹ - رکوع ۱ - سورہ مدثر) ترجمہ: مشکل دن۔

"يَوْمًا ثَقِيًّا" (پ ۱ - رکوع ۱ - سورہ دہر) ترجمہ: بھاری دن کہتے ہیں۔

اس دن لیا ہوگا "يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ" (پ ۲ - رکوع ۱ - سورہ التطفیف)

ترجمہ: جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر شخص عمر بھر کا حساب دینے کے لئے پیش ہوگا، وہ بھی سرسری طور پر نہیں بلکہ "يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاہُ" (آیت ۳ - رکوع ۲ - سورہ نبا) ترجمہ: ایسا دن جس میں ہر شخص ان اعمال کو اپنے سامنے حاضر دیکھ لے گا۔ جو جو کئے ہیں سب سامنے ہوں گے۔ "فَمَنْ لَعَنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ" (آیت ۱ - رکوع ۱ - سورہ الزلزال) ترجمہ: جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا۔ ذرا ذرا ہی بھلائی اور ذرا ذرا سی برائی سب سامنے ہوگی، نہ وہاں کوئی دیکھ لے نہ مختار، نہ کوئی سفارش کرنے والا، نہ کسی کو کسی سے الفت و پیار، باپ بیٹے پر دعویٰ دار، بیٹا باپ پر حاکم، اور خدا کے تعالیٰ عادل و قہار، اللہ اللہ "يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا" (آیت ۳ - رکوع ۱ - سورہ الانفطار) ترجمہ: جس روز کوئی کسی کا بھلا نہ کر سکے گا۔

اس دن کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا۔ "وَإِلَّا مَرِيئًا مَعِي" (آیت ۳ - رکوع ۱ - سورہ الانفطار) ترجمہ: اور تمام حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔ اس دن خدا ہی کا حکم رہے گا۔

صاحبو! ایسے کٹھن دن کے واسطے ہم کیا سامان تیار کر رہے ہیں، کیا دن رات میں دو چار منٹ بھی ہم کو اس دن کی کچھ فکر ہوتی ہے، مسلمان کے لئے اس دن پر ایمان لانا ضروری ہے پھر ہم ایسے غافل کیوں ہیں، کیا کوئی تدبیر اس دن کے نجات کی کر چکے ہیں، دنیا جو ہر وقت موعظ زوال میں ہے اسکی فکر میں تو رات دن پریشان ہیں، نعمتِ آخرت جو کبھی فنا ہونے والی نہیں ہے، جہاں ہم کو ہمیشہ رہنا ہے اس سے ایسے غافل ہیں گویا آخرت خواب و خیال ہے۔

حکایت ایک بزرگ نے کسی دنیا دار سے جو مال و جاہ کی ہوس میں بے قرار تھا پوچھا کہ بھائی دنیا کے حاصل کرنے میں تمہاری کوشش کس درجہ کی ہے، دنیا دار نے کہا حضرت کیا کہوں بے حد کوشش کرتا ہوں، رات دن ہمارا کام ہی یہ ہے، صبح کو بستر سے اٹھتے ہی پہلے اس کی فکر ہوتی ہے، رات کو سونے کے وقت بھی دو ایک گھنٹہ تک اسی سوچ میں نیند نہیں آتی۔ غرض اس فکر کے سوا دوسرا خیال ہی نہیں آتا۔ ان بزرگ نے فرمایا اچھا میاں یہ بتلاؤ کہ اتنی کوششوں کے باوجود تم کو دنیا کے مقصدوں میں کامیابی کتنی ہوتی ہے یعنی تمہاری خواہشات کتنے پورے

پورے ہوتے ہیں، کہا حضرت جتنے خواہشات ہیں ان کا دستاویز حصہ بھی اتفاق سے حاصل ہوتا ہے اور عرض کیا حضرت کچھ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرے دلی مقاصد کو پورا کرے، ان بزرگ نے فرمایا، 'با یاد نیا ایک مردار' آنے جانے والی چیز ہے وہ تو باوجود اتنی کوشش کے تم کو ہاتھ نہیں آتی تو آخرت جو بے بہا نعمت ہے، ہائے اسکے لئے بھی کچھ فکر ہے، کیا وہ بے کوشش کے حاصل ہو جائیگی یہ کیا خیال ہے۔

چوں شود حاصل تیرا چیزے ازاں ؛ من نگویم خودیگو اسے نکتہ داں
ترجمہ: اے عقلمند میں نہیں کہتا ہوں تو خود کہہ کہ اس آخرت سے تمہاری سہی چیز بھی تجھ کو کیسے حاصل ہوگی
صاحبو! تم از کم اب بھی ہم کو ہوش سنبھالنا چاہیے۔ غرض صاحبو! ایسے مصیبت کے دن اہل حق
گھیریں گے، کوئی کہے گا یہ مجھ کو مارا تھا، کوئی کہے گا مجھ سے خدمت لے کر مزدوری نہیں دیا تھا، کوئی
کہے گا ناحق میرا مال کھایا تھا، کوئی کہے گا مجھے گالی دیا تھا، کوئی کہے گا میری غیبت کیا تھا۔ غرض
سینکڑوں دعوے پیش ہوں گے، بندہ گھر اگر خدا کی طرف سر اٹھائے گا شاید خدا ان جھگڑوں سے
چھڑا دے، ادھر سے ارشاد ہوگا۔ "اَلْيَوْمَ تُجْزَاؤُكُمْ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ طَرَاظُكُمْ
اَلْيَوْمَ طَرَاظُكُمْ"۔ رکوع ۲۔ سورہ المؤمن (ترجمہ: آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج
دکسی پر ظلم نہ ہوگا۔

ظلم کی جگہ نہیں جو کئے ہیں اس کا بدلہ لینا ضرور ہے، ہائے رے اس وقت کی مایوسی، بندہ
ہٹکا بٹکا ہو کر چوڑوں دیکھے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے دریافت فرمائے کہ تم مفلس کس کو کہتے ہو صحابہ
حدیث عرض کئے کہ مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس روپیہ، پیسہ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت
میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر حاضر ہوگا، دعوے شروع ہونگے تو نیک اعمال
دعویداروں کو دیئے جائیں گے جب نیکیوں سے خالی ہاتھ ہو جائے گا۔ آہ! آہ! ابھی اور حقوق العباد
باقی ہونگے تو لوگوں کے گناہ اس پر ڈال کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔

صاحبو! خدا کے لئے بندوں کے حقوق سے بچو کہ یہ حقوق العباد تمہارے نیک اعمال کے
گھن ہیں، جب سب نیک اعمال ختم ہو جائیں گے، ابھی دعویٰ باقی ہوں گے تب مدعی کہیں گے،

اس کے پاس روزے ہیں وہ ہمارے حقوق میں دلائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا:-
 "الْصَّوْمُ لِي" ترجمہ:-

روزہ تو میرا ہے یہ تم کو نہیں دیا جائے گا۔ مدعی کہیں گے تب تو ہمارے گناہ اس پر ڈال دو
 حکم ہوگا ڈال دو حقوق کے بدلے روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو وہ گناہ ان پر ہو گئے
 اور وہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔

اس کے برخلاف روزہ داروں پر جب گناہ ڈالے جائیں گے تو مدعیوں سے تو گناہ نکل
 جائیں گے، مگر روزہ داروں پر نہیں کریں گے۔ کیوں کہ "الْصَّوْمُ مَرْجِيئَةٌ" دار ہے یعنی
 روزہ ڈھال ہے جو اوروں کے گناہ آنے سے روکے گا۔ روزہ داروں کو روزہ کے طفیل میں
 روزہ بھی نیچے گا، اوروں کے گناہ بھی نہیں پڑیں گے، مگر تمہاری اور نیکیاں چلی جائیں گی۔
 اس لئے حقوق العباد سے بچتے رہو۔

صاحبو! روزہ اللہ تعالیٰ کو اتنا پیارا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو اس قدر
 تعریف فرماتا ہے میں پھر بھی اگر کوئی شخص روزہ نہ رکھے، اس سے بڑھ کر کوئی بد نصیب نہیں،
 نفس امارہ نے اس کو اپنا غلام بنا لیا ہے، ذرا بھی اس کو اپنے مالک کا خیال نہیں ہے، تفت ہے
 ایسی زندگی پر کہ گائے، بیل اور دیگر جانوروں کی طرح سوائے پیٹ پالنے کے اور کچھ نہیں ہو سکتا
 ایسا شخص آخرت کے سوا دنیا میں بھی ذلیل و خوار رہتا ہے۔

صاحبو! سنو، روزہ دار جس وقت افطار کرتے ہیں خصوصاً اس وقت اللہ تعالیٰ کی
 رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔

روزہ دار کے لئے دو فرحت یعنی خوشیاں ہیں (۱) افطار کے وقت (۲) فدا کے دیدار
 حدیث کے وقت۔

افطار کے وقت روزہ دار کی خوشی کو بھی دیکھو، اور بے روزہ داروں کے دل سے پوچھو،
 کس قدر پشیمانی اور ندامت ہوتی ہے۔ منہ پر خدا کی پھٹکار برستی ہے، قیامت کے دن سب خوشیاں
 سے بڑھ کر خوشی دیدار الہی کی ہوگی، دیدار کی نعمت جس کو ملے گی اسکے مقابلہ میں جان جہاں بلکہ
 سب کون و مکان ہیج ہوں گے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتمہ : زخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز
 ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اسکی قیمت دونوں عالم ہیں یہ قیمت بہت کم ہے قیمت میں اور زیادتی کی جائے۔
 روزہ دار دیدار کا یہ لطف لے رہے ہوں گے اور بے روزہ دار محروم ہوں گے، ہائے اقسوت
 جو انکے دل پر خجالت و شرمندگی ہوگی کوئی زبان اسکو بیان نہیں کر سکتی: "وَجُودًا يَوْمَئِذٍ
 نَاضِرَةٌ ۗ اِلَىٰ رَبِّهَا خَاطِرَةٌ ۗ وَجُودًا يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَظُنُّ اَنْ يَّفْعَلَ
 بِهَا فَاقْرَءْهُ ۗ (پہا۔ رکوع ۱۔ سورہ قیامت) ترجمہ: بہت سے چہرے اس روز بارونق ہونگے
 اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہونگے (یہ تو مومنین کا حال ہوا) اور بہت سے چہرے اس روز بدرونق
 ہونگے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ کوئی دم
 میں کمر توڑنے والی مصیبت آنے والی ہے۔

خلاصہ یہ کہ دنیا کی حسین مقبول صورتیں ہائے کس طرح بے چین کر دیتی ہیں، پھر یہ حسن کی
 بہار چار دن کی چاندنی، بڑھاپے سے بد شکل ہونگے یا موت آگئی، وہ آب و تاب و لہریں چلا گئی
 کوئی کیسا ہی حسین ہو، رشک یوسف ہونے کے بعد کوئی اسکے پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہیں
 ہوتا، جھٹ پٹ اسے خاک میں پھینکا دیتا ہے جب دنیا کے حسینوں کا دور روزہ حسن ہمارے
 دلوں کو ایسا لوٹ پوٹ اور بے چین کر دیتا ہے، انکی جدائی برداشت نہیں ہوتی تو ہائے محبوب
 حقیقی اور حسن اصلی کے دیدار سے محرومی، خاصکر جب کہ ہمارے ساتھ والے مزہ لوٹ رہے ہوں اور کوئی
 بد نصیب اس سے بالکل الگ کھڑا ہو تو اسوقت ایسی حالت کیا کیا غضب ڈھائے گی۔

نیست صیرت از حسینان جہاں : صیر چوں داری ز حسن جاوداں

ترجمہ: اس ناپائیدار دنیا کے حسینوں سے تجھے صیر نہیں ہوتا ہے پھر وہ ہمیشہ رہنے والے حسن سے کس طرح
 صیر کرے گا تو۔

جرعہ خاک آلود چوں مجنوں کند : صاف گر باشد ندانم چوں کند

ترجمہ: مٹی ملے ہوئے گھونٹ سے تو دیوانہ بن گیا ہے، اگر صاف و شفاف گھونٹ بھکاول جائے تو تو کیا کرے گا

حدیث | ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام فرمائے الہی! تو نے مجھے یہ عزت بخشی کہ مجھ سے باتیں کرتا
 ہے کیا ایسی عزت تو نے کسی اور بندہ کو بھی عطا فرمائی ہے۔ حکم ہوا میرے بہت سے ایسے بندے

ہیں کہ جن کو میں آفرزانی میں پیدا کروں گا اور رمضان کا مہینہ دیکر تم سے زیادہ ان کو عزت و وزنگا کیونکہ تم سے جو باتیں کرتا ہوں تو موسیٰ تمہارے اور میرے درمیان ستر ہزار پڑے پڑے ہوتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی امتی جب روزہ رکھے گا اور روزہ کی وجہ سے ہونٹ سفید ہو گئے ہیں، رنگ زرد پڑ گیا ہے افطار کا وقت قریب ہوا ہے تو اس وقت میرے اور روزہ دار کے بیچ میں جس قدر پروہ ہیں سب اٹھا دوں گا اگر ان کا کثیف جسم حائل نہ ہوتا تو افطار کے وقت میں دیدار دکھا دیتا، آخرت میں دیدار کا لطف دکھاؤں گا اس وقت روزہ کی قدر ہوگی۔

صاحبو! افطار کے وقت اس لئے خوشی ہوگی کہ جن چیزوں سے روکا گیا تھا وہ اب کھلا رہا ہے قیامت میں دیدار کی اس لئے فرحت ہوگی کہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی کسی پر غصہ میں ہو، اگر ایسے وقت کوئی ایسا شخص آجائے جس سے محبت ہے تو یہ غصہ بھرا ہوا شخص لوگوں پر غصہ میں ہوگا مگر اپنے دست سے ہنتے ہوئے بات کرے گا، ایسا ہی خدا کے تعالیٰ قیامت کے دن اوروں پر غصہ بھرا ہوا ہوگا، اللہ تعالیٰ ایسا غصہ میں رہے گا کہ کبھی ایسا غصہ میں نہ آیا مگر روزہ داروں کو ہنتے ہوئے دیکھے گا۔ اس سے روزہ دار کو فرحت ہوگی وہ اسی کا دل جانے گا اس لئے فرمایا "فَرَحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ رَبِّهِ" ترجمہ: اللہ کے دیدار کے وقت عجیب فرحت ہوگی۔

صاحبو! ہر ایک کو امر معروف کیا جاتا ہے، اس کے متعلق اور بالخصوص امر معروف و نہی عن المنکر

بے روزہ داروں کو روزہ رکھنے کی ترغیب دلانے کے طریقے سے متعلق

مضمون ذیل میں تفصیلی طریقہ پر بتلایا گیا ہے کہ امر معروف کس طرح کرنا چاہیے سنئے:-

حضرات! یہ تو آپ جانتے ہیں کہ پیغمبروں کو بھیجنے کا منشاء کیا ہے نبیئے۔ انسان ایک عالم صغیر ہے اس میں بہائم (جانور) کی صفت بھی ہے اور درندہ پن بھی، شیطانیت بھی ہے اور فرشتہ پن بھی۔

پیغمبر اس لئے آئے ہیں کہ فرشتہ پن کو دوسری تین صفتوں پر غالب کرنے کی تدبیریں بتلائیں، اس لئے حکم دیا جاتا ہے کہ اے انسان! تو ہماری اس نعمت کی قدر کر، پیغمبروں کی تابعداری کر کے تو خود کو بھی درست

کر ادا کر کسی انسان کو دیکھے کہ وہ فرشتہ پن چھوڑ کر بہائم درندہ اور شیطان کے اوصاف پیدا کر رہا

ہے تو اس کو بھی روک، اس لئے فرمایا "وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ" آپ

لکوع ۲۔ سورہ لقمان (ترجمہ: اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے منع کیا کر۔

ساک انسان انسانیت سے نکل کر بندر، سور، شیطان وغیرہ کی مانند نہ ہونے پائے۔ اگر ایسا نہ کروگے تو تم پر عذاب آجائے گا۔

حکایت ایک دفعہ ایک ایسی لستی پر عذاب آیا کہ جس میں اٹھارہ ہزار عبادت کرنے والے بندیوں کے جیسے عمل کرنے والے رہتے تھے، فرشتوں نے عرض کیا اہلی! بندیوں کے جیسے عمل کرنے والے لوگ اس گاؤں میں ہیں۔ حکم ہوا کچھ پرواہ نہیں الٹ دو، عرض کئے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے، حکم ہوا انہوں نے لوگوں کو خدا کا خلاف کرتے ہوئے دیکھا مگر کبھی ان کو ناگوار نہیں ہوا۔ کبھی چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر نہیں ہوئے، نیک بات بتلانے اور برے کاموں سے روکنے سے ان کو کبھی سروکار نہیں تھا اس لئے دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالنَّحْوِ ۗ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ" (پٹ۔ رکوع۔ سورہ عصر، ترجمہ: قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع و نقصان ہوتا ہے) کہ انسان روجہ تفسیح عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو اعتقاد حق (پر قائم رہنے کی) فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک تم دین کو کامل نہ کرو گے خسارہ و نقصان میں رہو گے، دین کامل دو باتوں سے ہوتا ہے: ایک اپنی تکمیل سے۔ پھر دوسروں کی تکمیل سے۔

اب اپنی غفلت کی حالت دیکھیے کہ ہم لوگ اس سے کس قدر غافل ہیں، چوبیس گھنٹوں میں کتنی دیر ہم اس کام کو کرتے ہیں اور کتنا وقت اس فرض کی ادائیگی میں صرف کرتے ہیں۔ سنو صاحبو! لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں: (۱) ایک وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت نہیں، یہ لوگ ہیں دوست احباب، بھائی، برادری کے لوگ، عزیز و اقارب اور اجنبی لوگ۔

(۲) دوسرے وہ ہیں جن پر ہمارا زور و قدرت ہے اور یہ لوگ ہیں، بیوی، بچے، نوکر، شاگرد

اور مرید۔

دوستو! جن پر ہمارا زور نہیں ہے انکو تو چھوڑ دیجئے لیکن جن پر ہمارا زور ہے کیا ان کو ہم کبھی نیک کام بتلاتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ خود اپنی اصلاح

کر لینا چاہیے، اس طرح ہم خود جنت میں جائیں گے، حالانکہ یہ غلط ہے، آپ سے اس امر کا بھی مواخذہ ہوگا کہ تم نے اپنے گھر والوں کو دین کے راستہ پر کیوں نہیں چلایا۔ صاف اور واضح ارشاد ہے:-
 "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" (پہلے رکوع، سورہ تحریم)
 ترجمہ: اے ایمان والو! تم اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) آگ سے بچاؤ۔

مسلمانو! تم خود کو اور اپنے متعلقین کو نار جہنم سے بچاؤ۔ یہ گھر والے تمہارا بیچا کب چھوڑنے والے ہیں اگر یہ جہنم میں جائیں تو تم بھی انکے ساتھ رہیں گے، صنوصا حیو! یہ عقل میں آنے کی بھی بات ہے کہ اگر کوئی آپ کا دوست آپ کے سامنے زہر کھانے لگے تو کیا آپ اسکو نہیں روکیں گے، یقیناً ہاتھ پکڑ کر زور سے جھٹکا دیکر زہر کو اسکے ہاتھ سے لے لیں گے، اگر تمہارا قادر نہ ہو گے تو دوسروں کو امداد کے واسطے بلائیں گے، پھر اسکی کیا وجہ ہے کہ دین میں جو افعال مضر ہیں، ان سے روکنے کے لئے اس اہتمام سے کام نہیں لیا جاتا معلوم ہوا کہ آپ دین کے ضرر کو ضرر نہیں سمجھتے۔ یہ بھی دل کی ایک بیماری ہے، مگر افسوس اس قدر غفلت ہے کہ خدا کی پناہ! کسی کو بھی اس بیماری کے علاج کی طرف توجہ نہیں ہے۔

صاحبو! جن پر نماز فرض ہے انکو نماز کی ترغیب دلائے، جن کے پاس بقدر نصاب مال ہے انکو زکوٰۃ کی ترغیب دلائے اور جن پر حج فرض ہے تو انھیں حج کی ترغیب دی جائے یا کسی کے اخلاق یا طنی خراب ہوں، اچھے نہ ہوں تو انکو تہذیبِ اخلاق کے طریقے بتلائے، کتنے لوگ ہیں جو اس طرح نصیحت کرتے ہیں یا کسی کو بتلائے معصیت دکھیں تو اسکو معصیت سے روکیں، خواہ وہ معصیت صغیرہ ہوں یا کبیرہ افسوس، روکتے تو کیا اگر کسی کو ان سے طمع یا خوف ہو تو اسکو اچھا ثابت کرنے کے لئے تقریر کریں گے ہمارے بزرگ تو وہ تھے کہ جہاں قدرت و زور نہ ہو، وہاں بھی امر معروف سے باز نہیں آتے تھے اور ہم ہیں کہ قدرت کے مواقع پر بھی کچھ نہیں کرتے، بیوی بچوں کو باوجود قدرت کے امر معروف نہیں کرتے مگر یہ برتاؤ صرف خدا کے معاملات میں ہے، خود کے معاملات میں ہرگز نہیں، گھر میں آتے ہی پوچھیں گے کہ کھانا تیار ہوا یا نہیں، مگر یہ کبھی نہیں پوچھیں گے کہ بیوی تم نماز بھی پڑھے یا نہیں۔ گھر میں آئے تو صرف کھانے پینے کے لئے بیوی پر غصہ ہوگا لیکن دین کی ایک بات بھی بیوی سے نہ کہی جائے گی۔
 صاحبو! اور سنئے کہ بیوی، بچے گو شرعاً ان پر بہاری اطاعت واجب ہے مگر انھوں نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ تم ہم کو امر معروف کرو، ہم اس پر عمل کریں گے، اس کے علاوہ ایک تعلق ایسا ہے کہ

دوسرا ہماری اطاعت کا صاف معاہدہ کیا ہے وہاں بھی ہم امر معروف نہیں کرتے، وہ تعلق پیری مریدی کا ہے، ہاتھ میں ہاتھ ملا کر مرید کی طرف سے اطاعت کا معاہدہ ہے اور مرشد کی طرف سے تعلیم اور اصلاح کا۔ یہی بیعت کی حقیقت ہے مگر اب ہاتھ میں ہاتھ لے کر سبق کی طرح پڑھا دینے کا نام پیری مریدی ہے۔ سنو صاحبو! پیری مریدی صاف طور پر اطاعت کا معاہدہ ہے، اسی واسطے اگر مرید خدمت سے آزاد کرے یا کسی دنیوی کام میں شیخ کی مخالفت کرے تو فوراً اس پر عتاب ہو جاتا ہے مگر دین کے معاملہ میں نہ مرشد اسکو کچھ کہتے ہیں اور نہ مرید مرشد کی اطاعت ضروری سمجھتا ہے، بے چارہ مرشد پر دو گناہ ہیں (۱) امر معروف نہ کرنے کا۔

(۲) وعدہ خلافی کا کہ مرشد نے وعدہ کیا تھا۔

اصلاح کا مگر اب فاموش ہے کچھ روک ٹوک نہیں، اگر کوئی مرشد کچھ کہیں تو مرید کے چہرہ سے ناگوار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) آج کل تو پیری مریدی کی حقیقت لوگوں نے یہ سمجھ رکھی ہے کہ پیر قیامت میں بخشتائیں گے گو مرید کہتے ہی گناہ کرے۔

(۲) بیٹھے تو اس سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مرید اس واسطے ہر تہ میں کہ مرید ہونے سے ہمارے سر پر ایک بزرگ کا سایہ ہو جائے گا۔ دنیا کے مقصدوں میں ہم کو آسانی ہوگی، مقدمات میں دعا کرائیں گے، تعویذ اور گنڈے کرائیں گے، مرید ہونے سے ہماری تنخواہ میں ترقی ہوگی۔ ہائے افسوس! اس قسم کی مریدی سے فقط دنیا مقصود ہے، دین سے کچھ تعلق نہیں، یہ تو مریدوں کے خیالات تھے۔

اب پیر و مرشد کے خیالات سنئے: مرشدوں کے نزدیک مرید کرنے سے مقصود یہ ہے کہ مریدوں کے ذرشتش ماہی یا سالانہ مقرر ہو جائے گا۔ پیر کی تنخواہ بندھی ہوئی نہیں ہوتی، خواہ پیر صاحب کچھ ہی کر لیں ان کی پیری مسوخ نہیں ہوتی، چاہے شراب پی لیں، یا بد معاشی کر لیں، کیوں کہ مشہور یہ ہے کہ پیر کی پیری سے کام، ان کے فعلوں سے کیا کام۔

(۳) اور بعض ایسے تو نہیں ہیں مگر مرشد کے بتلائے ہوئے وظیفے تو ضروری، خواہ خدا کے مقرر

کئے ہوئے احکام پر عمل ہو یا نہ ہو، مرشد کا بتلایا ہوا وظیفہ کبھی ناغہ نہ ہوگا۔

خزانوں مانگے ہو جائیں تو پرواہ نہیں نماز کی پرواہ نہیں، معاملات سر سے پیر تک گندے، سود لیتے ہیں اور دیتے ہیں، رشتوں کا بازار گرم ہے، اسکے ساتھ تہجد کے پابند، اشراق کے پابند، تسبیح بہت لائیں جو ہر وقت چلتی رہتی ہے، پیر صاحب بھی ان مریدوں کے سود کی آمدنی سے نڈر انداز لیتے ہیں، کبھی لہر معروف نہیں کرتے۔ دوسرے جو لوگ مولوی ہیں ان پر بھی طمع سوار ہے۔

حکایت ایک مولوی صاحب نے ساس کو حلال کر دیا۔ افسوس! اب بتلائیے امت کی حالت نہ بگڑے تو کیا ہو۔

صاحبو! آج کل مرید ہونے کے بعد جن چیزوں پر روک ٹوک کی زیادہ ضرورت ہے وہ یہ چیزیں ہیں: کبر، عجب، اصناخت حقوق العباد (بندوں کے حقوق میں کم و زیادتی کرنا) حسد، بغض، فسادات ذات الین (آپس میں جھگڑا و فساد کرنا)۔

حکایت حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی کے پاس دو شخص مرید ہونے کے لئے آئے، آپس میں مسجد کا حوض دیکھ کر کہنے لگے کہ ہماری مسجد کا حوض اس سے بہت بڑا ہے حضرت نظام الدین اولیاء نے یہ گفتگو سنی۔ آپ نے بلایا اور پوچھا کہ تمہارا حوض اس سے کتنا بڑا ہے، انہوں نے کہا کہ حضرت پیالٹش تو معلوم نہیں، آپ نے فرمایا اچھا جاؤ اس حوض کی پیالٹش کر کے جاؤ۔ اور اس حوض کی پیالٹش کر کے آؤ۔ وہ گئے اور پیالٹش کر کے واپس ہوئے اور عرض کئے حضرت ہمارا حوض ایک باشت بڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ بہت بڑا ہے۔ ایک بالشت زائد کو بہت بڑا نہیں کہہ سکتے۔ جاؤ ہم تم کو مرید نہیں کریں گے۔ اس نقل سے یہ مت سمجھنا کہ ان کو محروم واپس کئے بلکہ اتنی بڑی دولت ان کو دیکر واپس کئے وہ تمام عمر ان کے کام آئے گی۔ وہ کیا ہے وہ احتیاط فی الکلام کا سبق ہے اس کو اس طرح پڑھایا کہ یہ اب عمر بھر نہ بھولیں گے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضرت آپ کا فلاں مرید شراب پی کر فلاں جگہ مست پڑا ہے، آپ کو معلوم ہوا کہ یہ اس کو حقیر اور خود کو افضل سمجھتا ہے، آپ نے اس کا یہ علاج کیا کہ اس سے فرمایا کہ جاؤ اسکو اٹھا لاؤ۔ کیونکہ وہ جب تک وہاں رہے گا سلسلہ کی بدنامی ہے، اس میں اسکے تکبر کا بھی علاج تھا کہ جسکو اس نے حقیر سمجھا تھا اسی کی خدمت اس کے سپرد کر دی، جب وہ اسکو لے کر چلا تو راستہ میں جو ملتا یہ کہتا کہ یہ صوفیوں کا حال ہے

دونوں نے شراب پی ہے، دوسرا ابھی ہوش میں ہے اپنی حالت چھپانے کے واسطے اسکو لے چلا ہے یہ طریقہ تھا پہلے کے بزرگوں کا وہ اس طرح مریدوں کی اصلاح کرتے تھے۔ ہائے ہم اس کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ اس کی وجہ یا طمع ہے یا مخلوق کی ہیبت دل میں بھری ہوئی ہے اس لئے ہم کو امر معروف کی ہمت نہیں ہوتی، گو ان پر ہم کو قدرت ہو۔

سنو صاحبو! امر معروف میں خلوص اور ہمت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

حکایت ایک بزرگ تھے جو طویل سفر میں نماز و جماعت کے خیال سے ایک رو آدمی ساتھ رکھتے تھے اور چھوٹے سفر میں اس انداز سے سفر کرتے تھے کہ نماز کے وقت منزل پر پہنچ جائیں۔ اتفاق سے ایک چھوٹے سفر میں راستہ میں کچھ حرج ہو گیا اور ظہر کا وقت آ گیا اور گاڑی بان ہندو تھا انھوں نے وضو کیا اور سنتیں پڑھیں لیکن کوئی نماز کی دکھائی نہ دیا۔ تب انھوں نے دعا مانگی کہ اے اللہ! میں ہمیشہ جماعت سے نماز پڑھتا ہوں، اور اس وقت مجبور ہوں اگر آپ چاہیں تو اس وقت بھی جماعت سے نماز پڑھا سکتے ہیں، جا نماز بچھا کر یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ گاڑی بان سامنے آیا اور کہا کہ میاں مجھ کو آپ مسلمان کر لو، بڑی مسرت ہوئی، سمجھ گئے کہ دعا قبول ہو گئی کیا پوچھنا اس مسرت کا، وجہ آ رہا ہوگا۔ غرض اسکو اسی وقت مسلمان کئے اور اسکو وضو کرانے کے بعد فرمائے کہ جو عمل میں کرتا ہوں اسی طرح تم بھی کرو، اور نماز کے سب ارکان میں سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتا رہو۔ دیکھئے یہ برکت تھی ہمت کی۔ یہ مسئلہ یاد رکھئے کہ جن کو نماز نہیں آتی، وہ سیکھنے کی کوشش کریں اور یاد ہونے تک سبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے جائیں اور رکوع، سجدہ کرتے جائیں، پھر جتنا یاد ہوتا جائے اتنا پڑھے، باقی ارکان میں سبحان اللہ کہا کرے، دیکھئے دین کس قدر آسان ہے۔ ایک اور مسئلہ یاد آیا سنتے بعض دیہات میں کوئی جنازہ کی نماز تک نہیں جانتا اور جنازہ کو بغیر نماز پڑھے دفن کر دیتے ہیں جب تک جنازہ کی نماز یاد نہ ہو، ایسا کیا کرو۔ نماز جنازہ کے شرائط یہ ہیں:

(۱) وضو

(۲) استقبال قبلہ (یعنی نماز کی قبلہ کی طرف منہ کرنا)

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے سامنے جنازہ ہو

اور جنازہ کی نماز کے ارکان ہیں (۱) کھڑا ہونا (۲) کبیرات (چار کبیرات) کہنا، نثر

کے بعد ارکان ادا ہونے سے عبادت ادا ہو جاتی ہے۔ پس وضوء کر کے میت کو سامنے رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے رہو اور چار مرتبہ **اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ - اللَّهُ أَكْبَرُ** کہہ کر سلام پھیر لیا کرو! بس نماز جنازہ ہو گئی۔

صاحبو! میں عرض کر رہا تھا کہ امر معروف میں خیال ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کو امر معروف کیا جا رہا ہے وہ خفا ہو جائے، اس لئے آپ اپنی طرف سے امر معروف وہی عن المنکر کا ایسا طریقہ نہ نکالو کہ جس سے کوئی خفا ہو جائے، اگر تمہارے اچھے طریقہ پر بھی کوئی خفا ہو جائے تو ہونے دو۔ پروا مت کرو تمہارا مذاق یہ ہونا چاہیے کہ

ہزار خوبس کہ بیگانہ از خدا باشد : خدا کے ایک تن بیگانہ کا شنا باشد

ترجمہ: ہزار اپنے لوگ جو خدا سے بیگانہ و اجنبی ہیں، کس کام کے، ایک اجنبی جو خدا کے تعالیٰ کو جاننے والا ہے، دل چاہتا ہے کہ اس پر خدا ہو جائیں۔

جو شخص خدا سے بیگانہ ہے وہ ہمارے امر معروف سے ناراض ہو جاتا ہے، اس لئے ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیے اور صرف خدا کی رضا کا طالب ہونا چاہیے، خواہ تمام عالم ناراض ہو جائے۔

دلارائے کہ داری دل درویند : دگر چشم از ہمہ عالم فرویند

ترجمہ: اے دل جو اللہ کا مطیع ہے اس سے اپنا دل لگا۔ اور تمام عالم سے روگردانی کر لے۔

وہ اچھا طریقہ کونسا ہے اسکو خدا کے تعالیٰ خود سکھاتا ہے: **أَذْعُرُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ** (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ (اے پیغمبر! آپ لوگوں کو دانش، علم کی باتوں اور اچھی نصیحت سے اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلاؤ۔

دیکھو نصیحت کرنا تو لہے سانا مار دینا بلکہ اپنے رب کے راستہ کی طرف لوگوں کو علم کی باتوں کی طرف

اچھی نصیحتوں کے ذریعہ جن سے رغبت اور شوق ہو، دل نرم ہو، بلائے، یعنی عنوان اچھا ہونا چاہیے

دل آزاری نہ ہو۔ طعن و تحقیر نہ ہو، نصیحت کا طریقہ بھی بتلا دیا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے اور نافرمانوں کیلئے بھی کس قدر رعایت ہے کہ انکو متوحش نہ کیا جاسکے۔ طیب

بخاری میں کوئین دیتے ہیں مگر ہر شخص کے لئے طریقہ جدا ہے ایک تو اجنبی مریض ہے اسکو جب کوئین دیتے ہیں تو کچھ اہتمام نہیں کرتے بلکہ صرف پانی میں گھول کر اسکے سامنے رکھ دیتے ہیں اگر وہ تلخی کی وجہ سے نہ پی سکے تو کچھ

یرواہ نہیں ہوتی، اسکے برخلاف اپنے بچے کو دیتے ہیں تو شکر میں لپیٹ کر دیتے ہیں کہ دو ایتھے وقت اس کو تلخی معلوم نہ ہو۔ امر معروف کرتے وقت ایسا ہی کرنا چاہیے۔

امر معروف اور نہی عن المنکر کا خلاصہ یہ ہے اور اسکی نصیحت کرنے میں رعایت رکھنا ضروری ہے کہ مخاطب کو نصیحت سے وحشت نہ ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ادْعِ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ ذِكْرًا - رُكُوع ۱۶ - سورہ نحل"۔

نصیحت کرنے میں دفعۃً لٹھ سانہ مار دو، بلکہ خدا کے راستہ کی طرف حکمت یعنی علم کی باتوں سے جس سے خدا کا ڈر اور اس سے امید پیدا ہو، بلائے "وَالْمَوْعِظَةُ الْحُسْنَىٰ"

اور نرم نصیحت کے ساتھ بلائے، جس میں دل آزاری نہ ہو، طعن و تحقیر نہ ہو۔ دوسرے لوگوں کے ضمن میں نصیحت کرے۔ خود اسی کو صراحت سے نہ کہے، تنہائی میں کہے، لوگوں میں نہ کہے۔

گر نصیحت کنی، بخلوت کن۔ کہ جزاء میں شیوہ نصیحت نیست

ترجمہ: نصیحت تنہائی میں کرو، نصیحت کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے۔

ہر نصیحت کہ بر ملا باشد، آں نصیحت بجز نصیحت نیست (ترجمہ: جو نصیحت علانیہ کرے نتیجتاً نصیحت کی ہوگی)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر کس قدر شفقت ہے کہ نافرمانوں کو بھی اس قدر رعایت دے رہا ہے کہ انکو متوحش نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت کا ظہور اہل اللہ میں بھی ہے، اہل اللہ کو بھی مخلوق کے ساتھ بہت شفقت ہوتی ہے وہ اس طرف سے نصیحت کرتے ہیں کہ جس سے مخاطب کو نفع ہی ہوتا ہے بشرطیکہ اس شخص میں کچھ بھی ارادہ اور طلب ہے ورنہ اگر وہ خود نہ چاہے تو ایسے شخص کا علاج تو انبیاء علیہم السلام بھی نہیں کر سکتے۔ ہندوستان میں ایک بزرگ تھے ان میں خاص بات یہ تھی کہ ہر مجلس وعظ سے لوگ تڑپ کر کے اٹھتے تھے نہ معلوم کیا بات تھی صاحبو! بات بس اتنی تھی۔ ع

از دل خیزد بر دل ریزد - ترجمہ: جو چیز دل سے نکلتی ہے دل میں گرتی ہے۔

انکرامت کے ساتھ شفقت بے حد تھی وہ دل سے چاہتے تھے کہ مخلوق کی اصلاح ہو جائے اسی کا یہ اثر تھا کہ ان کے ہر وعظ میں لوگ تائب ہو کر اٹھتے تھے۔

حکایت | ایک مرتبہ آپ نے وعظ فرمایا تو ایک بھڑا بھی اس میں موجود تھا جس کے ہاتھ ہندی

سے رنگے ہوئے تھے اور کنگن، چوڑیاں، پھلے پہنے ہوئے تھے۔ اس پر وعظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ سب چوڑیاں کنگن ہاتھ سے نکال پھینکا اور مہندی کا رنگ، ور کرنے کے لئے پتھر پر ہاتھوں کو رگڑنے لگا اور اس قدر رگڑا کہ خون نکلنے لگا۔ مولانا نے فرمایا جس قدر اثر زائل نہ ہو سکے معاف ہے بس اب زیادہ نہ رگڑو، اس نے کہا کہ مولانا بس اب آپ غاموش رہیے۔ یہ ہاتھ اسی قابل ہیں کہ لہو لہان ہو کر کٹ جائیں اور اس قدر رویا کہ اسکی ہچکی بندھ گئی۔

حکایت

اکبر شاہ ثانی کا زمانہ ہے گو اس وقت شاہ دہلی کی حکومت دہلی سے یاہر بہت کم تھی اس دور میں ایک بزرگ رہتے تھے، آپ ایک دفعہ بہت رات گئے تنہا نکلے جو لوگ بیدار تھے انکو فکر ہوئی کہ اس وقت مولانا کہاں چلے، پھر حضرت کی حفاظت کے خیال سے آپ کے پیچھے اس طرح ساتھ ہوئے کہ مولانا کو اسکی خبر نہ ہو، اب کیا دیکھا کہ مولانا نے طوائفوں کے محلہ کی طرف رخ کیا انکو حیرت ہوئی کہ آپ کا یہاں کیا کام ہے، پھر دیکھا کہ دہلی کی ایک مشہور طوائف کے مکان پر ٹھہر کر مولانا نے نقروں کی طرح ایک صدا لگائی۔ اس رات اس طوائف کے یہاں کچھ تقریب تھی شہر کی سب طوائفیں وہاں جمع تھیں اور باہر کی طوائفیں بھی آئی ہوئی تھیں، مولانا کی آواز سن کر گھر والے سمجھے کہ کوئی فقیر ہے، طوائف نے اپنی خادمہ سے کہا کہ اسکو کچھ پیسے دیدو۔ وہ پیسے لے کر باہر آئی اور مولانا کو دینے لگی، مولانا نے فرمایا اپنی بی بی سے جا کر کہو کہ میں ایک صدا کہا کرتا ہوں بغیر صدا سنائے کچھ نہیں لیا کرتا۔ اس نے جا کر پیام پہنچایا، چونکہ تقریب کا موقع تھا۔ اس نے کہا اچھا فقیر سے کہو کہ اندر آ کر صدا سنائے، کچھ دیر اس کا لطف رہے گا۔ مولانا اندر تشریف لے گئے اور وعظ شروع کیا، زنا کی مذمت اور زنا کاروں کو جو عذاب دیا جانے والا ہے اس کو بیان کیا اسکل ایسا اثر ہوا کہ تمام طوائفیں روتے روتے بیتاب ہو گئیں، جب وعظ ختم ہوا تو سب طوائفیں قدموں پر گر پڑیں کہ ہم کو تپ کر دایے اور ہمارا نکاح کر دیجئے۔ آپ نے ان کا نکاح کر دیا اور لوٹ کر گھر آئے۔ یہ ہے طریقہ امر معروف اور نہی عن المنکر کا۔ اس لئے نصیحت کرنا ہو تو اس طرح کریں اور اگر بحث کا موقع آن پڑے تو "وَ حَادِثْهُمْ بِالَّتِي هِيَ" احسن کا (پا۔ رکوع۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے، اچھے طریقے سے کہ جس میں سختی نہ ہو غصہ نہ ہو، بہت نرمی سے بحث کرو، مناظرہ تو بڑی چیز ہے، اگر کسی جاہل سے بھی سابقہ پڑ جائے تو

اسکے جواب میں بھی جہالت کی جانفت ہے چنانچہ ارشاد باری ہے "وَإِذَا خَاطَبْتُمُ الْجَاهِلُونَ
قَالُوا سَلَامًا" (پک - رکوع ۶ - سورہ الفرقان) ترجمہ: اور جب جہلان سے (جہالت کی بات
کرتے ہیں) تو وہ دفع شر کی بات کہتے ہیں۔

جہالت کی بات کا جواب بھی جہالت سے نہیں دیتے۔ کفار یہ کیا کرتے تھے کہ اپنے اشعار میں
مسلمانوں کی بیویوں کا نام لے لیکر اظہارِ نفی کرتے تھے، اس سے بڑھ کر اور کیا گستاخی اور غصہ
کی بات ہوگی، اس سے بھی بڑھ کر ایک اور گستاخی کرتے تھے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام مبارک کو بجائے محمد کے مُذَمَّم (نعوذ باللہ) کہتے تھے خیال تو کیجئے کہ مسلمانوں کو کس
ماگوار ہوتا ہوگا کہ جان لینے اور جان دینے کو تیار ہو جاتے ہوں گے، اتنی بڑی گستاخی اور ایسے
سخت غصہ کی باتوں پر اللہ تعالیٰ کی تعلیم سنئے: فرماتے ہیں "لَتَبْلُوَنَ فِي أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ"
(پک - رکوع ۱۹ - سورہ آل عمران) ترجمہ: اللہ آگے اور آزماتے جاؤ گے اپنے مالوں میں اور اپنے جانوں
میں۔ جان اور مال میں تمہاری آزمائشیں ہوں گی۔ "وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آؤُتُوا
الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ آؤُتُوا الْكِتَابَ أَذَىٰ كَثِيرًا" (پک - رکوع ۱۹ -
سورہ آل عمران) ترجمہ: اور اللہ آگے کو اور سنو گے بہت سی باتیں دل آزاری کی ان لوگوں سے
جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو مشرک ہیں بہت سی ایذا کی باتیں سنو گے
مشرکین اور کفار سے بہت اذیت کی باتیں سنو گے "وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا
فَإِنَّ ذَلِكَ مِنْ عَذَابِ الْأُمُورِ" (پک - رکوع ۱۹ - سورہ آل عمران) ترجمہ: اور اگر صبر
کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے تو یہ بڑے ہمت کے کام ہیں اور تاکیدِ احکام میں سے ہیں
تم کو صبر کرنا چاہیے یہ بڑی عالی ہمتی کا کام ہے۔ قرآن مجید میں اس طرح ادب بتلایا گیا ہے
اب حدیث سنئے:

نام مبارک محمد کو بدل مُذَمَّم کہہ کر گالیاں دیتے تھے، آپ اندازہ کیجئے کہ ایسے سخت الفاظ
سن کر مسلمانوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، پھر مسلمان بھی ہمارے اور آپ کے جیسے مسلمان نہیں۔ اس وقت
کے مسلمان مگر قربان جائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ نے ایسی سخت بات کو مسلمانوں
کے دل سے کس طرح ہٹا لیا ہے دیکھو شتم قریش کو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کس طرح ہٹا لیا کیونکہ

وہ شتم و لعنت کرتے ہیں مُذَمَّمٌ پر اور میں تو مُحَمَّدٌ ہوں جو مذمم ہو گا وہ گالیاں اس پر سونگی اور وہ برامانے گا ہم کیوں برامانیں، یوں دل کو سمجھالیا کر دکھ ہمارے حضور کا یہ نام مینا رکھنے ہی نہیں۔ جیب جہالت کے مقابلہ میں خدا اور رسول کو سختی پسند نہیں تو مناظرہ و بحث کب پسند ہو گا۔ اس لئے فرمایا "وَجَادِ لِقَوْمِكَ بِاللَّيْتِي هِيَ أَحْسَنُ" (آپ - رکوع ۱۶ - سورہ نحل) اور بہت ہی اچھے طریقے سے ان سے بحث کیجئے۔ مثلاً نماز، روزہ کے لئے سختی کرنے میں وہ اثر نہیں ہوتا جو زری سے ہوتا ہے کیونکہ زری سے بات آسانی سے دلنشین ہوتی ہے اس لئے نفس کو پابند کرنا اور آزادی سے روکنا ضروری ہے اور اس میں استقلال و سختگی پیدا کرنا ضروری ہے ورنہ انسان اور جانور میں کیا فرق ہو گا۔ مردانگی اس میں ہے کہ انسان اپنے نفس پر قابو یا فتنہ ہو، نفس کا تابع نہ ہو، نفس کو تباہ کرنے والی چیز تکبیر ہے۔ انسان کو تواضع اور عاجزی اختیار کرنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ کسی سب سے بڑی عظمت والے کی عظمت اسکے پیش نظر ہے۔ اسلام نے اس کے لئے (۵) وقت کی نماز مقرر کی ہے جس کو باقاعدہ ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقش اس کے دل پر جم جاتا ہے کیونکہ نماز میں ایسے ارکان ہیں جن سے انسان کی غایت درجہ ذلت ظاہر ہوتی ہے اور نفس پامال ہو جاتا ہے۔

دوسری تباہ کرنے والی چیز نفسانی خواہشوں کی حرص ہے، مثلاً کھانے، پینے اور عورتوں سے مخالفت کرنے کی حرص، اس کو بھی دباننا اور معتدل رکھنا چاہیے، ورنہ آدمی انسانیت سے باہر ہو جاتا ہے اور حرام پر اقدام کرنے لگتا ہے، اسلام نے اس کا علاج روزہ فرض کیا ہے جو سال میں ایک ماہ مقرر کیا گیا ہے۔

تیسری مہلک شے حب مال ہے جس شخص کے دل میں حب مال کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہر طرح اپنا ہی جھلا چاہتا ہے گو دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ بہت سے لوگ غریبوں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے مال و جائیداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں، اس کا ظلم و قبیح ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے اس لئے حب مال کا علاج لازم ہے، اسلام نے اس کے لئے زکوٰۃ فرض کیا ہے کہ جس سے مال کی حرص گھٹ جاتی اور دنیا کی محبت سے دل پاک ہو جاتا ہے۔

اور تمام اعمال کا حاصل یہ ہے کہ نفس کو جانوروں کی طرح آزاد نہ چھوڑا جائے بلکہ اس کو

ناگوار امور کا پابند کیا جائے۔ غرض اس طرح نصیحت یا بحث لی جائے تو ناگواری نہیں ہوتی۔ اس
 اتنا کام نصیحت کرنے والے کا ہے، پھر آگے اس تحقیق میں نہ پڑے کہ اس نے مانا اور اس نے نہیں،
 کیونکہ یہ کام خدا کا ہے "إِنَّ رِزْقَكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)
 ترجمہ: آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو جو آپ کے راستے سے ہٹا گیا اور وہی راہ پر چلنے والو
 کو بھی خوب جانتا ہے۔

آپ کا رب خوب جانتا ہے اس شخص کو بھی جو اس کے راستے سے گم ہوا اور وہی راہ پر چلنے والو
 کو بھی خوب جانتا ہے، اس لئے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ غرض اگر کفار علیٰ بحث سے گذر کر عملی جبرگاہ
 پر آرائیں، آپ اور آپ کے تابعین کو بدلہ لینا بھی جائز ہے: "وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ
 مَا عُوِّقِبْتُمْ بِهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا کہ تمہارا
 ساتھ بڑاؤ کیا گیا ہے، اس سے زیادتی مت کرنا: "وَلَكِنْ صَبِرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ" (پک
 رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے۔
 لیکن اگر ان کے ایذاؤں پر صبر کرو تو وہ صبر کرنا صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی
 بات ہے، مخالف پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے اور دیکھنے والوں پر بھی فاسد کر آپ کو حکم ہے "وَاصْبِرْ
 وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا
 ہی کی توفیق سے ہے۔

اس لئے آپ کو دشوار نہ ہوگا۔ "وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا
 يَمْكُرُونَ" (پک۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اور ان پر غم نہ کیجئے اور یہ جو کچھ تدبیریں کیا
 کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو جیئے۔

آپ نصیحت نہ ماننے والوں کا غم نہ کیجئے اور جو مخالفت میں تدبیریں کرتے ہیں اس سے
 تنگ دل نہ ہوں۔ ما شاء اللہ! ابتداءً شفقت کا اور نرمی کا حکم دیا تاکہ تبلیغ کا کام نہ رُکے۔
 ناامیدی کے بعد غم کرتے سے تبلیغ رکتی ہے، کیوں کہ حزن سے مبلغ کی ہمت پست ہوتی ہے غرض
 ہدایت تمہارے قبضہ میں نہیں بلکہ خدا کے قبضہ میں ہے تم کو اپنا کام کرنا چاہیے۔ تمہارا ثواب ضائع
 نہ ہوگا جو کام خدا کا ہے اس کو خدا کے سپرد کر دو۔

کار خود کن کار بیگانہ کن ترجمہ: اپنا کام کرو، دوسروں کا کام مت کرو۔

اب اس تعلیم سے اس کا دل بڑھے گا اور برابر تبلیغ کرتا رہے گا آپ تقویٰ اور احسان کے ساتھ متصف رہیں۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ** (پکا۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل) ترجمہ: اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ (ہوتا) ہے جو پرہیزگار (ہوتے) ہیں اور نیک کردار (ہوتے) ہیں۔

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے یعنی انکی مدد کرتا ہے جو پرہیزگار اور نیک ہوتے ہیں۔ اس سے ہمت بڑھاتا ہے جیسے کسی عاشق کو اس کا محبوب جو کہ بدتوں کے بعد ترس ترس کر بلا ہے پیچھے سے آکر اس طور سے کہ اسکو خبر بھی نہیں اسکو بغل میں دبائے اور اتنا زور سے دبائے کہ اسکو طبعاً ناگوار ہی ہو مگر پیچھے ہٹ کر دیکھا تو محبوب کے چہرہ پر نظر پڑی، گو اس میں مشقت اور اذیت ہے کیونکہ معشوق تو موٹا تازہ تھا اسکو کوئی فکر و غم تھوڑا ہی تھا جو دبلا ہوتا اور عشاق اکثر غم عشق کی وجہ سے لاغر و نحیف ہوتے ہیں جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں۔

عشق معشوقاں نہانت و ستیر : عشق عاشق با دو صد طبل و نیر

ترجمہ: معشوقوں کا عشق پوشیدہ رہتا ہے۔ عاشقوں کا عشق علی الاعلان ہوتا ہے۔

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند : عشق معشوقاں خوش و فریہ کند

ترجمہ: عاشقوں کا عشق تن کو گھلاتا ہے۔ اور معشوقوں کا عشق انکو فرحت دیتا اور موٹا کرتا ہے۔

تو یہ مشقت اور اذیت معشوق کے پہلو میں ہونے کی وجہ سے لذت و مزیدار معلوم ہوتی

ہے اسی طرح امر معروف و نہی عن المنکر میں گو اذیت و مشقت ہے مگر یہ شکر کہ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ** (پکا۔ رکوع ۱۶۔ سورہ نحل)

خدا کے تعالیٰ کی معیت کی وجہ سے وہ مشقت و اذیت لذت و مزیدار ہو جاتی ہے اس سے

نصیحت کرنے والے کی ہمت بڑھتی ہے۔

خدا اور رسول کی اطاعت کے فضائل | صا حیو! اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کے سبب امر معروف و نہی عن المنکر میں آسانی ہوتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول

کا اطاعت کرنے والا شرعی حدود میں رہ کر امر معروف و نہی عن المنکر کرے گا اس لئے اب اطاعت

رسول کی اہمیت کو نئے انداز سے سینے :-

سنو صحابو! بعض باتیں ایسی ہیں کہ جن کی عام طور پر ضرورت نہیں ہوتی جیسے زکوٰۃ کہ جس کے پاس مال ہے اسی کو زکوٰۃ کا حکم دیا جاتا ہے اور جس کے پاس مال نہیں ہے اس کو کچھ حکم نہیں ہے اور بعض باتیں ایسی ہیں کہ ہر شخص کو ان کی ضرورت ہے لیکن ہر وقت نہیں یعنی کسی وقت ضرورت ہے اور کسی وقت نہیں، جیسے روزہ کہ گیارہ مہینہ اس کی ضرورت نہیں، رمضان ہی میں اس کی ضرورت پڑتی ہے اور بعض احکام وہ ہیں کہ جن کی ضرورت ہر مسلمان کو ہر وقت پڑتی ہے ہر وقت کام پڑنے والے احکام میں سے ایک حکم اس آیت میں بیان کیا گیا ہے "يَسْئَلُونَكَ عَنِ اِلَافِ نِفَالٍ ط قُلِ اِلَافُ نِفَالٍ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ عَزَّوَجَلَّ" (سورہ انفال)

ترجمہ: یہ لوگ آپ سے (خاص) غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیں کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں۔

مسلمانو! کیا صحابہؓ انسان نہیں تھے، بے شک انسان تھے ان کو بھی ویسے ہی مواقع پیش آتے تھے جیسے ہم کو، ہائے پھر صحابہ میں کیا بات تھی کہ جن کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ ان کا ایک (پہاؤزن) تمہارے پہاڑ سے (خیرات میں) افضل ہے۔ سنو صحابو! ان کا قوتِ ایمان، ان کا خلوص، ان کی فدا اور رسول کی تابعداری کی وجہ سے ان کا مدد ہمارے پہاڑ سے افضل تھا۔ فدا اور رسول کے حکم کے سامنے وہ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ہماری طرح ان سے بھی کوئی بات ہو جاتی تھی مگر ہم اڑ جاتے ہیں اور فدا اور رسول کا حکم بالاکے طاق رکھ دیا جاتا ہے، وہ فوراً چونک جاتے تھے اور فدا اور رسول کے حکم پر سر جھکا دیتے تھے، بس یہی انکی ادا خدا کو پیاری معلوم ہوتی تھی، آج بھی کوئی یہی ادا اختیار کرے تو ان صحابہ کے صدقہ میں فدا کا پیارا ہو جاتا ہے۔

سنو صحابو! جنگ بدر کا واقعہ ہے اس جملہ میں شکر اسلام کے تین حصے ہو گئے تھے ایک کفار کو بھگاتا تھا۔ دوسرا اپنے متفرق بہادروں کو جمع کرتا تھا اور تیسرا حضورِ اقدس کے گرد مثل پروانہ کے جان نثار تھا۔ جب جنگ ختم ہو گئی غنیمت کا مال جمع ہوا۔ مال کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے استحقاق کے لحاظ سے صحابہ کے درمیان جھگڑا ہو گیا، ہر ایک اپنے اپنے استحقاق کو بتلانے لگا کسی نے کہا ہم مارچین کر لے آئے ہیں۔ دوسرے نے کہا ہم تمہاری پشت پر تھے اور متفرق فوج کو جمع کر کے

تمہاری مدد کر رہے تھے اور تیسرے نے کہا کہ ہم رسول اللہ پر خدا تھے جن کا یہ سب تصدق ہے ان کی حفاظت کر رہے تھے اگر تم کو کوئی حادثہ پہنچتا تو ہماری ہی پناہ میں آتے، اس پر جھگڑا ہو گیا اس وقت کے مسلمان ایسے نہیں تھے کہ جھگڑا اور بڑھاتے اور ذرا سی بات کو بڑھا کر گھر برباد کرتے اور بات بڑھا کر قانون کا نکتہ نکالتے اور دیکھوں کا بھلا کر کے اپنی جائیدادیں برباد کرتے، ان کو تھا ہی ایک در، سب کے سب در رسول پر آئے اور اپنا اپنا استحقاق بتلائے غنیمت کے متعلق حکم دریافت کئے کہ وہی آئی "يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ" پیارے رسول آپ سے غنیمت کے مال کے متعلق پوچھتے ہیں؟ کیا پیارا فیصلہ ہو کر عرش سے آتا ہے "قُلْ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ" پیارے نبی آپ اپنے فادموں سے کہو کہ تم نے جو جو خدمتیں کی ہیں، وہ خدا اور رسول کے لئے کی ہیں یا مال غنیمت کے لئے، اگر خدا اور رسول کے لئے کی ہیں تو اس کے صلہ میں خدا اور رسول تم سے خوش، جنت فردوس تمہارا۔ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے تم کو کیا کام جو مال غنیمت جمع ہوا ہے وہ خدا اور رسول کا ہے تمہارا کچھ استحقاق نہیں۔ ان کا اختیار ہے جسکو چاہیں دیں، جس کو چاہیں نہ دیں، جو چاہے کریں "فَاتَّقُوا اللّٰهَ" (پ۔ رکوع۔ سورہ انفال) ترجمہ (سو تم اللہ سے ڈرو) خدا سے ڈرو، دنیا کی حرص مت رکھو بلکہ آخرت کے طالب بنے رہو مسلمان کے سامنے ہمیشہ آخرت رہنا چاہیے "وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ" اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح دیجیے، یہ جھگڑے کیسے ایسی تعلقات درست کرو، مسلمان کے دل میں بھی کہیں کدورت رہتی ہے "وَاطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ" اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم ایمان والے ہو۔

اگر مسلمان ہو تو خدا اور رسول کی اطاعت کرو، آپس کے جھگڑے چھوڑ دو، اتفاق پیدا کرو۔ صحابہ کے دل تھے، ہمارے جیسے دل نہ تھے، سب کانپ گئے، سارے جھگڑے بھولے، خدا اور رسول کے راضی کرنے کی فکر لگ گئی، مال غنیمت سے دست بردار ہو گئے۔ خدا اور رسول کے حکم پر راضی ہو گئے، حکم آیا پانچواں حصہ کل مال سے نکال کر چار حصہ میں تقاضا، معین، شریک سب برابر ہیں، سوار کو دو حصہ اور پیادوں کو ایک، تقسیم کیا گیا۔

اللہ اللہ، آپس کے جھگڑے بھی کیا بُری چیز ہیں، اگلی امت پر مال غنیمت حرام تھا۔ آگ آکر جلا دیتی تھی، اور اس امت پر حلال کیا گیا۔ تا اتفاق کی وجہ سے پھر چین لیا گیا، پھر معافی مانگنے سے

پانچواں حصہ کم کر کے دیا گیا۔ صابو! ابھی میں نے عرض لیا کہ جس چیز کی مسلمان کو بہ وقت ضرورت ہے وہ خدا و رسول کی اطاعت ہے مسلمان کو ہر لحظہ اور ہر بات میں خدا اور رسول کی اطاعت کی ضرورت ہے اسی واسطے آیت ”أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ“ (پہلے سورہ انفال) میں بہت زور دیکر ارشاد فرمایا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو کہ مسلمان اطاعت سے ہے، اطاعت نہ ہو تو مسلمان نہیں ایک اور مقام پر تو اس سے زیادہ صاف فرمایا ہے کہ ”فَلَا وَدَّتْ لَدُنَّ مَنْفُونَ حَتَّىٰ يُحْكُمُوا لَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ“ (پہلے سورہ نساء) ترجمہ: پھر قسم ہے آپ کے رب کی۔ لو کہ ایسا نذر نہ ہونگے جب تک کہ یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو، اس میں یہ لو کہ آپ سے تصفیہ کر دیں، آپ کے رب کی قسم جب تک ہر بات میں آپ کے حکم پر نہ چلیں گے مسلمان ہوں گے۔ بے نمازی اور بے روزہ دار ذرا اپنی خبر لیں۔ یہ آیت کیا کہہ رہی ہے صرف حکم پر چلنے سے بھی کچھ نہیں ہوتا حکم پر چلیں اور

اس کے ساتھ دو باتیں ہوں ”ثُمَّ لَا يَجِدُ وَاغْنَىٰ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ“ (پہلے سورہ نساء) ترجمہ: پھر آپ کے اس تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پادیں۔ صرف حکم پر چلنا ہوتا تو گلہ کر کے ٹال دیتے، ایسا عمل کرنے سے مومن نہیں، اس لئے دیا گیا آپ کے احکام سے دل میں کوئی تنگی نہ پائیں، کھلے دل سے عمل کریں، کھلے دل سے عمل کرنے کی علامت یہ ہے ”وَتَسْلِمُوا تَسْلِيمًا“ (پہلے سورہ نساء) ترجمہ: اور پورے طور پر تسلیم کر لیں۔

خود کو پورا پورا نبی کے سپرد کر دیں، اگر رات میں جگاتے ہیں، تراویح پڑھاتے ہیں، تیار اگر دن کو بھوکے پیاسے رکھتے ہیں، تیار مالداروں سے زکوٰۃ دلاتے ہیں، تیار کام چھڑا کر پانچ وقت مسجد میں نماز کے لئے بلاتے ہیں، تیار جہاں ایسا نہ ہو وہ مسلمان نہیں، اس وقت احکام کو چھوڑے نہیں ہیں، بلکہ احکام کا مقابلہ کر رہے ہیں، احکام کا مذاق اڑایا جاتا ہے کہ روزہ رکھے وہ جسکے گھر میں انماج نہ ہو، یا ہم سے تو بھوکا نہیں مرا جاتا۔ اس کو علماء کفر کہتے ہیں، اس سے دل میں تنگی اور عدم تسلیم پائی جاتی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا و رسول کی دل میں عظمت نہیں ہے اس لئے سینکڑوں جہتیں نکالتا ہے رسیدی ٹکٹ لگا کر ٹیپ خانہ میں ڈالا، خط پیرنگ ہو گیا۔ کارڈ میں پتہ کی جگہ کچھ اور لکھ دیا، خط پیرنگ ہو گیا کیوں صاحب کیا کچھ وزن بڑھ گیا، کیا کبھی سرکاری احکام میں بھی اس طرح کی تنگی آئی ہے، اگر کوئی پوچھے تو کہتا ہے کہ سرکاری حکم ہے، صرف سرکاری عظمت دل تنگ نہیں ہونے دیتی، اگر خدا اور رسول کی بھی

کچھ عظمت ہوتی، شریعت کے احکام بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ خدا و رسول سے محبت نہیں ہے، محبوبہ کی تمام فرمائشیں کس خوشدلی سے پوری کی جاتی ہیں کسی پر اگر کوئی مر رہا ہو، دردہ کہے کہ تم کو دو دن بھوکے مرنے پڑے گا تب کہیں ہمارا وصال ہوگا۔ وہ کہے گا کہ پیارے دو دن تو کیا میں چار دن بھوکا رہنے تیار ہوں، کسی طرح تم مل جاؤ۔ خدا و رسول کو بھی ایسی ہی اطاعت مطلوب ہے، اطاع کے معنی رغبت سے کرنا ہے یعنی تابعداری رغبت سے ہو۔

میسرے خدا و رسول کو محسن نہیں سمجھ رہا ہے ورنہ قاعدہ ہے کہ انسان خود کو محسن کے حوالہ کر دیتا ہے، اگر یہ تین باتیں صرف اعتقاد میں ہوں تو ادنیٰ درجہ ایمان کا ہے، عقلاً تنگی ہو اور عمل کر رہا ہو تو یہ اوسط درجہ ایمان کا ہے، طبعی تنگی نہ ہو عمل کر رہا ہے یہ اعلیٰ درجہ کا ایمان ہے، ادنیٰ درجہ، سکرات کے وقت اڑ جانے کا خوف ہے، کیا غضب کی بات ہے کہ اگر مال دنیا قلیل ہو تو ہر وقت اس کے بڑھانے کی فکر رہتی ہے اور ایمان کے بڑھانے کی فکر نہیں، جو شتر بے ہمار کی طرح پھرتے ہیں خدا و رسول کے احکام کی پرواہ نہیں، وہ دنیا میں بھی ذلیل و خوار ہیں، اگر کچھ ان کی عزت ظاہری طور پر ہو جاتی بھی ہے اور لوگ ان سے ڈرتے بھی ہیں تو یہ ایسا ہے جیسے شیر سے ڈرتے ہیں، ابھی اگر شیر آ جائے تو سب انہیں کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن اس کے پیچھے گالیاں دیتے ہیں، خدا کے فرماں برداروں کی سچی عزت ہوتی ہے دل سے انکی تعظیم ہوتی ہے ان کے پیچھے بھی انکی تعریف ہوتی ہے، خیر یہ تو دنیا کا فائدہ ہے اور آخرت میں یہ ہے کہ یہ پیغمبروں، صالحین اور شہداء کے ساتھ رہیں گے، خدا ان سے راضی و خوش ہوگا ہائے بیوی بچوں کی ناراضگی پسند نہیں تو خدا کی ناراضگی کیسی برداشت ہوگی، خدا کو راضی کرنا ہو تو وہ بغیر اطاعت خدا و رسول کے نہیں ہو سکتا۔ پیغمبروں، صالحین، شہداء کے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو اطاعت کرو۔

حکایت ایک چیونٹی کو شوق ہوا کہ کسی طرح کبھی پہنچوں، لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کبھی تو بہت دور ہے۔ بڑی وقتوں سے پہنچنا پڑتا ہے، غریب شتاق چیونٹی نے جب یہ سنا، اور خود کو دیکھا اور دھوپ، ہوا، پانی، زمین کا فاصلہ وغیرہ پر غور کیا تو مایوس ہو گئی، ایسی حالت میں ایک رہبر نے نظر پڑی، اس رہبر نے کہا کہ ٹھیک، ایک آسان تدبیر بتلاتا ہوں، ہاں سارے نخرے چھوڑنا پڑے گا وہ اس پر راضی ہو گئی، تھوڑی دیر بعد حرم کا کبوتر آیا، وہ رہبر نے اس کو پہچانا

اور چوٹی سے کہا مبارک ہو مقصود ملنے کا وقت آگیا، دیکھو یہ حرم کا کبوتر ہے اسکے پاؤں کو چپٹ جاؤ۔ اسکے ساتھ کعبہ پہنچ جاؤ گے، اس نے یہی کیا اور حرم کو پہنچ گئی۔ ع دست دریاے کبوتر زدنا گاہ رسید ترجمہ: کبوتر کا پاؤں پکڑی اور یکا یک (حرم تک) پہنچ گئی۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کیا اطاعت کر رہے ہیں، غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم خدا اور رسول کی اطاعت نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں، حظِ نفس ہو تو اللہ و رسول کے تابع رہتے ہیں جہاں ذرا سی سختی پڑی تو نفس کے تابع ہو جاتے ہیں۔

حکایت کسی نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا روزہ رکھو گے کہا بھائی ہمت نہیں ہوتی، جب دن ختم ہوا تو کہا کہ افطار کھاؤ گے کہنے لگا کہ افطار بھی نہ کھائیں تو کیا بالکل کافر ہو جائیں ہر معاملہ میں ہم خدا اور رسول کی ایسی ہی اطاعت کر رہے ہیں، اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر کچھ نہ کھاؤ، نہ پیو ورنہ فلاں مرض ہوگا۔ طبیب ایک دن کے لئے کہے تو دو دن بھوکے پیاسے رہو گے، خدا کے قول کی طبیب کے قول کے برابر بھی پرواہ اور وقعت نہیں ہے، اس کے لئے قدرے عادت اور زیادہ ہمت کی ضرورت ہے، کچھ بھی نہ ملے تو اطاعت کرنا چاہئے تھا۔ یہاں تو اطاعت کے ساتھ یہ فضائل بھی ہیں اور ثواب بھی ملتا ہے۔

دعاء اہلہی! ہم تجھ ہی سے مانگتے ہیں، تجھ سے نہ مانگیں تو پھر کس سے مانگیں۔ اے اللہ! تو بڑا مہربان ہے، بہت رحمت کرنے والا ہے۔

بے پناہوں کو پناہ دینے والے!

ڈرنے والوں کو امن دینے والے!

اوپے سہاروں کے سہارا!

اوپے پناہوں کی پناہ!

اوناتوں کی پشت و پناہ!

تیرے ہی سے بڑی امید ہے۔

تو ہلاکت سے بچانے والا ہے تو ڈوبتے کو ترانے والا ہے۔

اوپر دست قدرت والے! ساری دنیا تیرے سامنے سر جھکا تی ہے، ہم کیا منہ لیکر تیرے

تیرے سامنے آئیں۔ ہمارے درد اور سلام تیرے نبی تک پہنچا، ان کے سہارے کی امید پر تیرے سامنے آتے ہیں، تو ہم کو مت دیکھ، تیرے نبی کو دیکھ، ان ہی کے نام لیوا ہیں، تیرے غلام ہیں مگر بھاگے ہوئے غلام ہیں، در بدر بہت مارے مارے پھرے، مَنْ يَفْضُرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ تیرے سوا کوئی ایسا نہیں کہ گناہ معاف کر سکے، ادھر ادھر پھر کر تیرے در پر آ پڑے ہیں، اب تیرا اور چھوڑ کر کہاں جائیں، بھلے ہیں یا بڑے ہیں جو کچھ میں تیرے ہیں، ہمارے جیسے تیرے سینکڑوں غلام ہیں مگر تیرا جیسا ہمارا کوئی مالک نہیں، سر یا گنہگار ہیں، اس شرمندگی سے کہ نیکی ہم سے ہو ہی نہ سکی، مگر جیسا کہ ہم ہوئے ہیں، الہی! ہم اپنی عقل پر روتے ہیں وہ عقل ہی کیا کہ جسکو اپنے دوست کی طلب نہ ہو، الہی! کیا کروں، دشمن کی عمر کی گھڑی لوٹنی، کیا تدبیر کروں، جو تدبیر کرتا ہوں الہی! پڑتی ہے۔ الہی! ہم تیرے بہت بڑے بندے ہیں، ہم خود کو تیرا بندہ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے، تجھ جیسے مالک کے بندہ بھی تجھ جیسے ہونا چاہیے، نہ کہ مجھ جیسا گنہگار، شرمندہ ہوں۔ پاک خدا کا پاک ہی بندہ ہوتا ہے، کیا تیرا علم ہے، کیا تیری رحمت کا جوش ہے، کہ غفلت تو ہماری ایسی پھر بھی تو ہم کو یاد کرتا ہے، گناہ ہمارے ایسے پھر بھی تو ہم کو مغفرت کے لئے بلاتا ہے، جیسے ماں بچہ کے عیبوں کو چھپاتی ہے، ایسا ہی تو ہمارے گناہوں کو چھپاتا جاتا ہے، نہ سوا نہیں ہونے دیتا، تصور پر تصور، لیتا جاتا ہے پھر برابر رزق پہنچاتا ہے، اگر تو ہمارے ٹکڑے ٹکڑے کرنا، تب بھی ہم اسی کے قابل تھے، مگر الہی! ہم وہ کام کئے ہیں جو ہمارے لائق ہے، تو وہ کام کر جو تیرے لائق ہے، تیرے لائق کام یہ ہے کہ گناہوں کو مٹا کر ان کی جگہ نیکی لکھ دے، تیری ایک رحمت دنیا میں ہے اور (۹۹) رحمتیں آخرت میں ہیں، گو ہمارے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں مگر آپکی (۹۹) درجہ والی رحمت کیا کچھ کم ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کو مٹا کر اسکی جگہ نیکی لکھ دیجئے۔ الہی! ہم سب گناہوں سے توبہ کرتے ہیں پھر کبھی نہیں کریں گے اور توفیق دے کہ پھر کبھی نہ کریں۔ الہی! ہم کو تیرا ایسا خوف دے کہ جس کے سبب ہم سے تیرا کوئی گناہ نہ ہو سکے اور ہم سے اس قدر تیری اطاعت کروا کہ جو ہم کو حینت میں پہنچا دے، تیرے قضا و قدر کا اس قدر ہم کو یقین دے کہ دنیا کی مصیبتیں ہم پر آسان ہو جائیں۔ الہی! ایسی مصیبت مت دے کہ جس سے ہمارا دین بگڑ جائے، الہی! دنیا کو ہماری نظروں میں ایسا مت بنا کہ ہم سمجھیں کہ جو کچھ ہے دنیا ہے اور آخرت کی پرواہ ہی نہ کریں۔ الہی! تو وہ پاک ذات ہے کہ تجھ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کسی کا خیال تیرے تک نہیں پہنچ سکتا، تو جیسا ہے ویسا کوئی وصف بیان نہیں کر سکتا، جو احوالات تجھ کو متغیر نہیں کر سکتے، سارے عالم کے

ذره ذرہ سے تو واقف ہے، تیرے سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی۔ ہمارا یہ معروضہ ہے کہ ہمارے عمر کا آخری حصہ ہماری عمر کے پہلے حصہ سے بہتر بنا۔ ہمارا آخری عمل ہمارے پہلے عمل سے بہتر رہے۔ سب دنوں سے بہتر وہ دن بنا کہ جس میں ہم تجھ سے ملیں۔ ہمارے مالک! ہمارا ایک اور معروضہ ہے تو عجیب شان والا ہے، تو نیکیوں کو ظاہر کرتا اور برائیوں کو چھپاتا ہے تو پردہ دری نہیں کرتا تو بہت بڑا معاف کرنے والا ہے، تیری مغفرت بہت وسیع ہے! بچہ کو بلانے کے لئے جیسے کوئی محبت سے ہاتھ پھیلاتا ہے اسی طرح تو رحمت کے لئے ہاتھ پھیلا یا ہے۔ او بھیدوں کے جاننے والے! او شکایتوں کے دور کرنے والے! او تصوروں کو درگزر کرنے والے! او ہمارے استحقاق کے بغیر ہم پر احسان کرنے والے! ہمارے مالک! ہمارے مولیٰ! ہمارے مقصود! ہماری ایک بات سن! ہمارے جسم کو دوزخ کی آگ میں مت بھن۔

ماں جیسے سمجھ بچہ کو سنبھالتی ہے وہ آگ دیکھتا ہے نہ سانپ نہ بچھو، بس گرا پڑتا ہے مگر ماں ہر مضر چیز سے روکتی ہے، ایسا ہی اولادوں کو روکتی ہے، زیادہ محبت کرنے والے! ہم کو ہر اس چیز سے بچاتا رہے جو آخرت میں ضرر دینے والی ہے۔ الہی! دنیا داروں کی آنکھیں جیسے دنیا سے ٹھنڈی ہوتی ہیں ایسا ہی ہماری آنکھیں تیری عبادت سے ٹھنڈی ہوں۔ الہی! تیرے دیدار کا شوق دے۔ او بے سہاروں کے سہارے! ہم کو دشمن کے ہاتھ میں نہ دے دے کہ نفس و شیطان ہم کو بہکا کر تیرے راستہ سے نہ ٹھکادیں۔ الہی! اعلان روزی کھلا ہمیشہ حرام سے بچاتا رہ۔ الہی جو بے سمجھ ہیں ان کا کیا ذکر ہے تیرے ان سمجھ دار بندوں کا صدقہ تو ہر حال میں تیرا ذکر کیا کرتے ہیں، کھڑے بیٹھے لیٹے، کوئی آن تیرا یاد سے غافل نہیں ہیں۔

اے خدا تیرے برگزیدہ اور قبول مقربان بارگاہ کا صدقہ۔

الہی! تیری شان لا اوبالی کا صدقہ۔

الہی! تیری شان کبریا لی کا صدقہ۔

الہی! تیری عظمت و جلال کا صدقہ۔

الہی! تیرے پیار سے نبی نے نام نامی کا صدقہ۔

اے خدا! تیرے عاشقوں کے عشق و محبت کا صدقہ، تیرے ذاکرین کے ذکر و فکر کا صدقہ۔
 ہم بے سمجھوں کو سمجھ دے، غفلت ہٹے، تیرے ذکر و فکر کا چکا لگ جائے۔
 اے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھانے والے، اے بے دردوں کو دردِ دل دینے والے! ہمیشہ
 ہم کو تو اپنی نوکری میں رکھ، دنیا میں رہنا اور پھر دنیا سے باہر ہمارا شیوہ ہو جائے۔
 اے عشق و محبت دینے والے خدا، تیری اوتیرے رسول کی محبت ہمارے دلوں میں بس جائے
 غرض یار الہا! ہم آپ کے ہوں اور آپ ہمارے ہے
 دل میں مقصود و مدعا نہ رہے ؛ تو رہے اور دوسرا نہ رہے
 پہلے آپ کی حالت عرض کرتا ہوں ہے

خدا کے در پہ میں بندے خدا کے آئے ہوئے
 دعا کے واسطے ہاتھوں کو ہیں اٹھائے ہوئے
 دلوں میں جوشِ تمنا بلیوں پہ یا سراجی
 سروں کو فرطِ خجالت سے ہیں جھکائے ہوئے

اب میری حالت سنئے ہے

گنہگار ہوں میں سب سے بڑھ کے قابلِ رحم
 اسی لئے ہیں مجھے پیشوا بنائے ہوئے
 کہ اس پر رحم اگر ہو تو ہو دیں سب مغفور
 یہ کہہ رہے ہیں آئینِ گڑا گڑائے ہوئے
 الہی! ہم ہیں گنہگار اور تو ستار
 کرم سے اپنے ہمارے گنہ چھپائے ہوئے
 میں تو فاتمہ یارب ہمارا ہو بانجیر
 جہاں کو چھوڑیں تو ہوں تجھ سے لگائے ہوئے
 لحد میں جاؤں تو ایمان کے شبِ چراغ کے ساتھ
 ہوتیرا دامنِ عفو و کرم چھپائے ہوئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعَظْمَ مَبَارَكٍ

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ

حضرت قبلہؑ نے ماضی میں سے فرمایا کہ تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، پھر آپ نے بھی یہ درود شریف تین مرتبہ پڑھا۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَفْضَلِ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدًا مَعْلُومًا تَكُ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

(ترجمہ: اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! ہم میں بہت سے لوگ رمضان المبارک کے انتظار میں تھے اور وہ اسی انتظار و انتظار میں اپنی قبروں میں جا کر سو گئے۔ آپ اور ہم کس قدر خوش تقدیر ہیں کہ پھر رمضان المبارک سے ملنے کا موقع ملا۔ کیا کہوں رمضان! کیسے رمضان! کیا شان ہے رمضان کی! آپ نے سنا ہوگا اور رمضان کے جو فضائل ہیں وہ آپ ہر جگہ سنتے ہوں گے مگر شمال کے طور پر میں آپ سے ان میں سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں سنتے :-

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ فاضل حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ آسمانوں کی امان جبرئیل علیہ السلام سے ہے، جبرئیل علیہ السلام جب تک آسمانوں میں رہیں گے، آسمانوں میں امن رہے گا۔ زمین کا امان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ حضرت کی یہاں تشریف آوری کی وجہ سے زمین والے امن میں رہیں گے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا امان رمضان سے ہے۔ جب تک یہ امت رمضان المبارک کی قدر کرتی رہے گی، اس کی تعظیم کرتی رہے گی اور اس پر عمل کرتی رہے گی وہ امن و امان میں رہیں گے، اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو میری امت پر عباد و نمود کی مانند عذاب کرنا منظور ہوتا تو سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ" اور رمضان نہ دیتا۔ اللہ نے اس امت کو سورہ "قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ"

اور رمضان المبارک جیسا ہیبت عطا کیا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری امت پر وہ عذاب نازل ہوتی ہے جیسا کہ قوم عاد و ثمود پر نازل کیا تھا۔ کیا فضیلت عرض کروں رمضان المبارک کی! رمضان المبارک کی رات میں جو لوگ جاگتے ہیں اور تراویح پڑھتے ہیں ان کو شہید کا ثواب ملتا ہے۔ صاحبو! کیا فضیلت ہے اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی! رات کو جاگنے والوں کو تراویح پڑھنے والوں کو شہید کا ثواب ملتا ہے، جو لوگ نماز میں یا صرت تلاوت کر کے قرآن شریف ختم کرتے ہیں ان کو حج کا ثواب ملتا ہے۔ "سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ" پڑھنے والوں کو حج مقبول و عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ شان ہے رمضان المبارک کی! اس شان کا رمضان المبارک آپ کے پاس آگیا ہے، کیا خیر و برکات ہیں اس کے، آپ خود محسوس کر رہے ہونگے کہ ہر ایک مسلمان کا دل اولیاء اللہ کے دل کی مانند ہو گیا ہے، ہر ایک مسلمان کے دل میں توجہ الٰہی اللہ پیدا ہو گئی ہے، ہر ایک میں ایک خاص توجہ ہے اللہ کے ساتھ، آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجدیں کیسی آباد ہیں، کوئی قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے تو کوئی ذکر کر رہا ہے، کوئی توبہ استغفار کر رہا ہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے رو رہا ہے اور اپنی مغفرت مانگ رہا ہے، یہ سارا انقلاب ایک دم رمضان آتے ہی ہو گیا۔ کیا آپ غور فرمائے کہ اس کی وجہ کیا ہے، یہ انقلاب کیوں ہوا؟ شبان میں ان کے دلوں کی یہ حالت نہ تھی اور نہ شوال میں رہے گی، یہ رمضان آتے ہی اسکے سبب سے ہمارے دلوں کی حالت اس قدر کیوں بدل گئی، ایسا کیوں ہوا میرے دوستو! اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا اور ہمارا دشمن جو آدم علیہ السلام کا بھی دشمن ہے، قید ہو گیا ہے، ماہ رمضان المبارک کا چاند نظر آتے ہی ابلیس یعنی شیطان جو بہکانے والا ہے قید ہو گیا ہے، اس کے قید ہونے کی وجہ سے ہمارے دلوں کی یہ حالت ہو گئی ہے، اس کے علاوہ ہمارے پہلو میں بھی ایک دشمن ہے یعنی نفس، یہ بھی ایک دشمن ہے جو گناہوں کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے مگر میرے دوستو! رمضان المبارک میں شیطان کے قید ہونے کی وجہ سے یہ اکیلا ہے، اکیلا ہونے کی وجہ سے دب جاتا تھا۔ اب رمضان المبارک جا رہے ہیں اور شیطان قید سے چھوٹتا ہے، اب اس کے بعد دیکھئے شیطان گھر کے بھیدی ہے چوری کرتا ہے، یہ گھر کا بھیدی ہمارا نفس ہے اور عموماً گھر کے بھیدی ہی سے چوری ہوتی ہے۔ غرض نفس شیطان سے مل جاتا ہے اور یہ دونوں مل کر دیکھئے کیسی تباہی اور کیا کیا ہنگامے مچاتے ہیں۔

شیطان ایسا دشمن ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے کہ وہ آپ کا دشمن ہے پھر بھی کیا آپ کو اس کے دشمن ہونے میں کچھ شک ہے، پھر یہ نافرمانیاں ہونے کے بعد اب کیا شک رہا؟ دشمن بھی کیسا دشمن ہے میاں! یہ ایسا دشمن ہے کہ آخر وقت میں جب سکرات میں ہیں، مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں، اس مصیبت اور تکلیف کے وقت شیطان آکر ایمان پھیننے کی فکر میں رہتا ہے اور زندگی میں بھی مسلسل نافرمانیاں کراتا رہتا ہے اس کو ایک مثال سے سمجھئے :-

فرض کرو کہ دو کام ہیں کہ ایک میں ثواب کم ہے اور دوسرے میں ثواب زیادہ ہے تو شیطان آپ کو زیادہ ثواب کا کام کبھی نہ کرنے دے گا۔ اگر کرنے بھی دے گا تو وہی کام کرنے دے گا کہ جس میں ثواب کم ہے کچھ بھی ہو دشمن ہے۔ دشمنی نکالنا چاہتا ہے کبھی تو میاں ایسا کرتا ہے اور کبھی ایسے کام آپ سے کرواتا ہے کہ آپ کا خاتمہ خراب ہو جائے۔ میں مثال کے طور پر ایک بد نصیب کا قصہ سناتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس کا قصہ بیان فرمایا ہے لیکن اس پر اللہ کا ایسا حکایت غضب ہے کہ اس کا نام نہیں لیا اور نہ نام لینا چاہتا ہے، بغیر نام لئے اس کا قصہ سنایا ہے وہ قصہ یہ ہے اور اس کا نام ہے بلعام بن باعور۔ کیا کہوں کیا شخص کیسا ہو کر مرا۔

کیسے افسوس کی بات ہے، یہ ایسا عابد و زاہد تھا اور اتنی عبادت کیا تھا کہ یہ بلعام صاحب کرامات ہو گیا تھا۔ بڑی بڑی کرامتیں اس سے صادر ہو چکی تھیں، آپ اس سے اندازہ لگائے کہ اسکے تیس مرید تھے جو ہوا پر اڑتے تھے تو مرشد کا کیا حال ہوگا۔ ایسا عابد و زاہد اور ایسا صاحب کرامات کہ جو دعا کرتا قبول ہوتی تھی، اس لئے سارے ملک میں مشہور ہو گیا تھا کہ اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اتفاق یوں ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام ایک کافر بادشاہ کے ساتھ جہاد کرنا چاہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام فوج لے کر اس کافر بادشاہ پر چڑھائی کئے اب اس بادشاہ نے دیکھا کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کی فوج سے تاب نہ لاسکوں گا اس لئے اس نے بلعام بن باعور کے پاس کہلا بھیجا کہ تم آؤ اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے بد دعا کرو۔ میں تم کو بہت کچھ انعام دوں گا۔ پہلے تو اس نے انکار کیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کے پاس اس قدر مال و دولت بھیجا کہ جس سے اس کا گھر بھر گیا، پانچ میں اب چلا ہے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بد دعا کرنے کے لئے، تو بلعام کی تمام کرامتیں چھین لی گئیں، وہ دعائیں جو قبول

ہوتی تھیں اور ان میں جو اثر تھا اب وہ نہ رہا۔ وہ بالکل ایسا ہو گیا جیسے سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ اس کا قصہ بیان فرما کر کہا ہے قرآن میں کہ:-
 كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثُ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ (پ- اعراف- ۴۳)
 ترجمہ :- تو اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ اگر سختی کرو تو زبان باہر نکالے رہے، اور یوں ہی چھوڑ دو تو بھی زبان نکالے رہے۔

اس کی حالت کتے کی طرح ہو گئی اور اس کم نجت کی ساری کرامات اسی طرح چھین لی گئیں جس طرح سانپ کچلی میں سے نکل جاتا ہے۔ ابلیس کی بھی یہی حالت ہوئی تھی اس نے دیکھا کہ آدم کے سبب سے یہ ساری خرابی ہے تو دگکا آدم کے ساتھ دشمنی کرنے، ان کے ساتھ اور ان کی اولاد کے ساتھ قیامت تک دشمنی کرے گا اور بدلہ لے گا۔ بلعام بھی شیطان کی طرح بجائے تو بہ کرنے کے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے میری ساری کرامات گئیں اور ہر چیز چھین لی گئیں اب دیکھتا ہوں کہ موسیٰ علیہ السلام کیسے فتح پاتے ہیں، بادشاہ سے آکر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کی فوج خود بخود بھاگ جائے گی، بادشاہ نے کہا بتلائیے کیا تدبیر ہے۔ کہا تمہارے ملک کی حسین خوبصورت عورتوں کو چن چن کر بلاؤ، اور ان عورتوں کو موسیٰ کی فوج میں بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ ان کی فوج جو کرے کر لینے دو۔ غرض یہ حسین عورتیں موسیٰ علیہ السلام کی فوج میں گئیں اور جب یہ وہاں پہنچیں تو زنا ہونے لگا اور جب زنا کثرت سے ہونے لگا تو اللہ کا عذاب آیا اور اس کے ساتھ ہی تمام فوج میں ایک کھلبلی بیج گئی۔ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہو گئے اپنی باقی رہی سہی فوج لے کر واپس چلے گئے جب یہ پہوا تو بلعام ملعون ہو گیا، مردود ہو گیا۔ اسی حال میں مردود ہو کر مرا۔

میرے دوستو! یہ شیطان جب چاہتا ہے تو اس طرح کے کام کروا تا ہے کہ خاتمہ خراب ہو جائے، اس کی تدبیریں ایسی ہی ہیں، آپ دیکھئے کیسا شخص تھا۔ کیسا ہوا، اور کیا حال ہو کر مر گیا۔

میرے دوستو! پیغمبروں کے سامنے فرشتوں کے سامنے، اولیاء اللہ کے سامنے اللہ کا وہ سایہ و جلال ہے، وہ عظمت ہے، وہ قوت ہے، وہ شان ہے کہ جس کے سبب سے تمام فرشتے پیغمبر

اور اولیاء اللہ لرز رہے ہیں، کانپ رہے ہیں، ایسا شخص مردود ہو کر مراد اللہ کی سلطنت میں اس سے کیا فرق پڑا، کچھ بھی نہیں تو اللہ تعالیٰ کی شان ایسی ہے کہ سب کے سب ڈر رہے ہیں، کانپ رہے ہیں۔ ایک ہر ہم ہیں میاں! گناہ کرتے ہیں مگر جیسے کے ویسے ہیں نہ خوف ہے نہ ڈر ہے اللہ کا۔ ہماری جو حالت تھی ویسی ہی حالت رہتی ہے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبرئیل علیہ السلام سے پوچھے کہ جبرئیل! میں دیکھتا ہوں کہ میکائیل علیہ السلام کبھی ہنستے نہیں، آخر کیا بات ہے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ! یہ بہت ہنستے تھے جب سے دوزخ پیدا ہوئی ہے میکائیل علیہ السلام ہنستا چھوڑ دیے ہیں جبرئیل علیہ السلام بھی اکثر روتے رہتے تھے ایک روز اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ جبرئیل تم روتے کیوں ہو؟ انہوں نے عرض کیا اہی! کیوں نہ روؤں، جب سے دیکھا ہوں کہ ابلیس کیسا بڑا عابد، کیسی اسکی وقعت تھی، کیسی اس کی باطنی قوت تھی وہ ملعون ہو گیا، مردود ہو گیا، اسی لئے میں اپنے خاتمہ کی فکر میں ہوں (حاضرین رو نے لگے) کیا معلوم میرا خاتمہ کیا ہوگا؟ اسی واسطے روتا ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی جب سکرات کا وقت آیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضرت سفیان بے چین ہیں، تڑپ رہے ہیں اور رو رہے ہیں، تب لوگوں نے ان سے کہا کہ حضرت! آپ پاک ہیں اور ہماری نظروں میں آپ کا کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر آپ سے گناہ ہوا بھی ہو تو اللہ کی مغفرت آپ کے گناہوں سے بڑھی ہوئی ہے، پھر آپ اتنا کیوں روتے ہیں؟ اسقدر پریشان کیوں ہیں؟ حضرت سفیان فرماتے ہیں لوگو! میں گناہوں پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ میں اس واسطے رو رہا ہوں کہ کیا معلوم میرا خاتمہ کیسے ہوتا ہے اور ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے یا نہیں۔ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں۔

ایک بزرگ تھے لیا شیان تھی ان کی بزرگوں کی باتیں ہی عجیب ہوتی ہیں میاں! وہ اپنے پاس رہنے والوں کو وصیت کئے کہ بھائی دیکھو! میں تم کو کچھ روپے دیتا ہوں۔ دس پانچ روپے بھی دیے اور کہا کہ یہ روپے رکھ لو، میں تم کو کچھ علامتیں بتلاؤں گا، اگر میرے سکرات کے وقت یہ علامتیں پائی گئیں تو تم بھولا یہ خاتمہ ایمان پر ہوا (اس وقت مجمع روتے لگا) تب ان روپیوں سے بادام معوی منکار پیوں کو بانٹو اور کہو کہ بچو! آج خوشی کا دن ہے، کیوں کہ آج فلاں کا

خاترا ایمان پر ہوا ہے اور اگر وہ علامتیں نہ پائی گئیں تو لوگوں سے کہہ دو کہ میری نماز جنازہ نہ پڑھیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد بھی ریاکار بنوں۔ سن رہے ہو حضرات یہ کیا خوف ہے ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بنگلہ پر تھے اور خوفِ خدا سے رو رہے تھے آپ کے آنسو جو گرے تو نالی سے بہتے ہوئے لڑکے پر گرے وہاں کوئی شخص چل رہا تھا اسکے جسم پر گرے تب اس نے کہا او پانی پھینکے والے! اسے یوں یہ پانی پاک ہے یا نجس؟ حضرت فرمائے یہ گنہگار کے آنسو کا پانی ہے اس لئے اس کو دھو لے (سارا مجمع یہ سن کر رونے لگا)۔ ایک شخص تھے غالباً وہ بھی بڑے بزرگ ہیں ان کا بچہ ان کے ساتھ سویا کرتا تھا۔ ایک رات انھوں نے دیکھا کہ ان کا بچہ بے چین ہے اور اس کو نیند نہیں آرہی ہے تو یہ دیکھ کر حضرت بچہ سے فرمائے کیوں بیٹا کیا بیمار ہوا کیوں تم کو نیند نہیں آرہی ہے تو بچہ نے جواب دیا یا باہ! میں بیمار تو نہیں ہوں مگر مجھ کو یہ خوف ہو رہا ہے کہ کل جمعرات ہے۔ ہفتہ بھر استاد جو پڑھا ہے وہ سب اموختہ جمعرات کے دن سنتے ہیں اگر غلطی ہوئی تو خوب پیٹیں گے مجھ پر استاد خفا ہونگے پس اسی خوف سے نیند نہیں آرہی ہے وہ بزرگ چیخ مار کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ ہا آنسو اس بچہ کو جمعرات اور استاد کا جتنا ڈر ہے اس کے باپ کو قیامت کا اتنا ڈر اور خوف نہیں ہے غرض صاحبو! ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور جو کچھ دنیا میں کئے ہیں اس کا حساب دینا ہے، قیامت کے دن جب خدا پوچھے گا اور خفا ہوگا تب کیا ہوگا، اس کا ہم کو کچھ تو خیال ہے جیسے اس چھوٹے بچے کو خیال ہے اور وہ رہا ہے ہم کو نہ قیامت کا ڈر ہے اور نہ کسی کا خیال صاحبو! ایسا ہو تو کیا ہوگا۔

صاحبو! اس وقت میں آپ سے دو چار قصے کہا ہوں فرمائیے ان کے گناہ زیادہ ہیں یا ہمارے گناہ زیادہ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے گناہوں سے ان کے گناہ زیادہ تھے اسوجہ سے وہ بے چین ہیں اور رو رہے ہیں صاحبو! ہم کیوں نہیں روئے اور بے چین ہوتے، اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ ہوشیار ہیں اللہ کی تابعداری کر رہے ہیں اور ہم غافل ہیں غفلت میں پڑے ہوئے ہیں خدا کی نظر فرمائیے ہو رہی ہیں پھر بھی ہم بے فکر کے بے فکر ہیں۔

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ

کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمائے عائشہ! (رضی اللہ عنہا) اب یہ وقت سونے کا ہے اور آج تمہاری باری ہے۔ میں تمہارے حق میں نفل دینا نہیں چاہتا۔ اگر مجھے تم اجازت دو تو میں خدا کی عبادت کروں گا۔ سنئے ان لفظوں کو، کتنے جملے فرمائے تھے حضرت بیوی کا کیا حال ہو رہا ہوگا۔ آپ فرمائے تمہارا حق ہے اور میں تمہارا حق ضائع نہیں کروں گا۔ مجھے اجازت دو کہ میں اللہ کی عبادت کروں۔ یہ کیا بات تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ایک بات سے ایک مسئلہ بنتا ہے اور معصیت نکلتی ہے، میاں آپ کو اس کا مقصد بھی سمجھاؤں گا۔ سنئے حضور سکھارہے ہیں کہ تمام حقوق العباد سے بچتے رہو۔ اللہ اگر معاف کرنا چاہے تو اپنا حق معاف کر دیتا ہے لیکن بندوں کا حق معاف نہیں ہوتا ایسا یہ بات خوب خیال میں رکھو، آج کل مسلمان بندوں کا حق بالکل پائٹاں کر رہے ہیں، کچھ سمجھتے نہیں کہ کیا ہوگا، کچھ پرواہ نہیں ہے کہ کل قیامت میں کیسے گزرے گی۔ آپ کیا اعمال کر رہے ہیں سنیے بہت سی ایسی عورتیں ہیں کہ گھر میں بھوک پیاسی مر رہی ہیں، انکے خاوند ہینوں غائب رہتے ہیں۔ یہاں تو ایک رات عبادت کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیوی سے اجازت لے رہے ہیں اور آج کل عورتیں تڑپتی پڑی ہیں بھوک پیاسی مر رہی ہیں، ان کے خاوند ہینوں غائب ہیں کیا یہی حقوق العباد ہیں؟ اور عورتوں کی ایسی حالت ہے کہ مرد تڑپ رہے ہیں، برس بھر ہو گیا ہے ماں باپ کے پاس جا کر بیٹھی سو بیٹھی ہیں، کچھ فکر نہیں ہے کہ اس پر مرد کا بھی حق ہے کیا جواب دو گی خدا کے پاس۔ اب آپ اس پر اندازہ لگائیے میاں! میں کہاں تک بیان کروں۔ غرض حقوق العباد کا معاملہ بہت نازک ہے، آج میں کہہ رہا ہوں اگر آپ کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے تو کل جب آپ خدا کے سامنے پیش ہونگے اس وقت سمجھ میں آئے گا اور اس وقت آپ کو پھینکانا پڑے گا کہ افسوس میں نے حقوق العباد کو کیوں اس طرح پائٹاں کر دیا۔

لوگ گھروں میں کرایہ سے رہتے ہیں میاں! لیکن مالک مکان کو کرایہ نہیں دیتے اور اگر وہ مانگے تو اس پر بہت غصہ میں آتے ہیں آخر میں دعویٰ ہوتا ہے معلوم ہے کہ دعویٰ سے کیا ہوتا ہے برسوں میں فیصلہ ہوگا۔ خیر بے فکری سے رہو، مگر خدا کے سامنے بھی اسی طرح بے فکری سے رہنا اور اگر دباؤ پڑ گیا تو کرایہ ڈلو دیے اور چل دیے۔ میاں! کیا یہ کرایہ ڈوب جائے گا، کیا یہ خدا کے سامنے نہیں لیا جائے گا۔ کس خیال میں ہیں آپ؟ آپ سے حقوق العباد کیونکر ادا ہو سکیں گے

اگر کوئی کسی کے پاس کچھ امانت رکھائے کہ یہ رکھو، سو روپے، پچاس روپے رکھو، اور کہا کہ مجھ کو وقت پر دینا۔ مسئلہ تو یہ ہے میاں کہ امانت کا جو روپیہ رکھا یا جاتا ہے وہی روپیہ بجنہہ واپس دینا چاہیے اگر ان روپیوں میں سے آپ ایک روپیہ نکال لے اور پھر دوسرا روپیہ اس میں ڈال دیے تو یہ بھی خیانت ہے، جب آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو پکڑا جائے گا تب معلوم ہوگا، اس وقت پچھتاؤ کیا فائدہ اس وقت پچھتانے سے۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھا رہے ہیں کہ بندوں کا بھی حق ہوتا ہے اسی لئے صاحبو! حقوق العباد سے بچ کر رہو۔

الغرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو اجازت دیتی ہوں کہ آپ عبادت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنارے پر جا کر روزانہ شروع کئے۔ آپ اتنا روئے کہ زمین بھیگنے لگی، پھر اٹھ کر وضو فرمائے اور روتے ہوئے تشریف لائے، پھر روتے ہوئے نماز کے لئے کھڑے ہو گئے، پھر نماز پڑھتے پڑھتے تمام رات گزر گئی اور تمام رات آپ روتے رہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آکر عرض کرتے ہیں کہ حضور جماعت تیار ہے، روتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ صاحبو! حضور کا یہ رونا کیسا تھا کہ آپ تمام رات روتے رہے، اس بارے میں علماء کی

مختلف رائیں ہیں، بعض علماء کہتے ہیں کہ ایک جوش تھا اور رہے تھے، بعض علماء کہتے ہیں کہ خدا کی محبت میں رو رہے تھے، بعض کہتے ہیں کہ حضرت اصل میں اس واسطے رو رہے تھے کہ آپ کو امانت کے گناہ یاد آ رہے تھے، اس لئے یہ رونا تھا۔ یہ احساس تھا حضرت کو تمام رات رو کر گزار دیے، کیا ہم بھی اپنے گناہوں کے واسطے کبھی روئے ہیں، دو قطرے بھی بہائے ہیں، میرے دوستو! یہ خوب سوچو، یہ کیا ہو رہا ہے، ایک بزدل کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں ہوں، اور جنت میں تین سو پنیروں سے میری ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سب سے دریافت کیا کہ دنیا میں رہنے تک آپ لوگ کس بات سے ڈرتے تھے تو تین سو پنیروں نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم بڑے خاتمہ سے ڈرتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برانہ ہو بلکہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ غرض اس کا ہم کو بہت ڈر تھا۔ یہ پنیبر ہیں میاں! تین سو پنیبر ڈرتے تھے کہ ہمارا خاتمہ برانہ ہو۔ دنیا میں رہنے تک ان کو یہ ڈر اور خوف تھا۔

میرے دوستو! اب شیطان چھوٹتا ہے اس واسطے میں آپ کو اس کے تھکنڈوں سے خبردار کرتا ہوں کہ وہ نفس سے مل کر آپ کو کیا ہنگامے پچاتا ہے۔ میں اب وہ بتلاتا ہوں سنئے۔ آپ کو

خاتمہ خراب ہونے کی دو چار مثالیں سمجھاتا ہوں اس سے آپ اندازہ لگائیے۔

میرے دوستو! دنیا کے مشاغل اور شہوات یہ تمام چیزیں دل کو ملکوت کی سیر سے روکتی رہتی ہیں آپ بیداری میں ملکوت کی سیر نہیں کر سکتے اور اسی طرح عالم برزخ کی سیر نہیں کر سکتے۔ اس کا کیا سبب ہے؟ سنئے، مشاغل اور خواہشات نفسانی کی وجہ سے ملکوت کی سیر نہیں ہوتی لیکن جب آپ سو جاتے ہیں تو سونے کے بعد تمام خواہشات اور شہوات بیک وقت ختم ہو جاتے ہیں، اس واسطے خواب میں آپ کو کہاں کہاں کی سیر ہوتی ہے اور کیا کیا نظر آتا ہے، ہر چیز کی اصلی حالت کھلتی ہے، سب چیزیں آپ کو نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میرے دوستو! یہی حال ہوگا سگرات کے وقت کہ سگرات کے وقت آپ کے سارے مشاغل دنیا ختم ہو جاتے ہیں اور شہوات نفسانی بھی ختم ہو جاتے ہیں تو اس وقت عالم برزخ اور عالم ملکوت سب کی کیفیت کھلتی ہے، ہر چیز اپنی اصلی حالت پر نظر آتی ہے، یہاں جو بڑے اعتقاد کئے ہیں وہ اصلی حالت میں نظر آئیں گے تب آپ کو پچھتا پڑے گا کہ ہائے افسوس میں نے یہ کیا اعتقاد کیا۔ اس طرح وہ اعتقاد کھل کر سامنے آ رہے ہیں، تب یہ اعتقاد خراب ہو جائیں گے۔ یہ اعتقاد خراب ہونے کی وجہ سے دیگر اعتقادات میں بھی ڈاؤن ڈاؤن ہو جاتا ہے، ایسے وقت موت آتی ہے تو خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ ذرا باریک بات ہے غور فرمائیے۔

میرے دوستو! خاتمہ خراب ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج کل عجیب ہنگامہ ہے ایک فتنہ برپا ہے کوئی کچھ کہہ رہا ہے تو کوئی کچھ، اس کا کچھ خیال نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرمائے تھے اور صحابہ کیا فرمائے تھے اس کی کچھ فکر نہیں، اپنے جو جی میں آیا وہ کہنا شروع کر دیا ہے میرے دوستو! کہیں بڑے اعتقادات میں دیکھو، ایسی کتابیں مت دیکھو، ایسی صحبتوں میں مت بیٹھو، یہی اعتقادات اگر کل مرتے وقت آگے تو پچھتاؤ گے۔ غرض جب اعتقادات اصلی حالت میں سامنے آئیں گے تو اس وقت پچھتاؤ گے کہ ایسے اعتقادات نہ رکھتا تو اچھا تھا ویسے وقت موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

دوسرا سبب خاتمہ خراب ہونے کا جو ہے میرے دوستو! اس کو میں ایک مثال کے ذریعہ آپ کو سمجھاتا ہوں، ذرا باریک باتیں ہیں اس پر غور کیجئے سنئے، آپ کا ایک دوست ہے آپ کو اس سے محبت بھی ہے آپ اس کو ایک ہزار روپے قرض دیئے چند مہینوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہ آپ کے روپے واپس دینا

ہمیں چاہتا۔ روپے ڈیو دینا چاہتا ہے، آپ کو مال کی محبت بھی ہے اور اس شخص سے بھی محبت ہے مگر اس شخص کی محبت کم ہے اور مال کی محبت زیادہ ہے تو زیادہ محبت کی وجہ سے وہ کم محبت ٹوٹ جاتی ہے، اس لئے آپ اس پر دعویٰ کر دیں گے، ڈگری لائیں گے، اس کو قید کر لیں گے، اگر چیکہ اس سے بھی محبت تھی لیکن مال کے سامنے کیا ہے، مال کی محبت زیادہ ہے یہ رہ گئی اور اس شخص سے محبت کم تھی اس لئے ٹوٹ گئی ایسا ہی میاں! ہم کو اللہ سے محبت ہے اور دنیا سے بھی محبت ہے مگر اللہ سے محبت کم ہے، دنیا سے محبت زیادہ ہے آپ کہیں گے کہ یہ کیسا معلوم ہوا؟ سنیئے، ایک دنیا کا معاملہ آپ کے سامنے پیش ہوا، اور وہ ایسا معاملہ ہے کہ جس کے بارے میں اس کو نہ کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس لئے اگر چیکہ اللہ کا خوف ہوتا ہی رہتا ہے لیکن آپ وہ دنیا کا معاملہ گزر گئے ہیں اور اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ یہ حال ہے ہمارا یعنی ہم کو اللہ کی محبت تو ہے مگر کم ہے اور دنیا کی محبت زیادہ ہے غرض جب سکرات شروع ہوگی تو سکرات کے وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ میری محبوب دنیا کو چھیننے والا پھڑانے والا اللہ ہے۔ اللہ کی طرف سے دل میں ایک قسم کی برائی اور عداوت آجائے گی اور دنیا کی محبت غالب رہ کر اللہ کی محبت نکل جائے گی اور اللہ کی طرف سے کچھ برائی ضرور آئے گی، ایسے وقت اگر موت آئے گی تو خاتمہ خراب ہوگا۔

صاحبو! اس پر آپ غور فرمائیے، خاتمہ خراب ہونے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم کو محبت ہے اللہ کی مگر دنیا کی محبت زیادہ ہے، دنیا کی اس محبت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی وہ محبت ٹکرتی نہیں، لہذا اللہ کی محبت کے دنیا سے جاتا ہے اور خاتمہ خراب ہو جاتا ہے، اور خدا کے سامنے کیسا جاتا ہے میاں! جیسے غلام جو بیھاگا ہوا ہوا کہا جاتا ہے کہ اس کو پکڑ لاؤ۔ مالک کے سامنے آتا ہے تو کیسا آتا ہے، ایسا ہی آپ کو پکڑ کر لائیں گے۔ غرض اس طرح سے پکڑ کر فرشتے خدا کے سامنے ان لوگوں کو لیجائیں گے کہ جنکے دل میں اللہ کی محبت کا نام و نشان نہیں ہے ختم ہو گئی دنیا! اس وقت کیا حال ہوگا ہمارا؟ خدا کو کیا منہ دکھائیں گے، میرے دوستو! دیکھو اس دنیا کی یہ کیفیت ہے۔

ایک دوسری مثال بتلاتا ہوں آپ کو، آپ کا ایک فرزند ہے اس نے دس پندرہ روپے آپ کے کھو دیئے، آپ کو بچہ کی بھی محبت ہے اور روپیوں سے بھی محبت ہے مگر روپیوں سے محبت کم ہے، بچہ کی محبت زیادہ ہے تو اس وقت آپ کہیں گے کہ گئے تو گئے روپے، بچہ کی محبت کے سامنے

روپے کیا چیز ہیں، کم محبت ہٹ جائے گی، زیادہ محبت غالب آجائے گی، ایسا ہی اللہ سے محبت زیادہ ہے اور دنیا کی محبت کم ہے تو موت کے وقت معلوم ہوگا کہ ہماری دنیا کو اللہ چھین رہا ہے جب یہ معلوم ہوگا کہ اللہ چھین رہا ہے تو اللہ کی محبت کے سامنے مردار دنیا کی کیا حقیقت! اللہ کی محبت بس ہے، کافی ہے ہمارے لئے اس خیال میں اور ایسے وقت جو خاتمہ ہوگا اور موت آئے گی تو خاتمہ خیر ہوگا۔ اچھا خاتمہ ہوگا۔ خدا کے سامنے جائیں گے تو ایسے غلام کی طرح جائیں گے جو مالک کا کام کر کے حاضر ہوا ہو، تو میاں! دنیا کرو دنیا سے آپ کو منع نہیں کرتے، صحابہ بھی دنیا کے ہیں تم بھی دنیا کرو، مگر دین کو اور آخرت کو مت بھولو، دنیا کرو دین کے ساتھ، دنیا کرو آخرت کے ساتھ، دنیا کرو خدا کی محبت کے ساتھ، پھر آپ کا خاتمہ اچھا ہوگا۔ یہ دو چیزیں تو آپ سمجھ گئے ہوں گے، ایک اور چیز سمجھاؤں گا میاں! یہ نمونہ بتلا رہا ہوں آپ کو کہ خاتمہ کیسا خراب ہوتا ہے سنئے:-

ہر وقت آپ کی اور ہماری زندگی ایسی گزر رہی ہے کہ گناہوں میں لٹ پٹتے ہیں سینکڑوں گناہ ہم کر رہے ہیں، گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، اب ایسے وقت کیا ہوتا ہے میاں سنو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے جیو گے ویسے مرو گے، اور دنیا میں جب تک زندہ ہیں آپ گناہوں میں پھنسے ہوئے ہیں، لٹ پٹتے ہیں، اور گناہوں سے لذت لے رہے ہیں، آخر وقت تک گناہوں میں پھنسے ہوئے لذت لے رہے ہیں، مرتے وقت جیسے جیو گے ویسے مرو گے کے لحاظ سے ایسے وقت موت آئے گی کہ گناہوں کی لذت لے رہے ہوں گے، خاتمہ خراب ہوگا۔ اس واسطے سستی مت کرو گناہوں سے تو بہ کرو، تاکہ توبہ کر کے گناہوں کی لذت کو دل سے نکالو، ان گناہوں کو بھی دل سے نکالو، اور جب موت آئے تو پاک دل لے کر خدا کے سامنے جاؤ۔

میرے دوستو! ایک اور وجہ بتلاتا ہوں کہ جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ سنو! اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو، آج کل یہ بھی شروع ہو گیا ہے کہ اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی ہو رہی ہے، معلوم نہیں ان کا خاتمہ کیا ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کے ساتھ ایسی بے ادبی کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت یوسفؑ صاحب شریف صاف

لے یہ دونوں حضرات اولیاء اللہ سے ہیں اور عالمگیر رحمتہ اللہ علیہ کے ہم عصر ہیں۔ ان کا نزار مبارک محلہ نام پٹی حیدرآباد میں مرجع خلائق ہے۔ (مرتب)

کی درگاہ کے سامنے جو ٹرک ہے اس پر سے بھی گزرنا نہیں چاہیے، اندر درگاہ میں جانا تو برا ہے ہی اس ٹرک پر چلنا بھی برا ہے۔ افسوس! افسوس! اولیاء اللہ کی یہ قدر ہے آپ کے پاس، خدا کے دوستوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے، یہ حال ہے تو تب کیا حال ہوگا آپ کا، خیال کرو اس کو یاد رکھو، ہرگز ایسا راستہ اختیار نہ کرنا رہاں یہ اور بات ہے کہ جو جاہل کرتے ہیں کہ سجدہ کرتے ہیں طواف کرتے ہیں، یہ مت کرو، یہ بڑی چیز ہے مگر ان سے بے ادبی یا ان سے اعتقاد میں قتل ڈالنا، فرق ڈالنا یہ بہت برا ہے اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ بے ادبی کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

ایک اور وجہ ہے کہ جس کے سبب سے خاتمہ خراب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خود کو کچھ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ میں بھی ولی ہوں، خود کو ولی سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، ستوا، یہ کیسا معاملہ ہے کہ خود کو ولی سمجھنے سے خاتمہ خراب ہوگا۔ غرض جو سمجھے کہ میں ولی ہوں تو وہ بہت خسارہ میں رہے گا۔

حکایت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں، ایک دفعہ ان کے عہد زندگی میں قحط پڑا۔ گاؤں کے سب لوگ آکر عرض کئے کہ حضرت دعا کیجئے، تاکہ آپ کی دعا کی برکت سے یہ قحط دور ہو جائے۔ مالک بن دینار جواب دیتے ہیں کہ اس گاؤں میں جتنے لوگ ہیں ان سب سے زیادہ گنہگار ہوں، میرے گناہوں کی وجہ سے تم لوگ پریشان ہو، میں یہاں سے چلا جاتا ہوں تاکہ تمہاری پریشانی دور ہو جائے۔ یہ خیال اولیاء اللہ کا ہے غرض خود کو بڑا سمجھنے سے بھی خاتمہ خراب ہوگا۔

میں آپ کو نمونہ بتلا رہا ہوں اور آپ کو شیطان کے ہتھکنڈے دکھا رہا ہوں، دیکھو کہ یہ کیا کیا خرابیاں پیدا کرتا ہے، ذرا آپ ہوشیار رہیے، اور ان سب ہتھکنڈوں کو یاد رکھیے، سنو میرے دوستو! کافروں کی وضع کو اور کافروں کے طریقہ کو پسند کرنا، اس کو اچھا سمجھنا اور تعریف کرنا اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر کسی وجہ سے، نوکری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے کافروں کی وضع اختیار کرتے ہو تو ایسا کرو، جیسا کہ آپ ضرورت کے واسطے یا سنا نہ جاتے ہیں لیکن دل لگا کر نہیں بیٹھتے، ضرورت کے واسطے گئے اور نکل گئے، ایسا ہی ان کے طریقہ کو ان سب طریقوں کو سمجھو یعنی ان کو ضرورت سمجھو لیکن اس کے بعد اس کو اچھا نہ سمجھنا اور اس کی تعریف

نہ کرنا۔ ورنہ یاد رکھو خاتمہ خراب ہو جائے گا۔

ایک اور چیز ہے جس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے میرے دوستو! اور خوب سوچ لو کہ مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ کس پر ظلم کر رہے ہو، کیا کیا ظلم کر رہے ہو، کس کو تباہ کر رہے ہو، کس کا مال چھین رہے ہو، کس کی زمین چھین رہے ہو، کس کا گھر چھین رہے ہو، کیا کیا کر رہے ہو۔ ذرا خوب سوچ لو، آج چھین لو، اور آج جو جی میں آیا کر بیٹھو، کل خدا کے سامنے کیا منہ بتلاؤ گے، مظلوم کل خدا سے فریاد کرے گا کہ یہ ظالم میری زمین چھین لیا تھا۔ آج اس سے کہہ دو کہ کل اس ظلم کی سزا کیا ہوگی؟ سنو! اس ظلم کی سزا سوائے دوزخ کے کچھ نہ ہوگا۔ دوزخ ہی اس کا بدلہ ہے۔ غرض اس سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، یعنی مخلوق پر ظلم کرنے سے بھی خاتمہ خراب ہوتا ہے، میرے دوستو! نمونہ کے طور پر آپ کو سمجھا دیا ہوں کہ یہ چند چیزیں ہیں کہ جن سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔

اگر آپ اچھا خاتمہ چاہتے ہیں تو تنہائی میں رات کو مگر آپ تنہا ہونا چاہیے، کیوں کہ لوگوں میں رہے تو دل کھلتا نہیں۔ غرض رات کو تنہائی میں نماز پڑھو، پھر دو، رو کر : خاتمہ اچھا ہونے کی دعا کرو۔ کبھی کبھی یہ دعا کرو کہ ہمارا خاتمہ اچھا ہو۔ دعا کرنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، اور خاتمہ اچھا ہونے کے لئے نیک لوگوں سے محبت رکھا کرو کہ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔ فجر کی سنت اور عصر کے پہلے چار رکعت سنت پڑھنے سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے، گنہگاروں کی صحبت میں مت رہو، اس سے خاتمہ خراب ہوتا ہے۔ میاں! آج اور کل پر طمانتہ مت رہو۔ کیا معلوم کہ کونسا وقت موت کا وقت ہے، موت کی تیاری میں رہو، اور آپ اس کو یاد رکھ لو، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جوان ہیں، ہم ایسے ہیں، ہم دیے ہیں، اور ابھی موت تو بہت دور ہے۔ ارے کہاں کی دور میاں چلتے چلتے ٹھوکر لگی کرے مر گئے۔ یعنی بیٹھے مر گئے۔ اب کسی حال میں دھوکہ میں مت رہو، غفلت میں مت رہو، موت کی تیاری میں رہو۔ موت کی تیاری کے لئے اتنا تو کرو کہ دنیا میں منہمک مت ہو جاؤ، دین ہے تو دنیا ہے، دنیا کے لئے تو جو بیٹیل گھنٹے مصروف رہتے ہیں، یہ شکل اچھی ہے یا خراب یہ خاتمہ خراب کرنے کی شکل ہے۔ دنیا کے وقت دنیا کرو، اور جو وقت بیچ جاتا ہے اس وقت کو اللہ کی یاد میں گزارو۔ جب تم اللہ کی یاد کرو گے تو جیسا جیو گے ویسا مر گے، کے تحت مرتے وقت

وہ اللہ کا ذکر آپ کو یاد آئے گا تو آپ کا خاتمہ بالآخر ہوگا۔ یہ چند چیزیں میں بتلا دیا ہوں! او بہت سی باتیں ہیں ان کو آپ یاد رکھو، اور ان پر غور کرو۔ ان باتوں پر تنہائی میں غور کرو، وہ یہ کہ خدا کے دوستوں سے کبھی کبھی ملتے بھی رہو۔ اس سے بھی خاتمہ اچھا ہوتا ہے۔

حکایت حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مفسر ہیں، آج ان کی تفسیر موجود ہے، یہ ہمارے نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے تو فرمائے اچھا مرید ہو جاؤ۔ حضرت جب ان کو مرید کرنا شروع کئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے کان میں سے کوئی چیز بھر آواز کے ساتھ دھوئیں کے جیسی یا ہر نکل رہی ہے، وہ علم منطق کے عالم تھے، انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز نکل رہی ہے تو حضرت فرمائے کہ منطق کو نکال رہا ہوں تاکہ اچھا علم یعنی علم لدنی حاصل ہو، انہوں نے کہا حضرت! برسوں کی محنت کے بعد یہ علم حاصل کیا ہوں معلوم نہیں پھر آتا ہے یا نہیں اور کہا کہ میں مرید نہیں ہوتا حضرت! میں منطق میں مشہور ہوں میں اسکو کھو کر مرید نہیں ہوتا۔ اس لئے مجھے معاف کیجئے۔ حضرت فرمائے یہ آجائے گا پھر انہوں نے کہا کہ حضرت کیا معلوم کہ آئے گا یا نہیں، کیوں کہ یہ شک کی باتیں ہیں، اس لئے واپس ہو گئے اور سوچتے لگے کہ شیطان جب سکرات کے وقت آئے گا تو کیا کروں، اس وقت اس کا جواب کیسے دوں گا وہ پریشانی کا وقت ہوگا۔ سکرات کی تکلیف الگ رہے گی، ایسے وقت میں کیا کر سکوں گا۔ اس لئے توحید پر تین سو ساٹھ دلیلیں لکھے، ان (۳۶۰) دلیلوں سے یہ ثابت کئے کہ اللہ ہی ایک معبود ہے اور جب ان کے مرنے کا وقت آیا اور سکرات شروع ہوئی تو شیطان آیا اور توحید سے ہٹانے لگا تو آپ نے کہا ارے تو کیا ہٹائے گا میرے پاس یہ دلیلیں ہیں، اس نے کہا یولے اور یہ یولتے گئے آخر میں اس نے ایک بات ایسی کہی کہ جس سے ان کی ساری دلیلیں ختم ہو گئیں، اب شیطان امام فخر الدین رازی سے ایمان لینے کے درپے تھا اس وقت وہ بہت ڈر گئے کہ کہیں خاتمہ خراب نہ ہو جائے، اس کی خبر کشف سے حضرت نجم الدین کبریٰ کو ہوئی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا مرید نہیں ہوا تو کیا ہوا میرے پاس آیا تو تھا اور اس وقت آپ وضو فرما رہے تھے، اٹھا اٹھا کر دیوار پر مارے اور فرمایے دے دے دلیل دے کہ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللہ ایک ہے آپ نے بھی یہی کہہ دیا، اس طرح خاتمہ اللہ احد پر ہوا اس لئے میاں خدا کے دوستوں سے ملتے رہو، ان سے

تعارف پیدا کرتے رہو، آخری وقت یہ بھی کام آتا ہے۔

بہر حال رمضان المبارک کا مہینہ کیا مبارک مہینہ تھا اس مہینہ میں شیطان قید ہو گیا تھا۔ اور ہمارے دل اولیاء اللہ کے دل کے جیسے ہو گئے تھے اور کیا کہوں؟ میرے دوستو! اب جا رہے ہیں یہ رمضان، اور جاتے ہوئے اپنے ساتھ ساری خوبیوں کو لے جا رہے ہیں۔

صاحبزادو! رمضان آئے تو کیا فضیلت تھی سنتے، نفل نماز پڑھے تو فرض نماز کا ثواب ملتا تھا فرض پڑھے تو ستر فرض کا ثواب آپ کو ملتا تھا۔ یہ نعمتیں ہیں رمضان کی، اب آپ کو رمضان کے بعد نہیں ملیں گی اور غیر رمضان میں نفل کا نفل اور فرض کا فرض ہو گا۔

صاحبو! سنو، جو لوگ روزہ نہیں رہتے ہیں وہ سمجھتے ہوں گے کہ روزہ دار بھوکے مر رہے ہیں ارے نہیں میاں! سنو غذا دو قسم کی ہوتی ہے، ایک جسمانی، دوسرے روحانی۔ رات کو جسمانی غذا آپ کو کھلاتے ہیں، جب سحر کا وقت ہوتا ہے، اس وقت جسمانی غذا بند کر کے روحانی غذا شروع کر دیتے ہیں، تمام دن آپ بھوکے پیاسے نہیں رہتے تھے، دن کو روحانی غذا پہنچتی رہتی ہے آپ کہیں گے کہ یہ سب شاعرانہ مضمون ہے، نہیں میاں یہ شاعری نہیں ہے، آپ آزما کر دیکھ لیجئے وہ اس طرح کہ ایک دن بھوکے رہو، نیت مت کرو، دیکھو کیسی بے چینی ہوگی، پیاس لگے گی، بھوک سے دل بے چین ہوگا اور ناتوانی الگ ہوگی اور ایک دن نیت کر کے روزہ رہو، آپ کو بھوک لگے گی نہ پیاس اور زکوٰۃ کی کیفیت پیدا ہوگی، یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کو روحانی غذا پہنچا

ہیں۔ اللہ کی طرف سے روزہ داروں کو روحانی غذا پہنچتی ہے، افطار کا جہاں وقت آیا اور شام کا وقت ہو گیا تو اس کے بعد دیکھئے کہ کیسی بے چینی ہوتی ہے۔ ارے تمام دن رہے نایاب اب اگر کہا جائے کہ دو منٹ ٹھہریے، اب کہاں ٹھہرتے۔ غرض اب جسمانی غذا کا وقت آ گیا۔ اس لئے روزہ کھولنے کی فکر ہوتی ہے۔ اب کہاں ہیں میاں یہ فضیلت، رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے تھے، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے تھے، اب رمضان جاتے ہیں، جنت کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ میرے دوستو! کیا حال ہوگا اس بیباک کا کہ جس کا دوا پلانے والا چلا، رمضان دوا پلانے والے تھے، ہم کو ہماری بیماریوں کی دوا پلاتے تھے۔ سو سوچو کہ اب دوا چھوٹتی ہے، ارے رمضان اب وقت آ گیا ہے کہ

ایسا ہم کو منہ دار میں چھوڑ کر چلے، قرآن سے ہمارے دل کا زنگ دور ہو رہا تھا۔ ہم قرآن پڑھتے تھے یا اور صحابوں کو سنا رہے تھے، اب کہاں ہے قرآن اور کہاں ہے قرآن کا سننا۔ اب کہاں ہے زنگ کا دور ہونا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہر پیغمبر کو معراج ہوئی ہے، اور ہماری امت کی معراج نمازیں ہے، نماز آپ پڑھ رہے ہیں، اور نمازیں قرآن کیا پڑھ رہے ہیں، اللہ سے باتیں ہو رہی ہیں، اب کہاں یہ نعمتیں ملیں گی، اب یہ نعمتیں ختم ہو جاتی ہیں، ایک بھوکا تھا، سب کے پیٹ بھرے ہوئے تھے، پیٹ بھوکا رہتا تھا۔ سارے اعضاء بھرے ہوئے تھے، رمضان میں دل نہیں چاہتا تھا کہ آنکھ سے گناہ ہو، کان سے گناہ ہو، اسی طرح پاؤں سے بھی گناہ نہیں ہوتا تھا۔ غرض رمضان میں سب بھرے ہوئے تھے، اب رمضان کے بعد پیٹ بھرتا ہے سب کے سب بھوکے رہیں گے، پیٹ بھرنے کے بعد آنکھ کے گناہ کرنا، ہاتھ بھی کہیں گے، گناہ کرنا، اسی طرح پاؤں بھی کہیں گے، گناہ کرنا۔ غرض رمضان کے جانے سے ابھی چیزیں ہم سے جا رہی ہیں، یہ نعمتیں ہمیں رمضان کی اب یہ رمضان کے ساتھ جا رہی ہیں۔

میرے دوستو! آپ روزہ رہ کر کیا نے تھے یاد ہے، آپ روزہ رہ کر فرشتے بنے تھے فرشتے بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، آپ بھی کھاتے نہیں، پیتے نہیں، شانِ فرشتہ تم میں پیدا ہو گئی تھی فرشتے سوتے نہیں، آپ بھی رات کو سوتے نہیں، اور آپ تراویح میں جا گئے تھے، فرشتہ پن آپ میں آگیا تھا، تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ“ ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے جیسے اخلاق پیدا کرو۔

اللہ کے اخلاق پیدا کرنا، یعنی اللہ صمد ہے تو آپ بھی کھانے پینے سے بے نیاز تھے یہ سمجھ لو کہ اللہ کے اخلاق میں سے جو اخلاق آگئے تھے اب وہ چھینے جاتے ہیں، نیند کیا تھی روزہ دکھائی، روزہ دار سورہا ہے اور فرشتے لکھ رہے ہیں کہ وہ عبادت کر رہا ہے اب یہ ساری نعمتیں چھوٹی ہیں میاں، اے ماہِ رمضان! ہم سمجھ ہوئے تھے کہ وہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا کرتا۔ آپ ہمارے ہیں اس لئے آپ جائیں گے، آپ رہنے والے نہیں ہیں لیکن آپ قبر میں ہمارے کام آؤ۔ قبر میں ہم کو مت بھولو۔

قیامت کا میدان ہو گا میاں! حساب کتاب ہو رہا ہو گا۔ آفتاب سر پہ آگیا ہو گا، وہ دھوپ، وہ لوگوں کی گڑبڑ، وہ لوگوں کا ہجوم، وہ پیاس، وہ سختی، ویسے وقت ہم پریشان ہو کر

نکلیں گے، جو حق کو ترک کرینگے۔ اے ماہ رمضان! آپ ہمارے ساتھ آؤ اور جو حق کو ترک سے پلاؤ۔
میزان میں اعمال تل رہے ہیں میاں، نیکیوں کو ایک پلڑے میں ڈال رہے ہیں اور گناہ ایک
پلڑے میں، گناہ بڑھ گئے تو جاؤ دوزخ میں، اور نیکیاں بڑھ گئیں تو جاؤ جنت میں۔ وہاں جا کر ہم کیا
کریں گے، کہاں ہیں ہمارے پاس نیکیاں، نیکی کے پلڑے میں کیا ڈالیں؟ ایسے وقت میں اے
ماہ رمضان! آپ آؤ، اگر ہماری مدد کرو، اُس وقت میں رمضان آکر کیا کریں گے معلوم ہے!
صاحبو! حدیث شریف میں آیا ہے کہ رمضان آئیں گے اور اگر سحری میں جو کھانا آپ کھائے ہیں
وہ سب کھانا لاکر نیکی کے پلڑے میں ڈال کر نیکی کا پلڑا بھاری کر دیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک روز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ! میں آخر زمانہ
میں ایک امت پیدا کرنے والا ہوں ان کو دو اندھیروں کے واسطے دو نور دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام
نے دریافت فرمایا کہ وہ دو اندھیریاں کیا ہیں، اللہ تعالیٰ فرمایا ایک قبر کی اندھیری۔ قبر کی اندھیری
دور کرنے کے لئے قرآن دوں گا اور دوسری قیامت کی اندھیری۔ قیامت کی اندھیری دور کرنے کیلئے
رمضان دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کیا اچھی امت ہے یہ، آپ مجھے اس امت میں پیدا
فرماتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! تم کو اس کی کیا ضرورت ہے؟ وہ امت تو بہت
دنوں کے بعد آنے والی ہے۔

عرض حساب ہو رہا ہے میاں! قیامت کا میدان ہے، اللہ تعالیٰ برآمد ہیں، ایسے وقت
ہم اللہ کے سامنے کھڑے ہیں، اب حساب شروع ہو گا تو کیا ہو گا، کیا حساب دیں گے؟ ہمارے پاس
نیکیاں کہاں ہیں، یہاں تو سارے گناہ ہیں نیکیاں تو کچھ نہیں ہیں، آپ کہا کرتے، پریشان ہیں،
اس وقت معلوم نہیں کیا حکم ہوتا ہے، کیا ہم کو دوزخ میں بھیج دیتے ہیں، عرض پریشانی میں کھڑے
ہوں گے۔ ایسے وقت خوب صورت شکل میں رمضان المبارک آئیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ
سجدہ میں گر جائیں گے۔ تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا رمضان کیا لوتے ہیں بولو۔ رمضان عرض کریں گے
روزہ دار کا حساب و کتاب رہنے دو، میں ان کو جنت میں لے جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ
رمضان مجھے تمہاری بہت خاطر ہے لے جاؤ جو روزہ دار ہیں ان کو جنت میں لے جاؤ۔
رمضان پھر کھڑے ہوں گے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اب کیا ہے کیوں کھڑے ہو، عرض

کریں گے سب کے سامنے روزہ داروں کو عزت کا تاج پہنایا جائے حکم ہوگا کہ لاؤ تاج، اور
 عزت کے ساتھ روزہ داروں کو تاج پہنائیں گے، پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے تب اللہ تعالیٰ
 فرمائیں گے اجی اب کیا ہے، اب کیا بولنا چاہتے ہو کہیں گے الہی! ان روزہ داروں کو ان کے
 پیغمبروں کے سایہ میں جگہ دو، حکم ہوگا رمضان کی خاطر ہم کو منظور ہے اس لئے ان روزہ داروں
 کو ان کے پیغمبر کے سایہ میں جگہ دو۔ پھر بھی رمضان کھڑے رہیں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا اجی
 اب کیا ہے، عرض کریں گے یہ تو میری وجہ سے آپ نے ان کو عطا فرمایا، ان کے اعمال کا بدلہ بھی
 دیکھئے یعنی وہ جو نیک اعمال کئے ہیں ان کا بدلہ بھی دیکھئے حکم ہوگا دو ان کو ان کے اعمال کا بدلہ۔
 میرے دوستو! رمضان آکر روزہ داروں کو بخشا کر لے جائیں گے، خوشخبری ہو ان لوگوں کو
 جو روزہ رہے اور یہ نعمت ان کو حاصل ہوئی۔ عرش کے نیچے ایک صندوق ہے میاں نور کا، اس
 صندوق پر قفل پڑا ہوا ہے، اس صندوق میں روزہ داروں کو دوزخ سے نجات ملنے کی خوشخبری
 ایک کاغذ پر لکھ کر اسکو اس صندوق میں ڈالیں گے اے ماہ رمضان یہ سچ ہے ہم کس منہ سے کہیں کہ ہم
 روزہ دار ہیں۔ کیا ہمارا روزہ، اور کیسے ہمارے روزے۔ سب کی خبر ہے آپ کو۔ ایک بار آپ
 ہم کو روزہ دار بولو تو ہم کو یہ تمام نعمتیں مل جاتی ہیں، اے ماہ رمضان ایک بار آپ ہم کو روزہ دار بولو
 کر، کھڑے رہ کر ہم کو دوزخ سے نجات کا پروانہ لکھا کر اس صندوق میں رکھ کر قفل ڈال کر جاؤ۔
 غرض میدانِ قیامت میں یہی ہو رہا ہوگا کہ ایسے میں قرآن اللہ تعالیٰ کے سامنے آئیں گے
 اور عرض کریں گے الہی! یہ تو آپ رمضان کی وجہ سے دیئے، میں بھی ان کی نیند کھو یا تھا، رات
 کی نیند کھو کر وہ مجھ کو سنتے اور پڑھتے تھے حکم ہوگا کہ اس کا صلہ یہ ہے کہ جنت میں ان کو لے جا کر بڑے
 بڑے مراتب اور درجے دیئے جائیں۔ اے ماہ رمضان! اب آپ سفارش کیجئے کہ ان روزہ داروں
 کو تراویح پڑھنے والوں کو بڑے بڑے درجات دیئے جائیں۔
 غرض یہ خوبیاں تھیں میاں رمضان میں، یہ نمونہ تھا جو میں نے عرض کیا۔ ان خوبیوں کا
 رمضان اب جا رہا ہے، اب کوئی دم کا ہمان ہے، میرے دوستو! ہائے ان کا دامن پکڑو، اور
 دامن پکڑ کر یہ کہوے گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ شمر بھی
 اے خانہ براندازِ جہنم کچھ تو ادھر بھی

اب رمضان المبارک جا رہے ہیں، اس لئے کچھ دعا کر لو میاں :-

دعاء

یا الہی، اے اللہ! آپ ہم کو اپنا خوف دیجئے۔ اے اللہ، ہم سے آپ اتنی اطاعت کرائیے کہ جس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے۔ اے اللہ، ہم کو اتنا یقین دیجئے کہ دنیا کے مصائب ہم کو آسان معلوم ہونے لگیں۔ الہی! ہمارے دین میں کوئی مصیبت مت آنے دیجئے۔ ہمارے دین کو مصیبتوں سے بچائیے، ہم پر مصیبت مت آنے دیجئے، اے اللہ، ہم دنیا ہی کے نہ ہو جائیں، ایسا نہ ہو کہ ہم رات دن دنیا میں پھنسے رہیں، ہم کو ایسا بنا لے کہ ہم دنیا کریں دین کے ساتھ، ہم دنیا کریں آخرت کے ساتھ ایسا ہم کو بنا لے۔ اے اللہ، اے اللہ! آپ خود فرماتے ہیں کہ میں سب چیزوں کو ”کن“ سے پیدا کیا ہوں اور وہ ”کن“ (یعنی ہو جاوے) بولنے سے بن گئے، لیکن ہم کو آپ خود اپنے ہاتھ سے بنا لے ہیں اے اللہ! ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ میں مت ڈال لے، آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنا کر دوزخ کی آگ میں مت جلا لے۔ اے اللہ، ہمارے اللہ! ہم آپ کے در پر کبھی نہیں آئے، دنیا کے سارے دروں پر برباد ہو کر پھرتے رہے لیکن آپ کے دروازہ پر نہیں آئے، رمضان المبارک کھنچ کر لا کر آپ کے دروازہ پر چھوڑے ہیں، اب رمضان جا رہے ہیں ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکال لے، ہم ادھر ادھر مارے پھرتے تھے، اب رمضان آپ کے دروازہ پر لا کر چھوڑے ہیں، اے اللہ، ہم کو اپنے دروازہ سے مت نکالو۔

ایک وقت بادشاہ ہارون الرشید نے اپنی باندیوں کو حکم دیا کہ ان چیزوں میں سے جس چیز کو تمہارا جی چاہے چن لو، تب کسی باندی نے کچھ لیا تو کسی نے کچھ۔ غرض سب باندیوں نے کچھ نہ کچھ لے لیا۔ ان میں سے ایک باندی تھی اس نے بادشاہ پر ہاتھ رکھ دیا، لوگوں نے کہا یہ کیا ہے تب اس باندی نے کہا کہ سب باندیوں نے ایک ایک چیز لے لی، اور میں نے بادشاہ کو لے لیا۔ جب بادشاہ میرا ہو گیا تو اب ساری سلطنت میری ہے، ساری بادشاہت میری ہے۔ غرض ہر چیز میری ہے ایسا ہی الہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ اے اللہ! آپ ہمارے ہو گئے تو جنت ہماری ہے، دنیا ہماری ہے۔ غرض ہر چیز ہماری ہے۔ اے الہی! ہم کو آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہمارے ہو جائیے۔ الہی! آپ ہمارے ہو جاؤ۔ ہم کو اپنا بنا لو۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ

نعت شریف

الحاج مرزا شکور بیگ صاحب نے اپنا کلام سنا کر سامعین کے قلوب کو متاثر کیا،

کہاں میں کہاں ان کا دربارِ عالی : حقیقت نبی ہے میری خوش خیالی
دل مضطرب نے مراد اپنی پالی : نظر آگئی ان کے روضہ کی جالی

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی

نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

سرا پا خطا کا رخصت ہوا ہے : ندامت سے اور شرم سے سر جھکا ہے
گناہوں کی تفصیل بے انتہا ہے : شفاعت کا بس تیری ایک آسرا ہے

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی

نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نظر پاک ہے اور نہ دل پاک میرا : لباسِ عبادت ہے صد چاک میرا
دکھا وایہ ہو جائے سب خاک میرا : فقط دیدہ دل ہے نمناک میرا

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی

نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

کرم سے مرا بختِ خفتہ جگا دے : خدا کے لئے اپنا جلوہ دکھا دے
شرابِ محبت نظر سے پلا دے : میری زندگی کو عبادت بنا دے

مدینہ کے داتا غریبوں کے والی

نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نہ دنیا کا میں مرتبہ چاہتا ہوں : نہ عقبیٰ کا کوئی صلہ چاہتا ہوں
 تری نیم شب کی دعا چاہتا ہوں : ترے نام پر خاتمہ چاہتا ہوں
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

جو طالب ہیں اس کے انھیں سیم و زردی : میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے
 مری شامِ غم کو خوشی کی سحر دے : غلاموں میں شامل ہر نام کر دے
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

کوئی وقت ہو، شام ہو یا سحر ہو : تصور ترا میرے پیش نظر ہو
 زباں پر ترانہ نام قدموں پر سر ہو : مرا خاتمہ ہو تو ایمان پر ہو
 مدینہ کے داتا غریبوں کے والی
 نہ لوٹائے گا مجھے ہاتھ خالی

نعت شریف

الحاج جناب سید نعیم الدین حسینی صاحب سپردا ازر نے نہایت خوش الحانی
 سے نعت شریف سنا کر سامعین کو مجو حیرت بنا دیا۔

سلطان جہاں محبوب خدا تیری شان شوکت کیا کہنا : ہر شے پہ لکھا ہے نام تیرا تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا
 ہے سر پہ تاج نبوت کا جوڑا ہے تن پہ کراست کا : سہرا ہے جس میں ہے شفاعت کا امت پہ ہے رحمت کیا کہنا
 معراج ہوئی تاعرش گئے احق تم سے ملا تم حق سے ملے : سب راز قادی دل پر کھلے یہ عزت و حشمت کیا کہنا
 حوروں نے کہا سبحان اللہ، علماں نے پکارا صلی اللہ : اور قدسی بوئے الا اللہ ہے عرش یہ دعوت کیا کہنا
 قرآن کلام باری ہے اور تیری زبان پر جاری ہے : کیا تیری فصاحت پیاری ہے اور تیری بلاغت کیا کہنا
 باتوں سے چسکی لذت ہے انکھوں سے برستی رحمت ہے : خطبے سے چسکی ہیبت ہے اے شاہ رسالت کیا کہنا

ہو حسنِ نبی کی کیے صفت جس کی ہے خدا کو بھی چاہتا ہے ۛ والشمس چمکے الارنگت پھر اس میں ملاحظت کیا کہنا
 صدیق جانِ صدقت کی، فاروقِ شانِ عدالت کی ۛ عثمانؓ ہیں کانِ سخاوت کی، حیدرؓ کی ولایت کیا کہنا
 دو پھولِ تنویری گلشن کے، اک سبز ہونے اک سُرخ ہونے ۛ بغداد و عرب جوئے ہیکے، ان پھولوں کی نکہت کیا کہنا
 گیسو کرم کھل جائیں اگر، رحمت کی گھٹا رہے جم کر ۛ پیاسے یہ کہیں خوش ہو ہو کر اے ابرِ رحمت کیا کہنا
 آنکھوں سے کیا دریا جاری، اول لب پر دعا جو پیاری پائی ۛ رور و کے گذاری شب ساری اے جاہِ امت کیا کہنا
 شہرت ہے جمیل اتنی تیری یہ سب ہے کرامتِ مرشد کی
 کہتے ہیں مجھے مداحِ نبیؐ سب اہل سنت کیا کہنا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَعُظْمُبَارِك

مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۶۳ء

حضرت قبلہؒ نے حاضرین سے فرمایا کہ (۳) مرتبہ درود شریف پڑھیں پھر آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا: -
اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ
اَفْضَلْ صَلَوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
ترجمہ: (اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل
و اصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات کے موافق ہے
برکت اور سلام نازل فرما)

حضرات! جب رمضان المبارک کا چاند نظر آتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام
کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرماتے "لَقَدْ اَظْلَكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ" ترجمہ: ایک عظمت والا
ہمینہ تم پر سایہ کر رہا ہے، اور یہ محاورہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور باپ کے
بچوں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ باپ کے سایہ میں ہیں یعنی باپ کی حمایت میں ہیں، یہ مبارک ہمینہ آیا ہے
مسلمانوں کو اپنی حمایت میں لینے کے لئے۔ اس لئے جو مسلمان روزہ رہے، تراویح پڑھے تو ان کو حمایت
میں لے لیا جاتا ہے اور جو مسلمان نہ روزہ رہے نہ تراویح پڑھے، ان کو حمایت میں نہیں لیا جاتا رمضان
اسی کا ہے جو روزہ رکھے اور تراویح پڑھے۔

میرے دوستو! دن تو دنیا کے گزر جائیں گے مگر اس کے بعد جب اسکی حمایت کا موقع آئے گا،
تو اس وقت روزہ نہ رکھنے والوں کو اور تراویح نہ پڑھنے والوں کو پھپھتا نا پڑے گا۔ جو لوگ تراویح
پڑھے ہیں، اور روزہ رکھے ہیں ان کو دیکھو کہ جب وہ قبروں میں ہوں گے تب ادھر سے رمضان
آئیں گے اور ادھر سے قرآن اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر کے فرشتوں کو بھیج کر ان کو آرام
پہنچانے کا سامان کریں گے، پھر قیامت کے دن بھی رمضان مدد کریں گے۔ غرض ہر موقع اولاد ہر
رمضان آکر مدد کریں گے، میزان پر نیکیاں تل رہی ہیں جس کی نیکیاں بڑھ جائیں گی اسکو جنت

کی طرف بھیجا جا رہا ہے تو ویسے موقع پر رمضان آکر کھڑے رہیں گے اور اگر روزہ داروں کی نیکیاں کم ہوں تو وہ جو سحر کو کھانا کھائے تھے، وہ کھانا لا کر نیکیوں کے پلڑے میں ڈالیں گے، جب کھانا نیکیوں کے پلڑے میں ڈالا جائے گا تو نیکیوں کا پلڑا جھک جائے گا اور ان کو جنت کی طرف لے جائیں گے۔

رمضان المبارک کی فضیلت کے تعلق سے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ شیطان اور نفس دونوں مل کر مسلمانوں کے دلوں میں یہ دوسو سہ ڈالتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مسلمانوں سے محبت ہوتی تو دن بھر بھوکا اور پیاسا کیوں رکھتا اور کیوں جگاتا۔

میرے دوستو! یہ دھوکہ ہے نفس اور شیطان کا آپ غور کیجئے کہ جب بچہ کی ماں بچہ کو کڑوی دوا پلاتی ہے تو بچہ بھی یہی کہتا ہے کہ میری ماں دشمنی کر رہی ہے اور مجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، یہ بچہ کی بے سمجھی ہے۔

ماں دشمن نہیں ہے، اچھا ہونے کے لئے تجھے کڑوی دوا پلاتی ہے، میرے دوستو! اللہ تعالیٰ کو بھی ہم سے یہی محبت ہے، سوائے زیادہ محبت ہے، یہ اللہ کی محبت کا تقاضہ ہے کہ جو ہم سے روزہ رکھوائے ہیں اور ہم کو تراویح پڑھائے ہیں جس روز ہم دنیا میں آئے تھے، اس وقت ہماری روح نورانی تھی لیکن نفس کی صحبت کی وجہ سے ہم گناہ کئے، اور روح پر ظلمت و تاریکی چھا گئی اور اگر اس سیاہی کو لے جا کر وہاں جائیں گے تو وہاں سیاہی دور کرنے کا کوئی سامان نہ ہوگا سوائے دوزخ کی آگ کے۔ دوزخ میں جلنے ہی سے یہ سیاہی دور ہوگی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضہ ہے کہ وہ آپ کی روح کو نورانی بنا نا چاہتا ہے۔ صابو! یہ روزہ اور تراویح کیا کرتے ہیں، سنو! یہ سیاہی کو نور سے دھوتے ہیں آپ روزہ رکھ رہے ہیں، تراویح پڑھ رہے ہیں، اور آپ کس وجہ سے جاگ رہے ہیں، یہ ان کی محبت کا تقاضہ ہے، اس لئے جاگ رہے ہیں، میں آپ کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھاتا ہوں آپ اس سے خود اندازہ کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے کس قدر محبت ہے، ایک بچہ پائخانہ کر رہا ہے ماں دیکھ کر اٹھالیتی ہے اور کہتی ہے کہ تمہارے پاس یہ نجاست ہے لیکن میرے پاس صندل سے زیادہ اچھی چیز ہے، اس پر غور کیجئے، ایسا ہی اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو تمہارے پاس ناپسندیدہ ہے لیکن میرے پاس اس کی بوشک سے زیادہ اچھی ہے دیکھا آپ نے۔ اللہ کو اپنے بندوں سے جو محبت ہے، اس سے آپ اس کا اندازہ کیجئے یہیں محبت کے الفاظ اور محبت کے تقاضہ کی وجہ سے ماں بچہ کو جب کڑوی دوا پلاتی ہے تو کہتی ہے کہ میاں تم یہ

دو اپنی لو میں تم کو روپیہ دوں گی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے روزہ دار بندے! تو روزہ رکھ، میں تجھے جنت دیتا ہوں اور تجھے حور دیتا ہوں۔ اور تیرے روزہ کا بدلہ میں ہوں۔ میرے دوستو! غور کرو! بچہ اگر کھانا نہ کھائے اور بھوکا رہ جائے، یا دیر ہو جائے تو ماں کس طرح بے چین ہوتی ہے کہ میرا بچہ نہیں کھایا، اسی طرح روزہ دار بندہ جب بھوکا، پیاسا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو بڑا شاق گذرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیرے روزے کی قدر کرتا ہوں، تیرے بھوک اور پیاس کی قدر کرتا ہوں، اور فرماتا ہے کہ اگر ماں بے چین ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، مگر میرے ہاتھ میں تو سب کچھ ہے اس لئے اپنے بندوں کو روحانی غذا بھیجتا ہوں حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو دن میں روحانی غذا پہنچاؤ اور رات کو جسمانی غذا۔ آپ اندازہ کیجئے، یہ ایک واضح دلیل ہے، مثلاً ایک دن آپ فاقہ کر دیکھیے، بڑی بے صبری ہوگی، بھوک لگے گی، پیاس لگے گی، عجیب تماشہ ہوگا۔ اس کے برخلاف ایک دن روزہ کی نیت کر کے دیکھو، اس روز نہ بے چینی ہوگی نہ پیاس لگے گی نہ بھوک لگے گی، یہ کیا بات ہے فاقہ میں ایسا کیوں ہوتا ہے اور روزہ میں کیوں نہیں ہوتا۔ سنو! روزہ میں آپ کو روحانی غذا پہنچتی ہے اس لئے آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا۔ یہ روحانی غذا وہ ہے میاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھ روز کا روزہ رہتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ میرا اللہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے، کیا کھلاتا، اور کیا پلاتا ہے، وہ یہی روحانی غذا کھلاتا اور پلاتا ہے اور روحانی غذا آپ کو بھی پہنچائی جاتی ہے، رمضان کا کیا مبارک مہینہ ہے میاں، لیکن جو لوگ روزہ نہیں رہتے ان کو شیطان ڈراتا ہے بلکہ شیطان اور نفس دونوں مل کر ڈراتے ہیں تو وہ گھبراتے ہیں کہ روزہ کیسے رہیں گے، کیسے دن گزرے گا، یہ دھوکا ہے شیطان کا۔ مت کھاؤ دھوکا، جب آپ بھوکے پیاسے رہ کر روزہ پورا کرتے ہیں، رات کو جاگ کر تراویح پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرتے ہیں اور وہ بڑے قہر والے ہیں اپنی قدرت ان کی وجہ سے فرشتوں کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو، اے میرے فرشتو! تم کو نہ کھانے کی ضرورت ہے، نہ پینے کی، میرے بندے کو دیکھو، اس کو کھانے کی بھی ضرورت ہے، پینے کی بھی ضرورت ہے، اس کے باوجود اس نے ہماری وجہ سے کھانا چھوڑا ہے، پینا چھوڑا ہے، میری وجہ سے نیند چھوڑا ہے، اس ان کو دوں گا جو کچھ مجھے دینا ہے، اور آخرت میں تم سے بڑھ کر اس کو بلند درجہ دوں گا۔

سزا جو ایک وہ زمانہ تھا کہ پیدائش سے قبل ایک منی کا قطرہ تھا، اس کے بعد ماں کے پیٹ میں رہا۔ پھر انسان بنا اور پیدا ہوا، ماں صدقہ ہو رہی ہے باپ قربان ہو رہا ہے، اب اس کے بعد جوان ہوا۔ جوان ہو کر روزہ رکھا، تراویح پڑھا۔ اعتکاف بیٹھا اور نیک کام کیا، اسکے سبب سے نورانیت آگئی۔ عرشِ اعلیٰ سے شبِ قدر میں فرشتے ملاقات کے لئے آتے ہیں۔

میرے دوستو! رمضان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ ہمارا دشمن شیطان قید ہو گیا تھا۔ نفس اکیلا تھا شرارت تو کرتا تھا مگر اکیلا ہونے کی وجہ سے اس کی شرارت دیکھتی تھی، اب رمضان جا رہے ہیں، کوئی دم کے مہمان ہیں، اب شیطان چھوٹتا ہے نفس سے مل کر دیکھتا ہے کہ کون کون سے گناہ چھوٹ گئے تھے وہ سب کراتا ہے۔

آپ کا جو دشمن ہے اس دشمن کا تعارف کراتا ہوں، اس کی چالوں کو ظاہر کرتا ہوں تاکہ آپ ڈرتے رہیں اور اپنی حفاظت کریں، اور گیارہ مہینوں تک آپ اپنے دشمنوں سے ہوشیار رہیں۔ میرے دوستو! ایک شخص نے مست ہا تھی سے مقابلہ کیا اور شیر سے کشتی کی، تو آپ کو تعجب ہو رہا ہے لیکن اس سے بڑھ کر تعجب تو یہ ہے کہ ایک بے کس انسان، عاجز و مجبور انسان، اللہ کی مخالفت پر تلا ہوا ہے، بہت کچھ پروردگار کی نافرمانی کر رہا ہے تو کیا یہ کام اس تعجب کرنے سے بڑھ کر نہیں ہے جو شیر سے کشتی رٹنے سے اور ہا تھی سے مقابلہ کرنے پر کیا جا رہا تھا، یوں نہ ہو گا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لے انسان تو اپنی ہستی کو بھول گیا، تجھے اپنی مجبوری و ناچاری یاد نہ رہی، ذرا سوچ کہ تیری تخلیق کس طرح کی گئی ہے، سن پہلے تو مٹی سے بنا، مٹی ایک ذلیل عنصر ہے، اسی وجہ سے شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کیا، شیطان نے کہا کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں، میں مٹی کو سجدہ کیوں کروں؟ یہ دھوکہ ہوا اس کج بخت کو، حالانکہ اس کو خدا کے حکم کی طرف دیکھنا چاہیے تھا، مٹی ہو یا کچھ ہو۔ غرض اس نے خدا کے حکم کا انکار کیا۔ اس کو ملعون ہونا تھا وہ ملعون ہوا۔ اس کے مقدر میں یہی تھا۔ غرض انسان کی پیدائش کا سلسلہ نطقہ سے چلا، نطقہ منی کا وہ جس قطرہ ہے کہ جو کپڑے پر لگا تو دھونا پڑے، پھر جب انسان بنا اور دنیا میں آیا تو مجبور تھا کہ کبھی اڑانے کی قدرت نہیں تھی اور جب جوان ہوا تو سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں، اب وہ اکرٹنے لگا اور مالک ہی کے غلاف پر تل گیا۔ نافرمانی کرنا شروع کیا۔ یہ ہے ہماری ہستی، ہم کیا تھے، کیلے کیا ہوئے، کہاں سے کہا ہم کو لایا گیا۔

اب مالک کی نافرمانی اور مخالفت کرنے لگے، اچھا میاں جوان ہوئے، طاقتور ہوئے اور قدرت آتی سب کچھ ہوا تو اب بھی کیا ہوا۔ پیٹ میں گوہ بھرا ہوا، رگوں میں خون، اگر کپڑوں کو لگ جائے تو دھونا پڑتا ہے۔ کان میں میل، ناک میں ریٹ، منہ میں تھوک۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک حکیم نے اپنی حکمت سے نجاست پر چمڑا مڑھ کر خوبصورت بنا دیا ہے۔ انسان کے اندر کیا چیز ہے اس پر انسان نے غور نہ کیا۔ مالک نے حکم سنا دیا۔ اس کو سوچنا چاہیے تھا کہ اب میں کیسے نافرمانی کروں۔ ہر روز اس سے ایسی چیز نکلتی ہے کہ جس کو دیکھ کر کراہت آتی ہے۔ اس کی بوسے دم گھٹتا ہے، اس کو اپنے ہاتھ سے دھوتا ہے، یہ ہستی ہے۔ ایسی ہستی ہو کر خالق کی نافرمانی کرتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عورت طرح طرح کے زیورات سے بناؤ سنگھار کر کے تیرے سامنے آتی ہے تو سب کو چھوڑ کر اس کی نجس جگہ کا ارادہ کرتا ہے، دیکھا تیرا یہ ارادہ ہے۔ غرض طرح طرح کی بیماریوں میں لدرے ہوئے ہیں۔ ایک رگ میں درد اٹھے تو اس کی سدھار نہیں ہوتی کیا مجبوری ہے ذرا غور تو کرو۔ کبھی ہمارے ہاتھ سے کچھ لے جاتی ہے تو مجال نہیں کہ اس کو روک سکیں، مجھ ہمارے سامنے کاٹتا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ایسا کانٹا لے چسین کر دیتا ہے۔ ایک چیونٹی ہم کو مضطرب کر دیتی ہے۔ دیکھا تو اپنی مجبوریوں کو۔ ایسا بچہ۔ ہرگز زبردست قدرت والے خدا کی نافرمانی کر رہا ہے۔

تمہاری حالت ایسی ہے۔ غرض تم میں اور جانور میں کیا فرق ہے، جانور کو بھی کھانے، پینے کی خواہش ہے، تجھ کو بھی کھانے پینے کی خواہش ہے۔ جانور کو بھی جماع کی خواہش ہے، تجھ کو بھی جماع کی خواہش ہے۔ پھر تجھ میں اور جانور میں کیا فرق ہے۔ جب تجھے غصہ آتا ہے تو درندہ بنا ہوا رہتا ہے۔ ان سب مجبوریوں پر غور کرو۔ ان مجبوریوں کے بارے میں کبھی سوچو اور اپنی حالت پر غور کرو۔ مگر کچھ بات ہے انسان میں میاں کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود انسان میں ایک چیز ہے۔ وہ کیا چیز ہے، وہ دل ہے تمہارے سینے میں کہ جس میں راز الہی ہے۔ دل اللہ کا خزانہ ہے، معرفت الہی کا صندوقچہ ہے جس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔ یہ چیز ایسی ہے تمہاری کہ تمہارے دل کے سامنے سب میسج ہے، سارے عالم میں تمہاری دھوم مچی ہوئی ہے لیکن تمہاری جو حالت ہے اس کے سبب دھوم نہیں ہے، اس لئے کہ تمہارا حال تو ایسی سن چکے، آپ کو یہ جو دل دیا گیا ہے، اس کے سبب سے عالم میں دھوم

چچی ہوئی ہے۔ عالم تو ایک طرف ہے میاں! اللہ تعالیٰ خود تمہاری طرف مائل ہے۔ اللہ تعالیٰ
 تمہارے دل کی طرف دن میں (۳۶۰) مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کو اثرات المخلوقات
 کہتے ہیں۔ غرض آپ کو ایک نایاب چیز ملی ہے، اس میں تو خزانہ ہے محبت کا، معرفت کا، راز الہی کا
 ان ہی چیزوں سے سینکڑوں باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ آپ کے دل کے خزانہ کو چھیننے کے لئے چار
 دشمن ہیں جو آپ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ کی ساری وقعت جو اس دل
 کے خزانے سے ہے چھین لی جائے تاکہ دوسرے جانوروں کی طرح تم بھی جانور بن جاؤ۔ وہ
 چاہتے ہیں کہ دل کے خزانہ کو اور اس کی دولت کو لوٹ لیں، ہوشیار رہو، اور سنبھل جاؤ میاں،
 یہ دل کا خزانہ، دل کی دولت کس طرح لوٹی جاتی ہے۔ سنو یہ اللہ تعالیٰ کا خلاف کرنے سے لوٹی
 جاتی ہے، اس لئے یہ چار دشمن آپ کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ آپ سے اللہ کی نافرمانی کرائیں۔
 پہلا دشمن کیا ہے سنو! پہلا دشمن دنیا ہے۔ دنیا کے واسطے کیا کیا نہیں ہو رہا ہے، کیا
 کیا نہیں کیا جا رہا ہے۔ کچھ خبر ہے آپ کو کہ یہ دنیا کیا کر رہی ہے سنو! یہ تم سے اندرونی دشمنی
 نکال رہی ہے۔ تم کو خدا کے خلاف چلا رہی ہے، خدا کی نافرمانی کر رہی ہے۔ میں تم کو ایک مثال
 سے سمجھاؤں گا۔ میاں ذرا یاد رکھو۔ یہی ایک مثال ہے نہ سمجھنا۔ ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ ایک
 مثال آپ کے سمجھنے کے لئے عرض کرتا ہوں۔ میرے دوستو! اگر آپ کے پاس کوئی امانت رکھائے تو کیا کرنا
 چاہیے، ویسے ہی بعینہ دینا چاہیے، اگر آپ اس میں سے ایک روپیہ لے لے لے اور اپنے پاس کا ایک
 روپیہ ڈال دیے اور کم نہ کئے تب بھی آپ نافرمان ہو گئے۔ امانت کا حکم ہے کہ بعینہ وہی چیز دینا جیسے
 آپ کے پاس رکھائی گئی ہے، میرے پاس کئی لوگ تڑپتے ہوئے آئے ہیں کہ ہم حج کے واسطے روپیہ
 جمع کئے تھے، ایک صاحب کے پاس یہ روپیہ رکھائے تھے وہ صاحب کل کل اور آج آج بولتے ہیں
 کسی دینا ہوں کہتے ہیں اور کبھی نہیں، ان کو کیا حق تھا کھا جانے کا، یہ نافرمانی خدا کی ہے۔ دنیا
 آپ کو نافرمان بنا کر آپ کے دل کا خزانہ لوٹ رہی ہے، وہ صاحب کو خبر بھی نہیں ہے اور ان کو
 معلوم نہیں کہ ان کے دل کا خزانہ لٹا یا نہیں۔ یہ دنیا دشمن ہے میاں آپ کی بس دشمن کا مقابلہ
 کرنے کے لئے کچھ باتیں کہتا ہوں، میرے دوستو! دنیا پر دھوکہ مت کھاؤ، جو کچھ تم کر رہے ہو، سب
 کر دو دنیا کو اپنا گھر مت بناؤ۔ آخرت کو اپنا گھر بناؤ۔ تب کبھی تم آخرت بگاڑ کر دینا نہ کرو گے

اگر آخرت کو اپنا گھر سمجھو گے تو جو کرو گے آخرت کے واسطے کرو گے۔ ایک دشمن ہے میاں دنیا، اسکا مقابلہ تو سمجھا دیا ہوں کہ سب کچھ کرو کر دنیا کو اپنا گھر مت سمجھو، آخرت کو اپنا گھر سمجھو۔

دوسرا دشمن میاں شیطاں الائنس ہیں، یعنی انسانوں میں کے شیطان۔ یہ بڑی صحبت ہے۔ بڑی صحبت بڑی ہی ہوتی ہے، میاں اس سے اچھے اچھے دیندار بگڑ گئے، خراب ہو گئے۔ اس سے بچتے رہو۔ یہ دوسرا دشمن ہے جو آپ کے دل کا خزانہ لوٹنے والا ہے۔ عادت پڑھنے کے بعد بڑی چیز بڑی نہیں معلوم ہوتی۔ میری باتوں کو خوب یاد رکھیے۔

ایک صاحب تھے جو عطر نکالتے تھے ان کے گھر میں عطر کی بو بہکتی تھی، ان کی بیٹی ایک **حکایت** ایسے گھر میں بیاہی گئی جہاں چڑے کی دباغت ہوتی تھی، وہ ایک عطر خانہ سے نکل کر بدبو کے گھر میں آگئی۔ اس کا دل کیا کہتا ہوگا۔ ہمیشہ ناک پکڑ کر ایک کونے میں بیٹھی رہتی تھی، ہوتے ہوتے اس کو عادت پڑ گئی۔ ایک دن سانس نے کہا کہ یہ ہو کچھ کام کی نہیں ہے ہمیشہ کونے میں بیٹھتی ہے ہو نے جواب دیا کہ نہیں، اماں جان میرے آنے کے بعد آپ کے گھر کی بدبو چلی گئی۔ افسوس بدبو نہیں گئی بلکہ ناک چلی گئی۔

غرض اچھا آدمی بھی بردوں میں جاتا ہے تو برا ہو جاتا ہے، اس کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ میں برا ہو گیا ہوں، جس طرح اس لڑکی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ میں بدبو کی عادی ہو گئی ہوں۔

تیسرا دشمن شیطاں الجن ہیں۔ یعنی ابلیس، یہ تیسرا دشمن ہے آپ کا۔ میں سچ کہتا ہوں دنیا اور شیطان آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ جب چوری ہوتی ہے۔ (میاں غور سے سنو) گھر کے بھیدی سے ہوتی ہے، یہ نفس ہمارے گھر کا بھیدا ہے شیطان نفس کو ملا کر دھوکہ دیتا ہے، لیکن اگر ہمارے نفس کی اصلاح ہو گئی ہو تو یہ شیطان کچھ نہیں کر سکتا۔ میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں، ایک شخص جارہا ہے اس کو ایک عورت نظر آگئی۔ اب شیطان کہتا ہے کہ دیکھ، اس کو دیکھ، وہ جارہی ہے اسکو دیکھ۔ شیطان یہی کہے گا، سر پکڑ کر اوپر نہیں کرتا۔ شیطان فقط دیکھ دیکھ کہے گا۔ شیطان سے نہ ہو سکا تو جن کی مدد لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے سر کو اونچا کر دے، اس کا سر پٹا دے تو وہ جن سر پکڑ کر اوپر کر دیتا ہے، آپ آنکھ بند کر لیجئے تو ابلیس کہتا ہے کہ اس کی آنکھ چیرا، اگر آپ کے نفس کی اصلاح ہو چکی ہے تو آپ نے آنکھ کی پتلی نیچے کر لی۔ انسانوں میں کے شیطان سے

بھی نہ ہو سکا۔ اگر ہوتا ہے تو نفس سے ہوتا ہے، آپ نے آنکھ پٹی کر لی اور بد نظری سے بچ گئے۔ شیاطین الانس سے بھی کچھ نہ ہوا۔ ابلیس سے بھی کچھ نہ ہوا، یہ فقط آپ کا نفس ہے جو آپ کو تباہ کرتا ہے، سمجھ لیا آپ نے؟ اب ایک اور بات آپ سے عرض کرتا ہوں، غور سے سنئے: آدم و حوا علیہما السلام کو جنت میں رکھا گیا، انھیں سب سے زیادہ کی وجہ سے ابلیس ملعون ہوا۔ اسے فکر ہوئی کہ آدم و حوا تو نرے اڑ رہے ہیں، کیا کروں اور کیسے بہکاؤں ان کو، لیکن جنت میں جانے کا موقع نہ تھا۔ باہر کھڑا ہوا تھا کہ طاوس یعنی مور جو خدمتی جنت کا تھا۔ باہر آیا۔ ابلیس اس کے سامنے بہت رویا۔ اس نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو، کیا بات ہے، کیا تکلیف ہے، کہا تکلیف تو کچھ نہیں ہے، میں بڑا عابد ہوں، جنت میں آکر دیکھنا چاہتا ہوں کہ عابدوں کا جنت میں کیا مرتبہ ہے، پورے کہا کہ میں کیسے لے جاؤں، دربان بیٹھا ہوا ہے اور کہا کہ سانپ بھی ملازم ہے، اگر وہ آجائے تو میں اس سے مشورہ کروں گا۔ اتنے میں سانپ بھی آیا۔ اس کے سامنے بھی شیطان بہت رویا۔ تب مشورہ میں یہ طے ہوا کہ سانپ کے منہ میں شیطان بیٹھے گا اور سانپ مور کو لپٹ جائے گا اور جنت میں شیطان سانپ کے منہ سے باہر نکل آئے گا۔ غرض سانپ کو مور اپنے پاؤں میں لپیٹ لیا اور جنت میں چھوڑ دیا، وہاں جا کر شیطان حوا کے پاس آیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنت سے نکال دیں گے لیکن اگر تم یہ پھل کھاؤ گے تو ابداً آباد تک جنت میں رہو گے۔ غرض دھوکہ دیکر آدم و حوا کو ممنوعہ پھل کھلایا جس کی وجہ سے آدم و حوا دونوں جنت سے نکلے گئے اور دنیا میں چھوڑ دیے گئے، مور کے لئے حکم ہوا کہ اس مردود کے پاؤں مسخ کر دو، بد صورت بنا دو، اور سانپ کے لئے کہا گیا کہ اس کے منہ میں زہر پیدا کر دو۔ اس کے پہلے سانپ کے منہ میں زہر نہ تھا۔ اب سانپ کے منہ میں زہر آگیا اور مور کے پاؤں خراب ہو گئے۔ جب وہ ناچتا ہے اور پاؤں پر نظر پڑتی ہے تو روتا ہے کہ میرے پاؤں کیسے خراب ہیں۔ ایسا ہی صا جبو! ہمارا نفس اس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہے۔ آپ کو دھوکہ دے کر تافریانی کرانا ہے، آپ غور کر کے سمجھ گئے ہوں گے کہ آپ کا سب سے زیادہ دشمن کون ہے، یہ نفس ہے جو آپ کے بغل میں بیٹھا ہوا، بغلی گھونٹے لگا رہا ہے۔

حکایت | ایک بہو تھی، کئی دن گذر گئے، بات ہی نہ کرتی تھی، ایک دن سانس نے کہا کہ بیٹی تم بھی کچھ بات کرو تو پہلی بات جو ہونے سانس سے کی وہ یہ تھی کہ اماں جان

میرے خادند جو تمہارے بیٹے ہیں اگر وہ مر گئے تو کسی سے میرا نکاح کرو دگی یا نہیں، تب ساس نے کہا کہ تم خاموش ہی رہو، تمہاری خاموشی ہی اچھی ہے۔ تم بات کر کے ساس کا بلیغ ٹھنڈا کر دیے میرے دوستو! جیسی یہ بہو تھی ایسا ہی تمہارا نفس ہے، جب بات کرے گا تمہارا دین و ایمان ٹھنڈا ہو جائے گا۔

اگر کہا جائے کہ رشوت نہ کھاؤ، اللہ نے اسکو حرام کیا ہے اگر ایسا کہا جائے تو نہیں کہتا ہے گا۔ اب تو آرام سے گذرتی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے یہ بھی بہو کے کہنے کی مانند بات ہے رشوت کھاؤ، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے۔ مگر اس بہو وہ نفس کو ذرا سمجھاؤ۔ ایک طبیب نے کہا کہ اس غذا میں زہر ہے، اگر کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔ مزے سے گذر رہی ہے، آرام سے گذر رہی ہے عاقبت کی خبر خدا جانے کہی نہیں کہو گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں کہ فلاں چیز میں زہر ہے تو کہنے ہو کہ اب تو آرام سے گذر رہی ہے دوران دونوں باتوں پر غور کرو۔ صا حیو! اللہ کا بولا ہوا ہے اس میں مزدور زہر ہو گا۔ مرنا تو ضرور ہے چلتے چلتے مر رہے ہیں، موت کا کوئی بھروسہ نہیں، اب تو آرام سے گذر رہی ہے، عاقبت کی خبر خدا جانے یہ تو بول ہی نہیں سکتے۔

نفس کی ایک باریک بات بتلاتا ہوں۔ غور سے سنو میاں، ایسی عبادتیں جن کی صورت نظر آتی ہے مثلاً نماز تو ایک بار نفس ایسی عبادت کرنے دے گا کہ اس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے اور بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ جن میں کچھ چھوڑنا پڑتا ہے جیسے گناہ تو ان کو نفس کرنے نہ دیکھا میرے دوستو! میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں سنئے۔ ایک بڑے عہدہ دار تھے، کسی بزرگ کے مرید بھی ہوئے تھے، وہ نماز پڑھتے تھے اور بہت سے وظیفہ بھی دوڑھائی گھنٹہ تک بیٹھ کر پڑھتے تھے اور موٹے موٹے دانوں کی تیس بھی کھٹ کھٹ چلتی تھی، کسی سے رشوت کی بات کریں تو وظیفہ خراب ہوتا ہے، اس لئے انگلیوں پر اشارہ میں بات ہوتی تھی۔ اہل غرض کہتا کہ دو سو روپے دیتا ہوں تو انگلیوں کے اشارہ سے کہتے کہ تین سو، اس نے کچھ کہا اور یہ کچھ اشارے سے کہے۔ غرض اس نے کہا کہ اچھا دیتا ہوں سر کا، تو یہ کونہ اٹھا دیکھ جا نماز کا۔ یہ سب کر رہے ہیں۔ وظیفہ خراب نہیں ہوتا۔ رشوت لئے تو کچھ نہیں ہوتا۔ غرض وظیفہ نماز بھی جاری اور

رشتوت بھی لے رہے ہیں۔ یہ نفس آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے یہ اس کی چالاکیاں ہیں۔
آپ کو نفس کی ایک اور چالاکی بتلاتا ہوں۔ نفس کہتا ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں کرنا۔ صغیرہ
گناہ کریں تو کیا ہوتا ہے مگر میرے دوستو! چھوٹی سی چنگاری سے گھر جلے گا یا نہیں۔ اسی طرح
سے کیا چھوٹا گناہ اور کیا بڑا گناہ۔

صاحبو! ایک شخص ہے سڑک پر چل رہا ہے اور بارش ہو رہی ہے ایک چھٹیا پڑا۔ دوسرا پڑا پھر
تیسرا پڑا۔ ایسے ہی چھینٹے پڑنے کی وجہ سے پورا پانچواں بھیک گیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ پینے سے کیا
قائدہ؟ اس طرح سب بھیک جاتا ہے، اسی طرح اگر کہو گے کہ چھوٹا گناہ کئے تو کیا ہوتا ہے سنو
گناہ صادر ہونے کے لئے نفس چھوٹا گناہ سکھاتا ہے، پھر بڑا گناہ کرتے ہیں تو اب کچھ خیر نہیں
ہوتی۔ دنیا کے دھوکے میں مت آؤ۔ چھوٹے گناہ کا ضرر بھی ویسا ہی ہوتا ہے جیسے بڑے گناہ کا۔
اور نفس کا یہ بھی دھوکہ ہے، کہتا ہے کہ اب گناہ کرو، تو یہ کہیں گے۔ سنو آپ اور سمجھو،
اس کو دھوکہ کہتے ہیں، اگر ایک شخص کے پاس مرہم ہو تو میاں مرہم کے بھر دسہ پر کیا ہاتھ کاٹ
لیتے ہیں، یا ہاتھ کاٹ جائے تو مرہم لگاتے ہیں۔ اسی طرح توبہ کے بھر دسہ پر گناہ نہیں کرتے،
بلکہ اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کرتے ہیں۔ دیکھا آپ نے نفس کی چالبازی کو۔ میں اس کی چالبازیاں
آپ کو دکھا رہا ہوں۔ غرض توبہ کے بھر دسہ پر گناہ کئے جا رہے ہیں۔

ایک موٹی مثال سے سمجھاتا ہوں۔ نفس کہتا ہے کہ ارے میاں اللہ کی رحمتیں ہمارے گناہوں
سے کم نہیں ہے بلکہ بڑی ہوئی ہے۔ اور نفس یہ بھی کہتا ہے کہ حدیثوں میں اللہ کی رحمت کا ذکر
آیا ہے اس لئے ان کی رحمت کے سامنے ہمارے گناہ کیا چیز ہیں۔ صاحبو! نفس آپ کو دھوکا
دے رہا ہے۔ میرے دوستو! ذرا غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھی آیتیں ہیں اور غضب
کی بھی غضب کی آیتیں چھوڑ کر کیسے صرف رحمت کی آیتیں لے رہے ہو۔ رحمت کی حدیثوں سے
ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کو ہم سے بہت محبت ہے، اور اگر ہم کو بھی ان سے محبت ہے تو کیا کرنا
چاہیے۔ ہم کو ان کی اطاعت کرنا چاہیے یا نافرمانی۔ اللہ کی رحمت کو سن کر یہ سمجھیں گے کہ
اللہ کو ہم سے محبت ہے، آئی اس کے محبت کے بدلہ میں اللہ کا قلاف ہی کرنا چاہیے، کیا چال
چلا ہے دیکھو، یہ چال نفس کی ہے سمجھ رہے ہیں نا آپ اس کی چال کو۔

جو گناہ ظاہری ہیں ان سے تو آپ ایک بار رک جائیں گے لیکن جو گناہ دل کا ہے آپ اس سے رکتے نہیں، کیونکہ آپ کو خبر ہی نہیں کہ دل کا گناہ کیا ہوتا ہے میاں، میں اسکو تفصیل سے مثال دیکر عرض کرتا ہوں کہ دل کا گناہ کیا ہے۔ کینہ، حسد کرنا، اپنے کو بڑا سمجھنا، کسی کو حقیر سمجھنا۔ ممکن ہے نفس ظاہری گناہ نہ کرنے دے، لیکن اس گناہ سے تو بچنے نہ دے گا۔

حکایت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک وقت بازار کو جا رہے تھے راستہ میں ایک شخص نے سوال کیا (یعنی پیسہ مانگا) آپ نے منہ سے تو کچھ نہیں فرمایا لیکن دل میں خیال فرمائے کہ یہ ہٹا کٹا آدمی ہے اس کو خیال نہیں آتا کہ بھیگ مانگ رہا ہے۔ عرض آپ ایک طن چلے گئے۔ اور وہ دوسری طرف چلا گیا۔ آپ نے رات میں خواب دیکھا کہ ایک شخص مردار گوشت لاکر کہہ رہا ہے کہ حضرت کھاؤ۔ آپ فرمائے کہ میں اس کو کیسے کھاؤں، تب اس نے کہا کہ صبح کو کھائے تھے نا حضرت۔ اس فقر کی دل سے غیبت کی تھی یا نہیں، اس لئے مردار گوشت کھائے یا نہیں۔

عرض ظاہری گناہ سے رکیں گے دل کے گناہ سے نہیں رکیں گے، میرے دوستو! یہ گناہ تو دل کا گناہ ہے میاں۔ ان گناہوں کے بارے میں کیا کہتے ہو نفس تو آپ کا ایسا دشمن ہے کہ وہ پہلے ہاتھ پاؤں کے گناہ ہی سمجھنے نہ دے گا۔ آنکھ کا گناہ کیا ہے میاں، غیر اجنبی عورت کو دیکھنا یا اس کے کسی ایسے عضو کو دیکھنا جو ناجائز ہے۔ مثلاً غیر محرم عورت کے سر کے بال دیکھنا بھی گناہ ہے کسی کی دولت کو دیکھ کر ویسا ہی خود کے لئے ہونے کی خواہش کرنا یا حرص کرنا یہ بھی گناہ ہے میاں، زبان کا گناہ چغافوری کرنا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا ہے، کان کا کیا گناہ ہے چھپکے کسی کی باتیں سننا، ہاتھ کا گناہ، غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا، یا ناجائز مضمون لکھنا یہ بھی ہاتھ کا گناہ ہے، پاؤں کا گناہ کیا ہے، کسی ناجائز جگہ چل کر گیا وہ پاؤں کا گناہ ہے، ایک پیٹ کا گناہ ہے، وہ مال حرام کھانا ہے۔ اس سے بہت کم بچتے ہیں، اس میں بہت سے مبتلا ہیں، گرفتار ہیں۔

حکایت امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں۔ تین سال تک مغرب کے وضو سے صبح کی نماز پڑھے۔ یوں تو ستر سال تک شب بیدار رہے، اور دنیا کو چھوڑ کر

ایک غار میں جا کر رہے تھے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غار کے کونے سے آواز آئی
 احمد تمہارے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ اور دو کالے قطرے ان کے منہ پر ٹپکے اور منہ
 سیاہ ہو گیا۔ مرید روئے کہ مرشد کا یہ حال ہے تو مریدوں کا کیا حال ہوگا۔ بہاری نافرمانی کی وجہ
 سے بہارا کیا حال ہوگا۔ غرض روئے اور دفن کر دیئے۔ ایک مرید کے خواب میں حضرت تشریف
 لائے، اس نے دیکھا کہ زمین و آسمان تک نور ہی نور ہے، اس میں حضرت بیٹھے ہیں اور آپ کے
 ساتھ خلفاء راشدین ہیں، وہ دوڑ کر گیا اور دریافت کیا کہ حضرت وہ کالے قطرے کیا تھے، آپ
 نے جواب دیا کہ نامہ اعمال میں دیکھا کہ مال حرام کی دو چوٹیوں سے دو وقت کچھ خرید کر جو کھایا
 تھا وہ دو کالے قطرے بن کر ٹپکے لیکن میں درود شریف زیادہ پڑھتا تھا۔ یہ اسی کا نور ہے
 جو تو دیکھ رہا ہے میں لوگوں کو چونیک باتیں بتلاتا تھا۔ اس کے بدلہ میں یہ خلفائے راشدین
 میرے ساتھ ہیں۔

دیکھا آپ نے پیٹ کا گناہ یہ خرابیاں پیدا کرتا ہے نفس ہمیں کچھ خبر ہونے نہیں دیتا
 غرض ہم نفس کے دھوکہ میں ہیں۔

ایک جسم کا گناہ ہے میاں وہ کیا ہے کافروں کا لباس پہننا، یہ جسم کا گناہ ہے، کیا کہوں
 مسلمانوں کی حالت دیکھتا ہوں تو بول ہی نہیں سکتا۔ ان کو دیکھ کر اندر ہی اندر دل گھٹتا ہے عورتیں
 ننگے آستین نکالے ہیں۔ ایک چولی پہنتی ہیں کہنی تک، یہ ہندوؤں کی چولی ہے۔ ہندوؤں کی عورتیں
 ایسی چولی پہنتی ہیں۔ یہ چولی پہننے کے بعد معلوم نہیں ہوتا کہ مسلمان عورت ہے یا غیر مسلم عورت
 یہ کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ گاؤں میں جا کر دیکھو تو صرف نام سے پہچانے جاتے
 ہیں اور لباس کافروں کا اس لباس سے صرف صورت کافروں کی بتاتے ہیں۔ مہذب لوگ
 کوٹ پتلون پہنتے ہیں، انگریزی کے الفاظ ہیں، اور مجھے انگریزی نہیں غالباً وہ لفظ نکلتا ہے عیسیٰ علیہ السلام
 کو سولی دی گئی تھی اس لئے ان لوگوں نے اس کی شکل بنا کر گلے میں لگائے ہیں مسلمانوں کی کیا
 کم بخشتی آئی، کیا بھی ان کے پاس کوئی تمیز کی چیز ہے۔ یہ کیوں لگا رہے ہیں۔ غرض سب کافروں کا
 لباس پہن رہے ہیں۔ کیا اسلامی غیرت بھی نہیں ہے۔ قومی امتیاز بھی نہیں ہے۔ لباس سے
 معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ مسلمان ہے یا کافر۔

سنو صاجیو! اسلام کے پانچ جزء ہیں۔ ایک عقائد۔ عیسائیوں کے عقائد سے ہمارے عقائد الگ ہیں۔ دو بہرے عبادت۔ (جیسے نماز، روزہ وغیرہ) ہیں۔ تیسرے معاملات ہیں۔ چوتھا جز معاشرت ہے۔ پانچواں تمدن ہے۔ یہ پانچ چیزیں ہیں۔ تمدن بھی ایک جزء ہے اسلام کا۔ اس کو غارت کر رہے ہیں۔ عورتیں کافروں کی سی بن گئی ہیں بعض عورتیں ٹیکہ لگانے لگی ہیں۔ یہ کبھتی کی بات ہے مسلمانوں کی شان تھی کہ پہلے آستینوں کی چولی پر کرتا پہنتے تھے اب لائے آستین کی بجائے کہنیوں تک پہنتی ہیں، بالکل کافر عورت معلوم ہوتی ہیں۔ شاید یہ خیال ہوتا ہوگا کہ صورت تو کافروں کی بنائیں گے گو عقائد نہ بد لیں گے لیکن کیوں پہن رہے ہیں کافروں کا لباس۔ صلا جیو! اس وقت نفس کیا کہہ رہا ہے سنو نفس یہ کہہ رہا ہے کہ ارے میاں کافروں کا لباس پہن لئے تو کیا کافر ہو جاتے ہیں۔ نہیں ہوتے ہیں میاں، ذرا ساڑھی چولی پہن کر اس مجمع میں آپ آجائیے۔ مجمع میں اس طرح آئے تو کیا آپ عورت ہو جائیں گے۔ آپ عورت نہیں بن جاتے۔ مرد کے مرد رہتے ہیں لیکن آپ سے آیا نہ جائے گا، پھر کافروں کا لباس پہن کر کیسے آیا جاتا ہے۔

میاں اس لباس نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔

حکایت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے شہر میں ایک عورت رشتی تھی۔ کسبن تو انہیں تھی مگر کسبن بن گئی تھی۔ نہایت خوبصورت ہونے کی وجہ سے شہر کے تمام پیسہ والے گرویدہ ہو کر اس کے پاس جاتے تھے۔ حضرت بایزید بسطامی کو برا معلوم ہوا کہ یہ کبھت پیسہ لوٹ رہی ہے۔ حرام کاری ہو رہی ہے اور پیسہ الگ ضلع ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک روز حضرت اس کے دروازہ پر آکر بیٹھ گئے۔ جب لوگ آنے لگے تو حضرت کو بیٹھا دیکھ کر واپس ہونے لگے، اس نے اندر سے کہا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں، کیا کہنا ہے کہو، حضرت فرمائے کہ میں ایک رات رہنا چاہتا ہوں اس نے کہا کہ آپ کے جیب میں ایک کوڑی بھی نہیں ہے، اور میری فیس دو سو اثرنیاں ہیں۔ کیا آپ دیں گے اس کو۔ آپ فرمائے ہاں دوں گا۔ اور دو سو اثرنیاں نکال کر دیدیے پیسہ دینے کے بعد وہ آپ کی باندی بن گئی اور حضرت کو اندر لے گئی۔ آپ بیٹھ کر فرمائے کہ میں جو کچھ کہوں گا کیا تم اسکو سنو گی؟ اس نے کہا ہاں سنوں گی، آپ فرمائیے میرا جی چاہتا ہے

کہ میرے کپڑے تم کو پہنا کر دیکھوں کہ ان میں تم کیسی نظر آتی ہو، اور چاہتا ہوں کہ فاسقوں کے کپڑے نکال کر متقیوں کے کپڑے پہنا کر دیکھوں، وہ اس پر راضی ہو گئی، جب وہ حضرت کا جبہ شاہ پہن کر کھڑی ہو گئی، تو آپ اس کے پاس کھڑے ہو کر یہ دعا کئے کہ الہی! میں نے تو اس کے ظاہری لباس کو اتار دیا ہے، فاسقوں کا لباس اتار کر متقیوں کا لباس پہنا دیا ہے۔ اس کے دل کی اصلاح اور اصلاح آپ کے ہاتھ ہے۔ اس متقی لباس کو پہننے کی وجہ سے آپ اس کے دل کو درست کیجئے ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس نے ایک چنچ ماری اور کہا کہ حضرت اب میں آئندہ گناہ نہ کروں گی اس لئے آپ مجھے تو بہ کرائیے۔ حضرت تو بہ کرائے۔ حضرت سے ذکر و ریاضت سیکھی، اس کے بعد ایک دفعہ مکہ میں حضرت بایزید بسطامیؒ کے پاس اڑتی ہوئی آئی اور بے موسم کے میوے کھلائی اور دعا ہو گئی یہ کپڑوں کی شان ہے میاں، یہ کپڑا اس نوبت پر پہنچا تھا ہے آپ فاسقوں کا گناہ گاروں کا لباس پہنتے ہیں۔ گاؤں میں دیکھو کافروں کا لباس پہنا جا رہا ہے۔ غرض کہیں کافروں کا لباس ہے تو کہیں انگریزوں کا لباس، یہ ایک جہانی گناہ ہے۔

میرے دوستو! آپ غور کر لئے۔ نفس دھوکہ باز ہے، میں نمونہ کے طور پر سمجھا دیا ہوں، اور آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اب کیا کرنا چاہیے، آپ اپنے نفس کا مقابلہ کیسے کریں گے۔ اس کا مقابلہ یہ ہے کہ نفس کے تقاضہ کو اور اس کی خواہشات کو پورا مت کرو۔ اس کے بجائے دیکھو کہ اللہ اور رسول کا اس کے مقابلہ میں کیا حکم ہے، اس پر عمل کرو کسی سے پوچھ کر یا دینیات کی کتابیں دیکھ کر عمل کرو۔ چند روز تک ایسا معلوم ہو گا کہ کام بہت سخت ہے مگر ہوتے ہوتے عادت ہو جائے گی اور غیب سے آپ کی تائید ہوگی تو آپ کا نفس مغلوب ہو جائے گا۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ نے ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو پوچھا کہ اے اللہ آپ کے پاس پہنچنے کا کوئی قریب کا راستہ بتلائیے، تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا بایزید تم نفس کی تائید مت کرو، میرے پاس پہنچنے کا قریب تو راستہ یہی ہے۔

دوستو! میں آپ کو آپ کے دشمنوں سے واقف کرادیا ہوں۔ اور آپ کو ان کی چالیں بھی سمجھا دیا ہوں۔ نفس یہ چالیں گیارہ ہینہ تک چلتا رہے گا۔ اس لئے آپ کو واقف کرانے کے لئے سب کچھ سمجھا دیا ہوں۔ رمضان المبارک تو اب جا رہے ہیں، ہم تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے تھے کہ

اگر کوئی مہمان کہیں سے آیا ہے تو وہ ٹھہرے گا نہیں۔ اے ماہِ رمضان آپ جا رہے ہیں جیسے، ہم سمجھے ہوئے ہی تھے کہ آپ جانے والے ہیں۔ اے ماہِ رمضان جاؤ! آپ پھر آئیں گے مگر افسوس اس کا ہے کہ ہم آپ سے ملتے ہیں یا نہیں۔ آپ کو روتے ہوئے رخصت کرتے ہیں۔ اے ماہِ رمضان! آپ جاتے ہیں جاؤ۔ آپ کی جیسی خاطر کرنا تھا ہم آپ کی خاطر نہیں کئے۔ آپ ہم سے نالاں ہو کر مت جائیے، ہم سے راضی ہو کر جائیے، ہم کو آپ سے بہت سے کام لینا ہے۔ قیامت کے موقع پر کام لینا ہے اس لئے ہم سے خوش ہو کر جاؤ۔

سنو صاحبو! رونا کس موقع پر ہوتا ہے میرا خیال ہے کہ بچے روتے ہیں، کیوں کہ رونا بچوں کا کام ہے، یا کوئی مر گیا تو روتے ہیں، اور مصیبت آئی تو روتے ہیں اور کس لئے روتے ہیں ہاں عورتیں ماں باپ کے گھر سے سسرال میں گئیں تو روتے ہیں۔ پس کیا یہی چیزیں رونے کی ہیں، ہمارے ہمارے سمجھ پر پتھر پڑے ہیں۔ میاں ہمارے نافرمانیوں پر رونا۔ اصلی رونا تو ہے خدا کی نافرمانی پر۔ یہ ہیں رونے کی چیزیں میاں۔ میرے دوستو! میں اب آپ سے عرض کرتا ہوں کہ کبھی کبھی تنہائی میں جا کر وہاں بیٹھ کر اللہ سے رجوع ہو کر اپنے گناہوں کو یاد کرو۔ نافرمانیاں ہونی ہیں اس لئے توبہ کرو، اور مغفرت مانگو۔ میاں کیا بھروسہ ہے زندگی کا، آج ہیں کل نہیں، ہر گناہ کو تنہائی میں یاد کرو، اور ان گناہوں کو معاف کراؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے مجمع پر خدا کی رحمت برسی ہے اب ہمارے اس مجمع پر بھی خدا کی رحمت برسی رہی ہے اس لئے اب دعا کر کے ختم کرنا ہوں۔

دعاء

الہی! مالک! ہمارے مالک! ہم آپ کے غلام ہیں۔ مگر ہم کو غلام کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے کیوں کہ جیسا آقا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا غلام ہوتا ہے نہ کہ ہم جیسا ناریکا، غلام بھی ہوں تو ویسے ہی ہونا چاہیے جیسا کہ مالک ہوتا ہے۔ غلام یو لوز، یو لو، ہم تو غلام ہیں، مگر کیسے غلام ہیں میاں۔ ہم تو بھاگے ہوئے غلام ہیں، در بدر مارے مارے پھر رہے ہیں کبھی اس در پر نہیں آتے کبھی اللہ کے در پر نہیں آتے۔ بھاگے ہوئے غلام ہیں، تیرے در پر کبھی نہیں آتے۔ مالک ہمارے صرف یہ رمضان کا طفیل تھا کہ ہم کو تیرے دروازہ پر لا کر ڈالا۔ ہم کو خیر کے دروازہ پر

لا کر ڈالا۔ اب رمضان جا رہے ہیں۔ الہی! ہم کو اپنے در سے مت نکالے۔ یہ رمضان ہم کو آپ کے در پر لا کر ڈالے ہیں، سب وہ جا رہے ہیں تو ہم کو اپنے در سے مت نکالے۔ الہی! ہم اپنے گناہوں کو یاد کرتے ہیں۔ جو کچھ نافرمانیاں ہوئی ہیں ہم اس پر شرمندہ و نادم ہیں، اور ہم سب کے سر جھکے ہوئے ہیں، شرم کے مارے سر جھک رہے ہیں۔ ہم دنیا طلب کئے لیکن اللہ کو کبھی طلب نہیں کئے ہمیشہ دنیا طلب کرتے رہے۔ یا الہی! یا الہی! یہ آپ کی رحمت ہے، یہ آپ کا کرم ہے کہ ہمیں مغفرت دے کر ہم کو یاد کرتے ہیں۔ الہی! ہم سر اپا گناہگار ہیں۔ میں اپنی طرف سے اور آپ سب کی طرف سے کہہ رہا ہوں الہی! ہم سر اپا گناہگار ہیں۔ الہی! ہم بندے جس طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں یا الہی! اسی طرح آپ بھی دونوں ہاتھ پھیلا کر کہتے ہیں کہ لے میرے گناہگار بندے کب تک تو گناہ میں رہے گا، ارے میرے پاس آ۔ ایسا کہہ کر ہم کو بلاؤ۔ اللہ تعالیٰ ہاتھ پھیلا کر کہتا ہے کہ کب تک گناہگار مجھ سے بے رخ رہے گا ارے آ، ارے آ میں تیری توبہ قبول کروں گا۔

حکایت | ایک شخص تعامیاں! اس کی تمام عمر گناہوں میں گزری، اس نے ایک دن آئینہ دیکھا تو ایک سفید بال نظر آیا تو یہ سمجھا کہ موت کا پیغام آیا تو اس نے رو کر اللہ سے عرض کیا کہ میں عمر بھر کا گناہگار ہوں، اب توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ میری توبہ قبول کریں گے حکم ہوا، اور غیب سے آواز آئی تو مجھے دوست نہیں رکھتا تھا، تو نے میرا ساتھ چھوڑا، تو میں نے بھی تیرا ساتھ چھوڑا تو میری تافرمانی کرتا رہا۔ میں تجھے مہلت دیتا گیا۔ اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ ارے میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔

صاحبو! توبہ کرو، رو، پلاؤ اور رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بناؤ۔ الہی! ماں جیسے اپنے بچے کے غیبوں کو پھیلاتی ہے ایسا ہی الہی! آپ ہمارے گناہ چھیپاتے ہیں۔ ہم کو رسوا ہونے نہیں دیتے۔ ہم خود ہی رسوا ہوتے ہیں۔ الہی! آپ کسی کو رسوا نہیں کرتے۔ الہی! ماں جیسا بچوں کے قصور چھیپاتی ہے ویسا ہی آپ بھی چھیپاتے ہیں، ہمیں رسوا نہیں ہونے دیتے۔

صاحبو! جب بچہ دیکھتا ہے سانس پھو کو تو ان کو پکرا لیتا ہے لیکن ماں بچا لیتی ہے، الہی! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، یعنی ہم کو جو چیزیں نقصان پہنچانے والی ہیں، ان کو ہم پکڑ لیتے ہیں آپ ہم کو بچاؤ۔ جیسا کہ ماں بچہ کو بچاتی ہے اسی طرح آپ بھی ہم کو بچاؤ۔ اور توبہ کس کو

کہتے ہیں میاں، تو یہ یہ ہے کہ کیئے ہوئے کام پر نادم ہونا اور آئندہ نہ کرنا۔ الہی! ہم بھی توبہ کرتے ہیں کہ ہم کبھی گناہ نہیں کریں گے۔

الہی! آپ ہم کو توفیق دو کہ ہم کبھی گناہ نہ کریں۔ الہی! ہم وہ کئے جو ہمارے لائق تھا۔ آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہے۔

گناہوں کو مٹانا اس کی جگہ نیکیاں لکھنا یہ آپ کے لائق ہے۔ الہی! سب کو آپ اپنا بنائیے ہمارے عالم کو آپ گن گنہ کر بنائے ہیں، ہم کو آدم سے بنائے ہیں، اور آدم کو آپ اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں، اس لئے ہم کو روزخ میں نہ ڈالیے۔ آپ ہم کو اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں اس لئے ہم کو روزخ کی آگ میں نہ جلائیے۔ آپ تو ہمارے ہیں، آپ ہمیشہ ہمارے رہیں۔ ہم کو بھی آپ اپنا بنا لو۔ آپ ہم کو بھی اپنا بنا لو۔

يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

جا میا واقفِ دم باش عزیزاں زقند
فکرِ عقبیٰ بکنِ آخر کہ تو ہم ہمساف
کم خور و کم خپ و کم گو ہم بھہلا کم نشین
دائما در ذکر باش و خویش را میں بدترین

از طفیل خواجگان نقشبند

کار دیا ما قبت محمودیاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعُظْمٰی مَبَارَك

سورۃ ۲۸، رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۶۴ء

دُعَا مَبَارَك شروع ہونے سے پہلے حاضرین سے فرمایا کہ پہلے سب تین مرتبہ درود شریف پڑھیں، آپ نے بھی یہ درود شریف پڑھا۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَفْضَلِ
صَلَّوَاتِكَ وَعَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
ترجمہ :- اے اللہ درود بھیج ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی
آل و اصحاب پر سب سے افضل درود اور اتنی تعداد میں جو آپ کی معلومات

کے موافق ہے برکت اور سلام نازل فرما۔

حضرات! رمضان المبارک آئے بھی اور چلے بھی، اور یہ ایسا

مبارک زمانہ تھا کہ ہر شخص کے دل میں نیک خیال ہی آتا تھا۔ یہ مبارک زمانہ اب ختم ہو رہا
ہے، اب یہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس وقت آپ کے سامنے رمضان شریف کے کچھ فضائل
بیان کئے جائیں تو کیا فائدہ کہ یہ گیارہ مہینے بعد کام آئیں گے۔ ہمیشہ میرا یہ خیال رہتا ہے کہ
آپ کے سامنے ایسی چیز پیش کر دوں جو اس کے بعد گیارہ مہینے تک کام دیتی رہیں، اگرچہ کہ
یہ رمضان المبارک کا آخری زمانہ ہے، اس لئے کچھ رمضان المبارک کے فضائل کا بھی بیان
ہونا چاہیے تھا لیکن اب اس کا موقع نہیں ہے کیوں کہ رمضان المبارک تو چلے، اس لئے اس
کی بجائے میں آپ کو ایسی چیزیں سناتا ہوں کہ اگر آپ ان کو اپنے ذہن میں رکھیں تو اس سے
گیارہ مہینے تک فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اور کام لے سکتے ہیں۔

صاحبو! آپ کو وہ حدیث تو یاد ہوگی کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

صبرِ دل

فرمایا ہے کہ انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب تک وہ درست رہتا ہے تو سارے اعضاء درست رہتے ہیں، جب وہ بگڑتا ہے تو سارے اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرمائے ہیں، اس سے کیا مراد ہے۔ صاحبو! گوشت کے ٹکڑے سے مراد دل ہے۔ دل اچھا ہوتا ہے تو سارے اعضاء اچھے کام کرتے ہیں۔ جب یہ دل بُرا ہو جاتا ہے تو سارے اعضاء بے کَم ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل نیک کام پر عمل پیرا ہو تو سارے اعضاء اچھے کام کرتے ہیں اور اگر دل بے کَم ہو تو سارے اعضاء بے کَم کام کرتے ہیں اللہ کی مخلوق میں دل سے زیادہ اچھی چیز کوئی نہیں ہے۔

صاحبو! دل کیا ہے سنو، یہ ربّانی صندوقچہ ہے، اس میں رحمانی موتی رہتے ہیں۔ میرے دوستو! اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائے ہیں کہ دل ایسی چیز ہے کہ جس کی طرف اللہ تعالیٰ روزانہ تین سو ساٹھ مرتبہ نظر ڈالتا ہے۔ غور فرمائیے کیا تعریف ہے اس کی، کیا عزت ہے اس کی، اگر کسی شخص کے کسی نیکی کو اس شخص کی طرف جو منسوب کرتے ہیں تو وہ دل ہی کے عمل کی وجہ سے ہے۔ مثلاً اگر کسی کو زاہد کہتے ہیں تو انسان زاہد نہیں ہے بلکہ جب اس کا دل سب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہو جاتا ہے تو دل کے اس عمل کی وجہ سے اس شخص کو زاہد کہتے ہیں یا اگر کسی کو عاشق کہتے ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے دل میں محبت بھری ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے سبب سے اس کو عاشق کہتے ہیں، اگر عتاب ہوا تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ خطاب ہوتا ہے تو دل پر ہی ہوتا ہے۔ سعید بھی دل ہی ہوتا ہے اور شقی بھی دل ہی ہوتا ہے، اس لئے دل کے متعلق عرض کرتا ہوں غور سے سنئے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں دل ایک عجیب چیز پیدا کی ہے اور دل اور جسم میں عجیب تعلق ہے کہ جب جسم سے کوئی نیک کام کریں تو دل میں نور آتا ہے اور اگر جسم سے برا کام کریں تو دل میں برائی آتی ہے یعنی آپ نیک کام کریں تو دل میں نور آتا ہے گناہ کریں تو دل میں سیاہی اور تاریکی آتی ہے۔

صاحبو! قلب کے معنی کیا ہیں سنو! قلب کے معنی ہیں الٹ پلٹ ہونے کے، اس کا خلاصہ یہ کہ ایسی شریف مخلوق ہونے کے باوجود عجیب و غریب ہے یہ دل۔ اس میں یہ عیب ہے کہ

الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے، یعنی یہ دل انسان کی روح اور نفس کے بیچ میں ہے۔ کبھی نفس کی طرف ہو جاتا ہے تو کبھی روح کی طرف، اگر روح کی طرف ہو جائے تو فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے اور اگر نفس کی طرف ہو جائے تو شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے، اس میں صفت ہے الٹ پلٹ ہونے کی، جس کی صفت اختیار کرتا ہے ویسا ہو جاتا ہے، اسی واسطے میں آپ کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دل میں گناہوں کی وجہ سے کیا ہوتا ہے، نیچے! یہ چھت نہایت سفید ہے، اگر یہاں چو لہا جبہ میں تو پہلے تو کچھ خبر نہیں ہوتی لیکن اگر دس، پندرہ دن چو لہا جلے گا تو سارا چھت کالا ہو جائے گا۔ یہ نمونہ ہے دل کے گناہوں کا، دل کے گناہوں کے سبب سے دل پر کچھ سیاہی سی چڑھتی ہے مگر شروع شروع میں تو آپ سمجھ نہیں سکتے لیکن بڑھتے بڑھتے دل کالا ہو جاتا ہے، جب دل کالا ہو جاتا ہے تو اس کو عربی میں "رین" کہتے ہیں اور اردو میں "زنگ" ایسے دل میں اصلاح کی امید رہتی ہے، اس کے واسطے بہترین نسخہ کیا ہے، یہ زنگ دل سے دور کرنے کے واسطے روزہ اور قرآن بہترین نسخہ ہے، یہ دونوں چیزیں دل کی سیاہی دور کرنے کے لئے کیسیا ہیں اور بہترین چیزیں ہیں۔ اسی واسطے رمضان میں روزے فرض کئے گئے ہیں، اور قرآن بھی پڑھا جاتا ہے، روزوں سے اور قرآن پڑھنے اور سننے سے دل کی سیاہی دور ہوتی ہے، اور اس کے سبب سے زنگ دور ہو جاتا ہے مگر بات یہ ہے کہ جب یہ سیاہی بڑھتے بڑھتے انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور اس کا انتہائی درجہ ہو جاتا ہے تو اس وقت قبولیت کی امید نہیں رہتی۔ اور اس دل کے اصلاح کی بہت کم امید رہتی ہے، غرض جب دل کی گری ہوئی حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اس پر مہر ہو جاتی ہے اس کے لئے قرآن شریف میں "خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ" (پ۔ رکوع۔ سورہ یقرا)

(ترجمہ: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) آیا ہے۔

اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے سنو! اس کے بعد توبہ کی توفیق بند ہو جاتی ہے اور کوئی کتنا ہی سمجھا سمجھ میں نہیں آتا، حق بات پر ہر طرف شبہ پیدا ہوتا ہے اور شبہ ختم ہی نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہی جاتا ہے، چیز بڑی ہے اس کی وجہ سے مہر ہو جاتی ہے۔ بسو صابو واجب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دیکھ بندے، تجھ کو میں پاک اور ستھرا دل دیکر بھیج رہا ہوں۔ ایسا ہی دل لے کر میرے پاس آنا۔ دنیا میں آنے کے بعد میاں گناہ کے سبب سے دل پر سیاہی چھا جاتی ہے اور دل پر مہر

ہو جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کو آپ سے محبت ہے، اس لئے آپ کے فرما ہے کہ اے میرے بندے تیرے دل کی یہ حالت مجھ سے بچی نہیں جاتی۔ اس واسطے طرح طرح کی تدبیریں سکھاتا ہوں۔ صابو! قرآن میں جو کچھ کہا گیا ہے اور جو کچھ سمجھایا گیا ہے وہ اسی۔ اے انسان! کیسا ہی کو دور کرنے کیلئے ہے لیکن انسان کی عجیب حالت ہے کہ اللہ سے منہ موڑا ہوا ہے اور اسی سے بے رخی برتا ہے لیکن اللہ بے رخی نہیں ہے، انسان تعلق توڑنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ تعلق توڑنا نہیں چاہتا۔ انسان اللہ کا ہونا نہیں چاہتا لیکن اللہ انسان کو اپنا بنانا چاہتا ہے، فریضہ اللہ تعالیٰ کو انسان سے بید محبت ہے، اللہ تعالیٰ انسان کو دوست بنانا چاہتا ہے اس لئے سمجھاتا ہے تو انسان بگاڑتا ہے، اسکی مثال ایسی ہے جیسے اگر کسی شخص کا بیٹا زالاؤں ہو جائے تو باپ اسکی اصلاح کی فکر میں رہتا ہے اور طرح طرح کی تدبیریں کرتا ہے کہ کسی طرح بیٹا راہ راست پر آجائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان کے دل کی حالت بگڑی ہوئی ہے اسی واسطے قرآن میں طرح طرح سے سمجھاتے ہیں، تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور صاف دستہ ادا لیکر دنیا سے جائے۔ اسی لئے صابو! جب آپ دنیا سے جاؤ تو دل صاف دستہ لیکر جاؤ۔ سنئے! اگر شہد میں زہر ملا ہوا ہو اور بچہ شہد کھانے کیلئے ضد کرے تو ماں طرح طرح سے کوشش کرے گی کہ بچہ زہر نہ کھائے، اسی طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ انسان گناہ کرتے ہیں۔ میرے دوستو! انسان گناہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ میرے اس معروضہ کو یاد رکھو۔ ہم خدا کی نافرمانی نہیں کر رہے ہیں بلکہ زہر کھا رہے ہیں۔ بچہ کی نظر شہد پر پڑتی ہے تو ماں نظر کھنتی ہے اس زہر پر کہ جو اس شہد میں ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اللہ ہم پر نظر رکھتے ہوئے ہیں اور اتنی نظر زہر کی طرف ہے، اسی واسطے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھ بندے! میں تجھ کو گناہوں سے روکتا ہوں تو تو سمجھتا ہے کہ میں تیرا نقصان کر رہا ہوں لیکن تیرا یہ خیال غلط ہے، میں تجھ کو گناہ کی لذت سے روکتا ہوں کیونکہ وہ زہر ہے اس زہر سے بچ کر تو میری طرف آ۔ دیکھ تیری آخرت خراب ہو رہی ہے، آمیری طرف آ کہ میں تجھ کو تریاق پلاؤں، اور دل کو صاف کروں، اور دل صاف کر کے جنت میں بھیجاؤں، اس لئے تو بہ کر کے گناہوں سے باز ہو کر آ۔ صابو! اسکے بعد میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ گناہوں سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے کیا ہوتا ہے سنو! اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی۔ اس وقت میں آپ کو گناہوں کی وجہ سے آخرت میں کیا نقصان ہوگا بیان کرنا نہیں چاہتا بلکہ گناہوں کی وجہ سے دنیا میں جو نقصان اور ضرر پہنچتا ہے اسکو سمجھانا چاہتا ہوں سنئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں اثر رکھا ہے، بعض دوائیں ایسی ہیں کہ جن سے دست آتے ہیں اور بعض ایسی ہیں کہ جن سے قبض ہوتا ہے، بعض دواؤں سے بخار اترتا ہے۔ دواؤں میں ایک چیز ہوتی ہے کہ جسکو کھانے کے بعد دوا لاشی رہتی ہے۔ کہہ رہا میں بھی ایک اثر ہے، اور

مقنا طیس میں بھی کہ وہ دوسرے کو کھینچتا ہے، گالی دو، اس میں بھی ایک اثر ہے، کیوں صاحب کیا گالی آ کر پیٹ گئی، تعریف کرتے ہیں تو چہرہ پر بشارت آجاتی ہے۔
 صاحبو! ہر چیز میں اثر ہونے کے آپ قائل ہیں کسی کو اس کا انکار نہیں، اگر اثر نہیں ہے تو گناہوں میں اور خدا کی نافرمانی میں۔ ذرا سوچو کہ جس طرح ہر چیز میں اثر ہے اسی طرح گناہ اور نافرمانی میں بھی اثر ہے، سنو! شیطان و نفس آپ کو اس بات سے نہیں روکتے کہ آپ ہر چیز میں اثر کے پائے جانے کے قائل ہو جائیں لیکن شیطان و نفس آپ کو اس بات کا اعتقاد نہ رکھنے دینگے کہ اللہ کی نافرمانی میں اثر ہے، یاد رکھو جیسے ہر چیز میں اثر دکھایا گیا ہے، اسی طرح گناہوں اور نافرمانیوں میں بھی اثر ہے، اس سے آخرت بھی خراب ہوتی ہے اور دنیا بھی برباد ہو جاتی ہے، اب میں اسی چیز کو سمجھانا چاہتا ہوں کہ دنیا کیسے برباد ہوتی ہے، اب ذرا سوچئے کہ ابلیس جسے شیطان کہتے ہیں پہلے وہ کیسا تھا۔ سنئے وہ بڑا عابد و زاہد تھا۔ دنیا میں اتنی عبادت کیا تھا کہ فرشتوں نے بھی نہ کی ہوگی۔ اسلئے اسکو آسمانوں پر عرش پر بلا لیا گیا۔ غرض عرش کو ٹیکادیکر بیٹھتا اور فرشتوں کو پڑھاتا تھا۔ اسی لئے اسکو معلم الملکوت کہتے ہیں لیکن اس نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی، خدا کا حکم تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، اس نافرمانی کا کیا اثر ہوا آپکو بتاتا ہوں سنئے! اسکی وجہ سے یہ ہوا کہ آسمانوں سے زمین پر پھینک دیا گیا اور زمین پر بھی ملعون بنا دیا گیا صورت بگاڑ دی گئی، رحمت کی جگہ لعنت نصیب ہوئی، سچ کہتا تھا اسکی بجائے ہمیشہ جھوٹ بولنا شروع کیا اور جھوٹ بول کر ہی ہم کو بہکا تا ہے اسی طرح آدم علیہ السلام کو بھی جھوٹ بول کر بہکایا، یہ نافرمانیوں اور گناہ کا اثر ہے۔

اسی طرح میرے دوستو! نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ساری مخلوق خدا کی نافرمانی کرتی تھی۔ بہت سمجھایا گیا لیکن اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب گناہوں کی انتہا ہو گئی تو نافرمانیوں کا اور گناہوں کا یہ اثر ہوا کہ تمام زمین پر پانی آ گیا اور سب کے سب غرق ہو گئے۔ دنیا میں پانی آنے سے سب کے سب ڈوب گئے اور انکی دنیا برباد ہو گئی۔ میں آپ کو صرف دنیا خراب ہونے کے متعلق بتلا رہا ہوں۔
 اسی طرح عاد کی قوم بڑی اچھی قوم تھی لیکن جب اللہ کی نافرمانی کرنے لگی اور گناہوں میں مبتلا ہو گئی تو بہت سمجھایا گیا۔ جب اس قوم کی سمجھ میں نہ آیا تو گناہوں اور نافرمانیوں کا کیا اثر ہوا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان پر ہوا "سلاط کر دی گئی" اور سینکڑوں گز اوپر اٹھاتی تھی اور پلکتی تھی اور پلٹ پلٹ کر ان کو مار ڈالتی تھی۔ اس طرح قوم عاد برباد ہوئی۔

چنانچہ نمود کی جو قوم تھی وہ بھی جب خدا کی نافرمانی کرنے لگی تو اس قوم کو بھی بہت سمجھایا گیا۔ لیکن نہ سمجھی تب ایک فرشتہ آیا اور ایک پنچ مارا کہ جسکے سبب کلہیجے پھٹ گئے اور سب مر گئے۔ یہ دنیا کی

حالت ہے اور اس طرح گناہوں سے دنیا کی خرابی ہے۔
 اسی طرح شعیب علیہ السلام کی قوم بھی اچھی تھی لیکن جب وہ بھی گناہ میں مبتلا ہوئی اور خدا کی نافرمانی
 کرنے لگی تو ان پر بارش بند ہو گئی، یہ قوم اسی پریشانی میں تھی کہ ایک کالا بادل انکے سروں پر آیا تو وہ بہت
 خوش ہوئے کہ اس سے پانی برسے گا۔ لیکن پانی کی بجائے اس بادل سے آگ برسی اور سب برباد ہو گئے۔
 فرعون نے بھی طرح طرح سے موسیٰ سے مقابلہ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بہت سمجھایا لیکن اسکی سمجھ
 میں نہ آیا جب موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر چلے تو یہ خبر فرعون کو بھی پہنچی، یہ خبر سنتے ہی فرعون نے
 اپنی فوج کے ساتھ انکا پیچھا کیا تاکہ ان سب کو ختم کر دے، اسوقت تک موسیٰ مع بنی اسرائیل کے دریائے
 نیل کے کنارہ پہنچ گئے تو اتنے میں انھوں نے دیکھا کہ فرعون آ رہا ہے یہ دیکھ کر سب پریشان ہوئے اور گھبرا گئے کہ
 وہ سب کو قتل کر دیگا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا مت سمجھو اور آپ نے دریا میں لاٹھی ماری کہ جس سے
 دریا میں راستہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لیکر دریائے نیل سے پار ہو گئے۔ آپکے پیچھے وہ گھوڑے کو
 دریا میں ڈالا تو جبرئیل علیہ السلام آ کر گھوڑی دکھائے، گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا اسکے پیچھے دوڑا۔ اس طرح فوج بھی
 فرعون کے پیچھے دریا میں گئی، جب یہ مع فوج کے بیچ دریا میں پہنچا تھا کہ پانی آ کر مل گیا، فرعون بھی غرق ہو گیا
 اور اسکی فوج بھی اور ساری قوم بھی، یہ گناہوں کے سبب سے دنیا کی بربادی دیکھو۔

قارون کے پاس اتنے خزانے تھے کہ اسکے خزانہ کی کنجیاں ایک طاقتور آدمی بھی اٹھانہ سکتا تھا، غرض اسکے
 پاس بہت بڑا خزانہ تھا جو ایک نعمت تھی اسکو بھی سمجھایا گیا مگر اسکی سمجھ میں بھی کچھ نہ آیا اور اس نے خدا کی نافرمانی کی،
 گناہ کرنے سے قارون کے خزانے زمین میں دھنسا دیے گئے، میں آپکو دنیا خراب ہونے کی وجہ بتلا رہا ہوں کہ اس طرح اس
 کی دنیا خراب ہو گئی۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی بھی یہی حالت تھی حالانکہ وہ پیغمبروں کی اولاد تھے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
 کرنے لگے اور تورات پر عمل کرنا چھوڑ دئے تو ان پر بھی بلائیں اور صعبتیں آئیں، انکے گھرا چاڑھے گئے اور ظالم بادشاہ
 ان پر مسلط کر دیا گیا، یہ گناہ اور نافرمانی ہی کا اثر تھا، صابو! ہم بھی سنبھل گئے تو ٹھیک ہے۔

سنو! صابو! اللہ کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے، یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ کافر تھے
 اس لئے ان پر نافرمانیوں کا یہ اثر ہوا۔ ہمیں خدا کے نیک بندوں پر بھی گناہوں اور نافرمانیوں کا اثر ہوتا ہے
 میرے سنو! آپکو سمجھو کہ اگر ڈاکٹر کا بیٹا نہ ہر کھائے تو اس پر بھی ڈاکٹر کا بیٹا ہونیکے باوجود نہ ہر کا اثر ہوگا، چونکہ نہر میں
 اثر ہے اسلئے ڈاکٹر کا بیٹا کھائے یا خود ڈاکٹر کھائے، نہر اس پر بھی اثر کرے گا۔ اسی طرح گناہ و نافرمانی میں اثر ہے
 جو گناہ کرے گا تو اسکی دنیا تباہ و تاراج ہو جاتی ہے، آخرت تو خراب ہوتی ہی ہے دنیا بھی خراب ہو جاتی ہے

گناہوں کا اثر
 نیک بندوں پر بھی
 گناہوں کا اثر

دیکھو آدم علیہ السلام کیسے نیک اور مقبول بندہ تھے لیکن جب گناہ کئے یعنی انکو جنت میں رکھا حکم دیا گیا تھا کہ تم اس درخت کا پھل نہ کھاؤ۔ وہ گیہوں کا درخت تھا لیکن آدم علیہ السلام وہ کھائے یعنی نافرمانی کئے۔ سنو! آدم علیہ السلام سے لغزش کیسے ہوئی۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ابلیس نے حوا سے کہا کہ دیکھو! میں سنو! کیا سمجھا تا ہے (خدا نے تم کو اس درخت کا پھل کھانے سے اسلئے منع کیا ہے کہ وہ تم کو ہمیشہ جنت میں نہیں رکھنا چاہتا۔ یہ منکر حوا بگڑ گئیں، آدم علیہ السلام نے بہت سمجھایا لیکن کچھ اثر نہ ہوا اور اس درخت کا پھل کھائے اسکا پھل کھاتے ہی جنت کے تمام کپڑے اتر گئے ننگے ہو گئے دونوں درخت کے پتے لیکر ڈھانک لئے۔ سر کا تاج اور سر بیچ الگ نہیں رہے اس واسطے کہ انہوں نے خیال کیا کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے اسلئے تاج سر سے علیحدہ نہ ہوا۔ جبریل علیہ السلام اور سر سے تاج چھین لئے اور سر بیچ بھی چھین لئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے پڑوس میں میرا نافرمان نہیں رہ سکتا۔ دونوں جاؤ اور دونوں جنت سے نکال کر دنیا میں بھیج دئے گئے۔ آدم علیہ السلام سے نکلے اور حوا سے فرمایا کہ دیکھو حوا! یہ گناہ کی پہلی نحوست ہے کہ میرا محبوب اپنے پڑوس سے نکال رہا ہے سو حوا جو نیک لوگوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے۔

ایک اور واقعہ سنئے تاکہ اچھی طرح آپ کے ذہن نشین ہو جائے کہ جس طرح کافر پرگناہوں کا اثر ہوتا ہے اسی طرح نیک بندوں پر بھی اسکا اثر ہوتا ہے سنو! سلیمان علیہ السلام کی بیوی اور انکے کسی قرابت دار کا دعویٰ سلیمان علیہ السلام کے سامنے پیش ہوا، غور سے سنو! سلیمان علیہ السلام جس طرح ہونا چاہئے تھا اسی طرح فیصلہ کئے لیکن بیوی کی حقوڑی سی رعایت کئے حکم یہ تھا کہ دونوں فریقوں سے رعایت اور طرفداری نہ کی جائے لیکن سلیمان علیہ السلام بیوی کی رعایت اور طرفداری کئے حکم آیا سلیمان! تم نافرمانی کئے اب اسکا اثر بھی دیکھ لینا، اسکا اثر دیکھو تم بچتاؤ گے، اسکے بعد تھوڑا زمانہ گزر گیا، سلیمان علیہ السلام کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے انکی حکومت تھی، اور انکی یہ عادت تھی کہ وہ اس انگوٹھی کو اپنی بیوی کو دیکر بیت الخلاء کو جاتے تھے ایک دفعہ حسب عادت آپ انگوٹھی بیوی کو دیکر بیت الخلاء گئے، تب ایک جن سلیمان علیہ السلام کی صورت بنا کر انکی بیوی کے پاس آیا اور کہا کہ انگوٹھی دو، انہوں نے انگوٹھی دیدی، اب کیا تھا وہ انگوٹھی لیکر تخت پر بیٹھ کر حکومت کرنے لگا۔ ادھر سلیمان علیہ السلام کی یہ حالت ہوئی کہ انکو گھر میں کوئی بھی شخص نہ رکھتا تھا باہر انکی کوئی وقعت تھی، ایسا بڑا بادشاہ کہ جسکے ماتحت انسان جانور، چرند، پرند، وغیرہ تھے اب انکی کوئی وقعت نہ تھی جنکی کل تک وہ عزت تھی، آج یہ ذلت میں گذر رہی ہے، آپ غور کیجئے کیسی تکلیف ہو رہی ہوگی، یہ ذلت اس واسطے ہوئی کہ وہ نافرمانی کئے۔ غرض گناہ کا یہ اثر ہوا اور ابلیس دن تک یہی حالت رہی لیکن وہ جن تلون مزاج تھا اسلئے ایک دن پانی میں انگوٹھی پھینک کر چلا گیا، اسکے بعد جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی کہ

انگوٹھی فلاں مقام پر پانی میں ہے اسکو وہاں سے نکال لو، سلیمان علیہ السلام نے ایسا ہی کیا، انگوٹھی نکال لی اور بادشاہ ہو گئے۔ غرض خدا کے نیک بندوں سے بھی ذرا سی لغزش ہوتی تو چالیس دن تک اسطرح پریشان رہے۔
 سنو صاحبو! یعقوب علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ یعقوب! میں نے یوسف کو تم سے کس لئے جدا کیا سنو! جب یوسف کے بھائیوں نے آکر تم سے دریافت کیا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جانے دو کہ ہم جنگل میں جائیں تاکہ سیر و تفریح کریں تب تم نے کہا کہ تم یوسف کو لے تو جاتے ہو لیکن میرا دل ڈر رہا ہے کہ کہیں بچے کو بھیڑ یا نہ کھا جائے، اسطرح کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بھائیوں کی غفلت کی وجہ سے تم نے کہا کہ کہیں بچے کو بھیڑ یا نہ کھا جائے لیکن اس وقت تم کو میرا خیال نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا کہ تمہیں بھیڑیے کے کھا جانے کا خوف ہوا، میری حفاظت کا خیال نہ آیا۔ اسوجہ سے میں نے چالیس سال تک یوسف کو تم سے دور رکھا، پھر جب آپ نے بیٹوں سے فرمایا کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ اور یوسف کو تلاش کرو، کہیں نہ کہیں یوسف بلجائینگے یہ کہنے کی وجہ سے میں نے تم کو یوسف سے ملا دیا۔ غرض نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

سنو صاحبو! جب یوسف قید خانہ میں داخل ہوئے تو انکے ساتھ وہاں دو قیدی اور بھی تھے انہوں نے خواب دیکھا اور اپنا خواب یوسف کو سنا کر اسکی تعبیر دریافت کی، آپ نے ان میں سے ایک سے فرمایا کہ تجھکو پھانسی دی جائے گی اور دوسرے سے آپ نے فرمایا کہ تو بادشاہ کے پاس پھر اسی کام پر بحال ہو جائیگا۔ اسکے بعد آپ نے فرمایا کہ جب تم بحال ہو کر بادشاہ کے پاس جاؤ تو بادشاہ سے کہنا کہ ایک بے قصور آدمی قید خانہ میں قید ہے اسکو رہا کر دیا جائے۔ یوسف اس طرح فرمانے کے بعد جبرئیل علیہ السلام قید خانہ میں تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیوں یوسف! کیا میں رہائی دلا نہ سکتا تھا یہ نہ فرمائی ضرور اثر دکھلائیگی اس لئے سات سال مزید قید میں رہو۔ صاحبو! غور کیجئے نیک بندوں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے، ذرا ذرا سی لغزش کا اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ صاحبو! کیا خیال ہے آپکا۔ کیا ہمارے کبیرہ گناہ بے اثر رہیں گے، ذرا ان قصوں سے عبرت لو۔

غرض پیغمبروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو رہا ہے اسی طرح پیغمبروں کی اولاد بھی گناہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکی اس سلسلہ میں آپکو ایک واقعہ سنا تا ہوں جو قرآن مجید میں مذکور ہے، وہ واقعہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک فرقہ ایک گاؤں میں رہتا تھا بنی اسرائیل پیغمبر کی اولاد سے تھے، یہ لوگ ایک دریا کے کنارے رہتے تھے ان کیلئے ہفتہ تہہ ک دن تھا اس دن انکو حکم تھا کہ کچھ کام نہ کریں، اور انکو یہ بھی حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں یہ ان پر حرام تھا۔ ایک دن شیطان انکے پاس گیا اور انکو اس طرح سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کیا ہے اسلئے تم یوں کرو کہ دریا کے کنارے ایک گڑھا کھودو کہ جس میں پانی آؤ سکے لیکن وہاں سے نہ جاسکے۔ اور ہفتہ کے دن پانی اس گڑھے میں چھوڑ دو، پانی کے ساتھ مچھلیاں بھی اس گڑھے میں آجائیں گی۔

اس گڑھے سے اتوار کے دن مچھلیاں پکڑ لو، دیکھا اپنے شیطان نے کیا تدبیر سکھائی ہے۔ چنانچہ اس قوم کو یہ دلیل معقول نظر آئی اور اس میں کچھ قباحت نظر نہ آئی، تب انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت اچھی تدبیر ہے کہ اس سے گناہ بھی نہیں ہوتا اور شکار کا مقصد بھی حاصل ہو جاتا ہے، جب انہوں نے ایسا کیا تو مہلت دی گئی لیکن انہوں نے اس ڈھیل کو نہ سمجھا۔ اسکے بعد انہوں نے یوں کرنا شروع کیا کہ ہفتہ کے دن گل پھینکنے اور اتوار کے دن گل اور مچھلیاں نکالتے۔ اس پر بھی عذاب نہ آیا تو وہ علی الاعلان ہفتہ کے دن شکار کھیلنا شروع کئے لیکن انکے تین فرقتے ہو گئے۔ ایک علی الاعلان شکار کھیلنا شروع کیا۔ دوسرا فرقہ خود تو شکار نہ کھیلتا تھا لیکن دوسروں کو شکار کھیلنے سے منع بھی نہ کرتا تھا اور تیسری جماعت وہ تھی جو خود بھی شکار نہ کھیلتی تھی اور دوسروں کو بھی شکار کھیلنے سے منع کرتی تھی، اس تیسری جماعت کے لوگوں نے خیال کیا کہ اب عذاب الہی نازل ہوگا۔ اسلئے انہوں نے اپنے محلے علیحدہ کر لئے اور درمیان میں دیوار تعمیر کر دیئے تھے، چند روز کے بعد انہوں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے محلے سنان ہیں حتیٰ کہ مکان کے دروازے تک اندر سے بند ہیں، انہوں نے خیال کیا کہ معلوم نہیں انکے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا اور وہ کس مصیبت میں گرفتار ہو گئے۔ تفصیلات معلوم کرنے کیلئے ان لوگوں نے دیواروں پر چڑھ کر انکے گھر دس میں دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان میں کے جوان بتدریج بنا دیئے گئے ہیں، اور جو بوڑھے تھے وہ سو رہو گئے ہیں، یہ سماں دیکھ کر وہ لوگ رونے لگے، انکے ساتھ ساتھ وہ مسخ شدہ انسان بھی رونے لگے، انہوں نے کہا کہ اب رونے سے کیا فائدہ ہم پہلے ہی سمجھے ہوئے تھے کہ گناہ اپنا اثر دکھائیگا اسلئے گناہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔

صاحبو! ایک اور بات عرض کرنا ہوں، غور سے سنئے! وہ یہ ہے کہ یہ گنہگار لوگ سور اور بند بنا دیئے گئے، یعنی صورتیں مسخ ہو گئیں، اور مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں خیر الامت ہیں یعنی بہترین امت ہیں اسلئے انکی صورتیں مسخ نہیں ہوتیں، بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ ہو جاتا ہے۔ وہ کم درجہ کی امت تھی اسلئے انکی صورتیں مسخ ہو گئیں، اور یہ اعلیٰ درجہ کی امت ہے، اسلئے انکا بہترین عضو جو دل ہے وہ مسخ کر دیا جاتا ہے۔ ایک مثال کے ذریعہ میں آپکو سمجھاتا ہوں، سنیے صاحبو! یہ حرام مال کیا ہے سنیئے، عالم رزخ میں اسکی مثال نجاست و گوہ کی ہے اگر نیک آدمی حرام مال کھائے تو اسکو خواب میں گوہ نظر آتا ہے اس طرح خواب دیکھنے والے کو سمجھنا چاہیے کہ میں نے کہیں حرام مال کھا لیا ہے جیسے سور گوہ کھاتا ہے ایسا ہی حرام مال کھانے والا گوہ کھاتا ہے۔

صاحبو! دل کے مسخ ہونے کی تین علامتیں ہیں:۔ (۱) عبادت میں مزہ نہ آنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوئی ہے (۲) دوسرا گناہ بے خوف ہو کر کرنا (۳) تیسرا عبرت نہ ہونا اور دنیا میں پھنس جانا۔

یہ تین علامتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دل مسخ ہو گیا ہے۔ غرض دنیا میں گناہ اور نافرمانی کا جو اثر ہوتا ہے میں نے بطور نمونہ آپ کو سمجھا دیا ہے آپ اسکو سمجھ لیجئے اور ذہن میں رکھیئے سنئے! گناہوں کے سبب سے رزق کم ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نفرت ہو جاتی ہے، بھاگنے کی فکر ہوتی ہے، نیک بندوں سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، دنیاوی کارروائیوں میں بھی دشواری ہوتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کارروائیوں میں دشواری کیوں ہو رہی ہے دل کی سیاہی چہرہ پر ظاہر ہوتی ہے، چہرہ بد رونق ہو جاتا ہے، گناہوں سے نیکیوں کی ہمت گھٹ جاتی ہے وہ اسطرح کہ آج ایک نیکی چھوٹی، کل دوسری چھوٹی وغیرہ علامت ہے دل کے مسخ ہونے کی۔ صاجو! ایک اور بات عرض کرتا ہوں سنئے! حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا گیا کہ الہی! ہم کس طرح پہچانیں کہ آپ ہم سے راضی ہیں یا ناراض؟ تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ اگر میں وقت پر پانی برسائوں اور ضرورت نہ ہو تو بند کردوں تو سمجھنا کہ میں تم سے راضی ہوں، مثلاً کھیت کاٹنے کے وقت پانی بند ہو جائے تو یہ علامت ہے اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی لیکن اگر کھیت کاٹنے کے وقت پانی برسائوں تو سمجھو کہ یہ میری ناراضگی کی علامت ہے۔

صاجو! سنو! امام احمد لکھے ہیں کہ نبی امیتہ کے خزانہ میں گیموں کا ایک دان تھا جو حجم میں کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا۔ اس دان کے ساتھ یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ زمانہ عدل کی پیداوار ہے۔ صاجو! غور کیجئے یہ برکت تھی کہ پہلے زمانہ میں درختوں کے پھل وغیرہ بڑے ہوتے تھے اور اب چھوٹے ہو گئے ہیں، یہ نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے، اب آپ اس فرق پر غور کرو، سنئے! میں خود بکری کا گوشت چار پیسے پاؤ سیر کھایا ہوں آج بارہ آنے پاؤ سیر ہے، یہ کیا غضب ہے، یہ کیا ہورہا ہے سنئے! یہ سب ہماری نافرمانیوں اور گناہوں کا اثر ہے کہ بے برکتی ہو گئی ہے اسکے بعد امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں کہ جب قبرس پر مسلمانوں نے حملہ کیا اس فوج میں صحابہ شریک تھے ان میں حضرت زبیرؓ اور حضرت ابودرداءؓ بھی تھے، جب قبرس فتح ہوا تو حضرت ابودرداءؓ ایک طرف کوڑے میں بیٹھ کر رہے تھے یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ حضرت یہ کیا بات ہے، آج ہماری خوشی کا دن ہے کہ قبرس فتح ہو گیا، پھر آپ بجائے خوشی منانے کے کیوں رو رہے ہیں۔ آپ فرمائے سنو! جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی چھوڑ دیتی ہے تو اسے ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے، یہ قوم جو کل تک برسر اقتدار تھی آج قید ہو رہی ہے، ذلیل ہو رہی ہے اور مسلمان انکو پکڑ پکڑ کر قید کر رہے ہیں، یہ ذلت اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کو چھوڑنے کی وجہ سے انکو نصیب ہوئی ہے۔

سنو صاجو! امت بعض وقت ایک دن یا صرف ایک وقت تک کی ہوتی ہے، مثلاً اگر کوئی شخص صبح میں بغیر ناشتہ کئے گھر سے نکلا اور کہیں اسکو کھانے کا موقع بھی نہ ملا اور گھر آنے میں دیر ہو گئی تو وہ پچھتا تا ہے کہ

میں کھانا کھا کر نکلتا تو یہ پھپھتا واندہ ہوتا۔

ایک پھپھتا واندہ سال بھر کا ہوتا ہے مثلاً اگر وقت پر کھیت میں بیج نہیں بوسیدے تو پھپھتا تا ہے کہ ہوسم کل گیا اورین کیوں نہ بویا۔ یہ پھپھتا واندہ ایک سال کا ہوتا ہے۔

ایک عمر بھر کا پھپھتا واندہ ہوتا ہے جیسے اگر کسی ایسی عورت سے نکاح ہو جائے جو ہمیشہ جھگڑا کرتی ہے یا عورت کسی ایسے مرد سے نکاح کرے جو ہمیشہ بیوی سے جھگڑا کرتا ہے تو یہ عمر بھر کا پھپھتا واندہ ہے۔

سعدیہ صوم! ایک پھپھتا واندہ الابد الابد کا ہوتا ہے وہ کیا ہے سنیے! دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے الابد الابد کا پھپھتا واندہ ہوتا ہے مرنے کے بعد بھی اسکا اثر ظاہر ہوتا ہے۔

صاحبو! میں آپ کو ایک اور واقعہ سناتا ہوں آپکو تکلیف تو ہو رہی ہوگی مگر سن لیجئے اسلئے سنارنا ہونکہ پھر ایک سال تک شانے کا موقع نہیں ملتا اور نہ طبیعت ہی صاف ہے اسلئے جو کچھ بولنا ہے آج ہی بولنا پاتا ہوں۔ حضرت ابراہیم اوہم کا واقعہ ہے اور یہ اولیاء اللہ میں سے ہیں انکے زمانہ میں

ایک شخص بیمار ہوا۔ اور یہ شخص بڑا گفتار تھا ساری عمر گناہوں میں گذری یہ طرح طرح کے گناہ کرتا تھا حضرت کو معلوم ہوا تو اپنے خیال فرمایا کہ اسکا کیسا ہوگا اسلئے اپنے اس سے فرمایا کہ میں تم کو چھ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں ان پر عمل کر لو پھر تمہارا جو جی میں اُسے گناہ کرو میں تم کو اجازت دیتا ہوں وہ بہت خوش ہوا اپنے

فرمایا کہ ایک بات تو یہ ہے کہ میں جب گناہ کرو تو اللہ کی روزی نہ کھانا۔ اس نے کہا سب روزی اللہ کی ہے اسی نے دیا ہے کیسے نہ کھاؤں؟ حضرت فرمائے تجھے شرم نہیں آتی جس کا کھانا ہے اسی کی نافرمانی کرتا ہے وہ شرمی بات یہ ہے کہ اللہ کے ملک میں رہ کر گناہ مت کرو اس نے کہا کہ حضرت یہ کس طرح ہو سکتا ہے

کیونکہ مشرق و مغرب سب اللہ ہی کا ملک ہے اسکے ملک سے نکل کر کہاں جاؤں گا آپ فرمائے کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ اللہ کے ملک میں رہ کر اسکی روزی کھاتا ہے اور اسی کے ملک میں گناہ کرتا ہے کیا یہ تجھے اچھا معلوم ہوتا

یہ سب بات یہ کہ تو اللہ کے سامنے گناہ نہ کرنا۔ اسکی نظروں سے غائب ہو کر گناہ کرنا۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسا ہو سکتا ہے کیونکہ وہ تو ہر جگہ موجود ہے کیسے نہ دیکھے گا آپ فرمائے کہ تجھ کو شرم نہیں آتی کہ اللہ کی روزی کھاتا ہے اسی کے ملک میں رہتا ہے اور اسی کے سامنے گناہ کرتا ہے۔

یہ سب بات یہ ہے کہ جب روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئیں تب اسوقت ان سے کہنا کہ حضرت جلدی نہ کرو ذرا باہر ٹھہرو۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں میرے اس طرح کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے وہ تو فوراً آئیں گے اور روت نکال لیں گے۔ اور بہت نہ دینگے۔ یہ سب آپ فرمائے کہ جب ایسا ہے تو پھر تو

رعبی سے تو بہ کرنا اور موت کے لئے تیار ہو جا۔

یہ سب بات یہ ہے کہ جب روح قبض کرنے کے لئے ملک الموت آئیں تب اسوقت ان سے کہنا کہ حضرت جلدی نہ کرو ذرا باہر ٹھہرو۔ اس نے کہا کہ حضرت کہیں میرے اس طرح کہنے سے کیا وہ رک جائیں گے وہ تو فوراً آئیں گے اور روت نکال لیں گے۔ اور بہت نہ دینگے۔ یہ سب آپ فرمائے کہ جب ایسا ہے تو پھر تو

رعبی سے تو بہ کرنا اور موت کے لئے تیار ہو جا۔

پانچویں بات یہ ہے کہ جب قبر میں منکر تکیر آئیں تو ان کو آنے سے روک دینا۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ کیوں رکیں گے، کیا وہ میرے اس طرح کہنے سے رک جائیں گے، آپ فرمائیے کہ پھر مجھے شرم نہیں آتی، اس لئے تو ان کے سوال کیلئے ابھی سے تیار ہو جا۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میدان قیامت میں جب فرشتے گنہگاروں کو دوزخ میں لے جائیں تو کہنا کہ میں دوزخ میں نہیں جاتا، اس نے کہا کہ حضرت کہیں وہ سنتے ہیں وہ تو زبردستی دوزخ کی طرف لیجاتے ہیں، آپ فرمائیے کہ جب وہ زبردستی کرینگے تو پھر تو ابھی سے توبہ کرے اور خود کو پاک کرے، اس نے کہا کہ حضرت آپ کا کہنا اب میری سمجھ میں آگیا، میں اب توبہ کرونگا۔ پھر کبھی نہ چھوڑوں گا اور اس پر قائم رہوں گا اور اس نے توبہ کر لی اور عمر بھر اس توبہ پر قائم رہا۔

صاحبو! ذرا غور سے سنو! تاکہ آپ کے ذہن میں رہے۔ بشرحانی اولیاء اللہ میں سے ہیں لیکن انکا شروع کا زمانہ بہت خراب تھا۔ دنیا بھر کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اور طرح طرح کے گناہ کرتے تھے، ایک دن کا واقعہ ہے کہ اسی فسق و فجور کے زمانہ میں وہ دیوانخانہ میں بیٹھے ہوئے تھے، شراب کا دور چل رہا ہے اسوقت ایک شاہ صاحب دروازہ پر آئے اور صدا لگائے کہ اللہ کے واسطے کچھ دلاؤ بابا! تو جو باندی انگن جھاڑ رہی تھی، اسنے کہا کہ حضرت جائے، اسوقت میرے مالک مشغول میں ہیں، دیتے دلاتے کچھ نہیں، یہ شکر شاہ صاحب نے کہا کہ کیا وہ تیرا مالک ہے اسنے کہا کہ ہاں یاں وہ میرا مالک ہے آپ فرمائیے تیرا مالک ہے اس لئے جو جی میں آیا کرتا ہے اگر یہ بھی کسی کا غلام ہوتا تو اپنے مالک سے پوچھ پوچھ کر کرتا۔ صاحبو! میرے جلوں کو یاد رکھو۔ یہ گفتگو بشرحانی نے سن لی۔ یہ سننا تھا کہ وہ ایک چیخ مارے اور سب فسق و فجور کے سامان کو توڑ پھوڑ دیا اور کسی کے ٹریڈ بھی ہو گئے اور بہت ریاضت کی، اور اولیاء اللہ میں سے ہو گئے۔ سنئے حانی کہتے ہیں برہنہ پیر ہنہ والے کو۔ اسلئے کہ آپ ہمیشہ ننگے پاؤں پھرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ غلام بھی کہیں جو تاپہنتا ہے، آپ غلامی کو نبھانے کیلئے ننگے پاؤں پھرتے تھے، اس واقعہ کو ذہن میں رکھیے ایک اور واقعہ سنئے! مشنوی شریف میں مولانا روم لکھتے ہیں کہ ایک شخص تھا اسکی صورت عورتوں جیسی تھی اور آواز بھی عورتوں کے جیسی تھی، دائرہ بھی کچھ نہیں تھی، مونچھ بھی نہیں تھی، یہ عورتوں کے کپڑے پہنتا اور خود کو عورت کہتا تھا۔ اس شہر میں یہ طریقہ تھا کہ ہر جگہ نہانے کیلئے غسل خانے تھے مردوں کے الگ اور عورتوں کیلئے علیحدہ غسل خانے تھے، لوگ ان میں جاتے اور نہاتے تھے، مردوں کے غسل خانہ میں مردوں کو نوکر رکھتے تھے اور عورتوں کے غسل خانہ میں عورتوں کو، یہ عورتوں کے غسل خانہ میں نوکر نہ لگیا کیونکہ اسکے دل میں فسق و فجور تھا۔ اب بسنی کی عورتیں نہانے کیلئے آتی تھیں، اور یہ انکو خوب رگڑتا

مسلتا تھا۔ ہر عورت کہتی تھی کہ میں اسکے ہاتھ سے ہناؤں گی، یہاں تک کہ بادشاہ کے پاس خبر پہنچی تو بادشاہ کی بیوی اور بیٹیوں نے کہا کہ اسکو ہمارے پاس لاؤ۔ اور یہ بادشاہ کے پاس محل کی عورتوں کو ہنلانے کیلئے مقرر کیا گیا، بادشاہ کی بیوی اور بیٹیاں ننگے ہو کر اسکے سامنے نہاتے تھے اور یہ ان سب کو رگڑتا، مسلتا تھا یہ فاسق و فاجر تو تھا لیکن نیک لوگوں کے پاس بھی جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ ایک بزرگ کے پاس گیا تو وہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھکو توبہ کی توفیق عجیب انداز سے دینے والا ہے۔ غرض کئی دن بادشاہ کے گھر میں عورتوں کو ہنلاتا رہا۔ کئی دن کے بعد ایک دفعہ بادشاہ کے بیٹی کا ایک قیمتی زیور کھو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ لاکھوں روپے کا زیور ہے، اس لئے دروازہ بند کر دو، اور تلاشی و اگر نہ ملے تو کانوں اور نعلوں میں دیکھو، پھر بھی نہ ملی تو بادشاہ نے حکم دیا کہ دروازے بند کر دو، اور ہر ایک کو ننگے کر کے دیکھو، یہ سنتے ہی اسکے ہونٹ خشک ہو گئے چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں، فوراً سجدہ میں گر گیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ میں آپکا گنہگار بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا برا کیا۔ اب میں آپکی رحمت کا دامن پکڑا ہوں، اب میرے ننگا ہونے کی نوبت آگئی ہے اگر میں ننگا کیا گیا تو کیا ہوگا؟ بادشاہ تو قتل کر دینا چاہتا تھا۔ اسکے علاوہ میں سارے شہر کی عورتوں کو ننگا دیکھا ہوں، ان کو رگڑا، مسلایا ہوں، ساری بستی کے مرد کیا کہیں گے، کیا کچھ دشمنی ظاہر نہ کرینگے، اور میرا کس درجہ برا حال کر دینگے، عرض بہت پریشان تھا اور سجدہ میں پڑا کہنے لگا کہ اے اللہ! میری ماں مجھ کو نہ جنتی تو اچھا تھا مگر میں یہ دن نہ دیکھنا تھا۔ اسکو یوں محسوس ہوا جیسا کہ گویا اسکو چاروں طرف سے سانپ ڈس رہے ہیں اور کہا کہ افسوس میرا دل لوہے کا ہے کہ میں زندہ ہوں، اے اللہ کیا کروں، اب میں آپکا دامن پکڑا ہوں، اے اللہ میں نافرمان ہوں، اے اللہ! میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا، اب آپ وہ کام کرو جو آپ کے لائق ہے، میاں ستاری کو اب توبہ نہیں توڑوں گا۔ یہ کہتا جاتا اور روتا جاتا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یا خدا یا خدا کہہ کر وہ رو رہا تھا کہ اتنے میں عورتوں کی طرف سے آواز آئی کہ وہ چیرل گئی، یہ سنکر وہ بہت خوش ہوا اور جب محل کے دروازے کھولے گئے تو یہ گھر جا کر بیٹھ رہا اور ہمیشہ کے واسطے توبہ کر لیا۔ صاجیو! کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کھینچنا چاہیں تو کچھ نہ کچھ ذریعہ بنا دیتے ہیں۔

صاجیو! سنئے، ایک دفعہ ایک حبشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں گناہ کروں اور پھر توبہ کر لوں تو کیا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قبول فرمائیں گے۔ یہ سنکر ایک چنچ مارا۔ گرا اور مر گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے ایسا کام کیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کو کیا صورت دکھاؤں گا یہ کہا اور مر گیا۔ صاجیو! میرے لفظوں کو یاد رکھو، آپ کے کام آئیں گے۔

سنو صاحبو! جب قیامت قائم ہوگی اسوقت اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو سامنے بلائے گا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمائے گا: اے بے حیا لوگو! دنیا میں تم لوگ میرے سامنے گناہ کرتے رہے، کیا تم کو میرے سامنے گناہ کرنے سے شرم نہیں آئی۔ صاحبو! ہم کچھ خیال نہیں کرتے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔ غرض میدان قیامت میں اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا: اے بے حیا لوگو! تم میری مخلوق سے شرماتے تھے، کیا تمہارے پاس میری مخلوق کی وقعت مجھ سے زائد تھی۔ اے بے حیا لوگو! تم کو شرم نہیں آئی کہ تم میری نظروں کے سامنے گناہ کئے، کیا میں نے تم کو اسی واسطے پیدا کیا تھا کہ مجھ ہی سے ہاتھ پاؤں کی نعمتیں لے کر میری ہی نافرمانی کرو صاحبو! اسی واسطے بزرگوں کا ارشاد ہے کہ یہ وقت مت آنے دو تم تیار ہو جاؤ۔ پھر خدا بڑا مہربان ہے اس کی مہربانی کو کیا عرض کروں، آپ کو ایک حدیث سناتا ہوں، اس سے آپ کو اسکی مہربانیوں کا اندازہ ہوگا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ تعالیٰ صبح کو ہاتھ لائے لائے کر کے بلا تا ہے جیسا کہ ماں بچہ کو ہاتھ لائے کر کے بلا تا ہے اور کہتی ہے کہ ادھر آؤ میاں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ارے گنہگار! اورات کے گناہ کرنے والے آ، میں تیری توبہ قبول کرتا ہوں۔ پھر مغرب کے وقت فرماتا ہے اے وہ دن کے گناہ کرنے والے آ، میرے پاس تو آتا ہی نہیں، مجھ سے بے رخ ہو کر پھر تہا ہے، تو آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ غرض مغرب کے وقت ہاتھ پھیلا کر فرماتا ہے کہ آ میرے نزدیک آ، میں تیرے گناہوں کو معاف کر دیتا ہوں۔

حدیث دوسری حدیث بھی اسی طرح ہے کہ ایک شخص نے گناہ کیا اور اللہ کے سامنے گر کر عرض کیا، اے اللہ میں نافرمان بندہ ہوں، میں نے جو کچھ کیا نفس اور شیطان کے دھوکے سے کیا، اب توبہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے فرشتو! دیکھو یہ میرا بندہ میرے سامنے آیا ہے گناہ تو کیا لیکن اب سمجھ گیا ہے کہ میں عذاب بھی دیکتا ہوں اور معاف بھی کر سکتا ہوں۔ میرے عذاب کا بھی خوف ہے اور میری رحمت بھی چاہتا ہے، تم گواہ رہو، میں اسکے گناہ معاف کرتا ہوں صاحبو! اللہ تعالیٰ ایسے مہربان ہیں اس لئے معاف کر دیتے ہیں۔

میرے دوستو! جو کچھ ہو اسو ہوا۔ آئندہ اتنا تو کرد، اور دل سے کہو اے دل کیا یہی انصاف ہے۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا شخص کیا کرتا ہے یعنی اگر کوئی شخص زہر ملا ہوا شہد کھائے تو وہ کیا کرتا ہے یا درکھو اگر زہر کھالیا جائے تو مرنے سے مرنا ہے لیکن گناہ کا زہر کھانے سے دل مرنے سے تو اس لئے آپ کیا کرو میرے دوستو! جو کچھ ہو اسو ہوا۔ اب یہ خیال کرو کہ اللہ کے سامنے حاضر ہوں۔ صاحبو! زہر کھایا ہوا آدمی تین کام کرتا ہے۔ ایک تو پچھتا رہا ہے دوسرے یہ کہنے کے زہر نکالتا ہے تیسرے یہ کہ کبھی ایسا کام نہیں کرتا۔

صاحبو! آپ بھی ایسا ہی کرو، خدا کی نافرمانی کرو تو اسکے زہر سے پس جاتے ہیں میاں، آپ کے دل پیسا جاتا ہے میاں، گناہ بھی ہوا تو کیسی بڑی قدرت والے کا گناہ ہو جو سزا بھی دے سکتا ہے، اسلئے آپ افسوس کرو کہ ایسا نہ ہوتا تھا اور پھر کبھی نہ کرنے کا خیال کرو، جیسا زہر کھایا ہوا شخص تھے کہ زہر نکالتا ہے اسی طرح آپ بھی تنہائی میں جا کر بیٹھو، دو دو، اور رونا نہیں آیا تو رونے کی صورت بنا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھو، اور یہ کہو کہ میں بھلا ہوں یا برا ہوں آپ کا ہوں میرے ویسے آپ کو سیکڑوں بندے ہیں مگر مجھ کو آپ کے سوا کوئی نہیں ہے میں نے وہ کام کیا جو میرے لائق تھا اب آپ وہ کرو جو آپ کے لائق ہے۔ اسکے بعد کہو کہ اے اللہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں بوسے کو زنگ لگ جائے تو صیقل سے صاف کرتے ہیں، اسی بوسے کے زنگ کو آگ میں ڈال کر جلا کر زنگ دور کرتے ہیں۔ اے اللہ مجھے آگ میں جلائے بغیر میرے دل کے زنگ کو دور کیجئے۔ اس دل کے زنگ کو دور کرنے کیلئے وزخ کی آگ میں مت ڈالو، اتنا رو میاں کہ دل پاک و صاف ہو جائے، اگر تم روتے ہوئے عرض کرو گے تو صاحبو! اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے سنو، غور سے سنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے تو اتنا کیوں روتا ہے، اگر تو نے گناہ کر لیا ہے تو میں تجھ کو معاف کر دیتا ہوں، تیرے گناہ پر اصرار سے مجھے بہت برا معلوم ہوتا ہے اب تو آگیا ہے اور توبہ کر رہا ہے تو میں معاف کر دیتا ہوں اگر تو نے زمین بھر کر گناہ کیا ہے تو میں تجھ پر آسمان بھر کر مغفرت ڈالتا ہوں اور فرشتوں سے کہتا ہوں کہ اسکے ہاتھ اور پاؤں کو بھلا دو، اور اسکو گناہوں سے پاک و صاف کر دو، میاں آپ غور کئے توبہ سے یہ ہوتا ہے، اور قیامت میں یہ توبہ نہ آئے دو، تنہائی میں رو کر عرض کرو اور خدا سے معافی چاہو، وہ بہر حالت میں مہربانی کرنے کیلئے تیار ہے، اب تک جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اب بھی توبہ کر لو، بارہ مہینے تک جو چیز کام آنے والی ہے وہ میں نے سمجھا دیا ہے اب دعو کر کے ختم کرتا ہوں۔

دُعَاء

یا الہی! اب رمضان شریف جا رہا ہے، یا الہی ہم آپ کے غلام ہیں، ہم خود کو غلام کہنے سے بھی شرم آتی ہے، یقیناً ہم خود کو غلام کہتے ہیں لیکن میاں! اچھے آقا کے اچھے غلام ہوتے ہیں، ہمارے جیسے نہیں ہوتے میاں جو کچھ بھی ہو ہم تو غلام ہیں، یا الہی! ہم غلام ہیں مگر کیسے غلام، بھلا گئے ہوئے غلام ہیں، کبھی ادھر کبھی ادھر پھرتے رہے، کبھی آپ کے در پر نہیں آئے، رمضان شریف ہم کو آپ کے در پر لاکر ڈالے ہیں، اب یہ جا رہے ہیں ہم کو آپ کے در پر ڈال کر جا رہے ہیں، آپ ہم کو اپنے در سے مت نکالو، یا اللہ آپ ہمارے ہیں ہم کو بھی آپ اپنا بنا لو۔ مسلمانو! سنو اللہ اسکا ہوتا ہے جو اللہ کا ہوتا ہے۔ الہی ہماری توبہ قبول کر لو، آج ہم سب توبہ کر رہے ہیں۔ ہماری دعاؤں کو سن لو اور ہمارے گناہوں کو معاف کر دو، آپ ہم سب کو اپنے پاس نیک لوگوں میں لکھو اور۔

تمت بالخیر

شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابلی بجزمت شافع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

ابلی بجزمت خلیفہ رسول اللہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابلی بجزمت مصاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابلی بجزمت حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابلی بجزمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابلی بجزمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید سیطامی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ابوعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالحق عجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت خواجہ مولانا محمد عارف ریوکی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ مولانا محمود انجیر فتنوی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ محمد یاساسی رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت سید السادات حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ نجف پیر پال امام الطریقیت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ملاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخا رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

ابلی بجزمت حضرت خواجہ محمد شرف الدین زاہد رحمۃ اللہ علیہ

الہی بجزمت حضرت خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت خواجہ مولانا خواجگی محمد اکنگلی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیدف الدین رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت حافظ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت بیدالسادات حضرت سید نور محمد بیدایونی رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زمانہ قطب جہاں حضرت مرزا مظہر جان نثار رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبد اللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ وقت قطب دوران عارف باللہ حضرت سید محمد پادشاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت شیخ واصل مرشد کامل حضرت ابوالحنات سید عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ
 الہی بجزمت جمیع حضرات نقشبندیہ بر فقیر ابوالبرکات سید خلیل اللہ ابن ابوالحنات سید عبد اللہ رحمہ فرما

وَعَا قَبْتَشْ بَخِرْ كَرْدَاں بِحُدْمَةِ النَّبِيِّ وَ اِلَهِ الْاَفْحَادِ

اَمَّا بَعْدُ

در طریقہ عالیہ نقشبندیہ بیعت نموده داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ
 مذکور را از فیوضات مرشدان حفظ و اقر

نصیب تکاثر مع استقامت شریعت عطا فرماید

آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد
 و آلہ و اصحابہ اجمعین ہ بر محمدک یا ارحم الراحمین ہ

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

ذکر المولیٰ من کلّ اوتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي ارسل رسولا يهدي الى طريق الايمان للعالمين وصيّدنا وصيّدنا
مَرْضِيَّةً لِلرَّسُولِ اِلَى صِرَاطِ التَّجَاةِ وَالْيَقِيْنِ وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُوْلِهِ اَفْضَلُ
التَّيْبِيْنَ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ جَبِيْبِ رَيْبِ الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدِ الْمُصْطَفَى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَحَاجِبِ سَلَمِ
اَمَّا بَعْدُ فَهَذِهِ شَجَرَةُ قَادِرِيَّةٍ مَنْ تَوَسَّلَ اِلَيْهَا وَصَلَّ اِلَى الْمُرَادِ
اِلَى بَحْرَتِ رَاذَوْنِيَا زَحْفَرَتِ الْوَالِحِنَاتِ سَيِّدِ فَيْلِ اللهِ كَانَ اللهُ ابْنَ حَضْرَتِ الْوَالِحِنَاتِ سَيِّدِ عَبْدِ اللهِ
رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

الابن بجمت رازو نياز حضرت ابوالحننات سيد عبد الله شاه قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد محمد پادشاه بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد خواجه احمد بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد حسين بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد محي الدين پادشاه بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد علي بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد فريد الدين بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سيد علي صوفي بخاري قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ فريد الدين صوفي قدس سره

الابن بجمت رازو نياز شيخ الشيوخ حضرت شيخ علي صوفي قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت سلطان العارفين قطب العارفين سيد شاه عبد اللطيف قادري لا اباي قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ احمد بن شيخ محمد الحموي قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ محمد بن شيخ قاسم قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ قاسم بن شيخ عبد الباسط قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ عبد الباسط بن شيخ شهاب الدين ابى العباس احمد قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ شهاب الدين ابى العباس احمد بن شيخ بدر الدين حسن قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ بدر الدين بن شيخ علاء الدين علي قدس سره

الابن بجمت رازو نياز حضرت شيخ علاء الدين علي بن شيخ شمس الدين محمد قدس سره

الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ شمس الدین محمد بن شیخ شرف الدین یحییٰ قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ بن شیخ شہاب الدین احمد قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ شہاب الدین احمد بن شیخ عماد الدین ابی صالح نصر قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ عماد الدین ابی صالح نصر بن شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق بن شیخ عبدالقادر جبیلانی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت غوث الصمدانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جبیلانی رضی اللہ عنہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ ابوسعید المبارک المنجدی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ ابوالحسن علی بن محمد بن یوسف القرشی البنگاری قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد بن عبدالعزیز التیمی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ ابوبکر عبداللہ شبلی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت سید الطائف حضرت شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ عبداللہ سری سقطی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ معروف کرخی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ داؤد طائی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ جمیب عجمی قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت شیخ اجل مرشد اکمل حضرت شیخ حسن بصری قدس سرہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت امیر المومنین امام المشرق والمغرب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ
 الہی بجزمت رازد و نیاز حضرت سید الاولین والآخرین افضل الانبیاء والمرسلین خاتم النبیین شفیع المنذبین صلی اللہ علیہ وسلم
 محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیمًا مبارکًا کثیرًا کثیرًا

بیعت و ارادت قادری

دریں سلسلہ قادریہ عالیہ مقبول و پذیر باد

الہی بجزمت جمیع حضرات قادریہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بر

..... قادری

رحم فرماؤ عاقبتش بخیر گردان و از فیوض مرشدان حظ وافر نصیب مسکاتر

مع استقامت شریعت عطا فرماید۔ آمین آمین بوجہتک یا ارحم الراحمین

Marfat.com

نذر عقیدت

مخدومت علی الاقاب حضرت ابو البرکات خلیل اللہ شاہ نقشبندی مدظلہ العالی
فرزند اکبر خلیفہ و جانشین محدث دکن حضرت ابو الحسن سید عبد اللہ شاہ صاحب نقشبندی قادری

پابندی شرع میں بہت نامور ہیں آپ
اک نامور گھرانے کے چشم و چراغ ہیں
سب مانتے ہیں یہ عجب کشمکش کا دور
چھڑتی ہے جب بھی زد کی یا اتقا کی بات
ان کی دعا اور ان کے کرم کا یہ فیض ہے
تا دیر آپ کی یہ ضیا باریاں رہیں !

دریائے معرفت کے بھی اعلیٰ گہرائیاں آپ
جن پر پدر کو ناز ہو ایسے پسر ہیں آپ
حق جس طرف ہے ہم نے یہ دیکھا ادھر ہیں آپ
نظر میں تلاش کرتی ہیں سب کی کدم ہیں آپ
گدی پہ جن کی خیر سے اب جلوہ گر ہیں آپ
اک آفتاب علم کے نور نظر ہیں آپ

مرزا ان ہی کے در کا اک ادنیٰ غلام ہے

وہ جن کی ذات پاک کے نخت جگر ہیں آپ

احقر العباد خادم الخدام مرزا شکور بیگ نقشبندی قادری احمد منزل قون جید آباد دکن

قطعہ تاریخ

از ڈاکٹر جناب یعقوب عمر صاحبی - ایچ۔ ڈی (فارسی اردو) استاد فارسی نظام کالج جید آباد

روشنی جس سے چار سو پھیلے وہ شفق ہے موعظ حسنہ

پوچھی تاریخ تو یہ دل نے کہا علم حق ہے موعظ حسنہ

۱۴۰۳ ہجری

حضرت مولف علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر قابل دید تالیفات

۱۔ گلزار اولیاء	۵ روپیہ
۲۔ علاج السالکین	۵ روپیہ
۳۔ کتاب المحبت	۱۰ روپیہ
۴۔ ذجاجة المصائب (عربی) مجموعہ احادیث حیفہ مکمل پانچ جلد	۲۰ روپیہ
۵۔ یوسف نامہ تفسیر سورہ سیدنا یوسف علیہ السلام طبع چہارم	۲۵ روپیہ
۶۔ سواعظ حصہ (حضرت ممدوح رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات ملفوظات کا مجموعہ)	۲۵ روپیہ
۷۔ قیامت نامہ (طبع دوم)	۱۰ روپیہ
۸۔ نور المصائب حصہ اول جلد اول (طبع دوم)	۱۸ روپیہ
۹۔ دوم جلد اول	۲۵ روپیہ
۱۰۔ سوم جلد اول	۲۵ روپیہ
۱۱۔ پنجم	۱۵ روپیہ
۱۲۔ ہفتم	۱۵ روپیہ
۱۳۔ معراج نامہ	۱۵ روپیہ
۱۴۔ سیلا نامہ	۱۵ روپیہ
۱۵۔ شہادت نامہ	۱۵ روپیہ
۱۶۔ فضائل نماز	۱۲ روپیہ
۱۷۔ فضائل رمضان	۲۵ روپیہ
۱۸۔ جام جم یعنی شجرۃ انساب عالم و نسب نامہ و فخر عالم و خلاصہ بنی آدم ایا ایجا و آدم حضرت محمد مصطفیٰ	۲ روپیہ
۱۹۔ سوانح مبارک حضرت عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی القادری	۱۵ روپیہ

مینار بک ڈپو کے دیگر مطبوعات

تعلیم غوثیہ ۲۰ روپیہ - خطبات غوث اعظم ۲۴ روپیہ، صراط مستقیم ۱۸ روپیہ، نصاب عمل خدمات شرعیہ ۱۵ روپیہ، نقشبند و کن ۱۵ روپیہ، رحمت عالم ۶ روپیہ، سیرت خلفائے راشدین جلد ۱۵ روپیہ

ہلنے کا پتہ مینار بک ڈپو چار کمان حیدرآباد

نوٹ ۱۔ اخلاص پر کتابیں بذریعہ وی۔ پی روانہ کی جاتی ہے۔